Marfat.com

اللہ

والوں کی مقبولیت کا راز

تالیف
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری

ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸- اردو بازار لاہور۔ پاکستان
7231788
7211788

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ والوں کی

مقبولیت کا راز

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات عالیہ
کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ

مؤلفہ

مفتی محمد سلمان منصور پوری

مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان

7231788-7211788

Marfat.com

Marfat.com

نام کتاب: ــــــــــ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز

مؤلفہ : ــــــــــ مفتی محمد سلمان منصور پوری

طابع: ــــــــــ خالد مقبول

مطبع: ــــــــــ افضل شریف پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ ــــــ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ ــــــ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ ــــــ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہدید

اللہ

کے مقبول بندوں کی خدمت میں!

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

مجھے نیک لوگوں سے محبت ہے، گوکہ میں ان میں شامل نہیں ہوں۔

امید ہے کہ (انہی سے تعلق کی برکت سے) اللہ رب العزت مجھے بھی نیکی سے سرفراز فرمادیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وماذلک علی اللہ بعزیز

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ (۲۶/۱۰/۱۴۱۷ھ)

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

تائید ودعاء

اس مضمون کا ابتدائی حصہ احقر نے مخدوم گرامی قدر عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برائے ملاحظہ واصلاح پیش کیا تھا۔
حضرت والا نے انتہائی مصروفیات کے باوجود اس پر نظر فرمائی اور درج ذیل مکتوب سے مشرف فرمایا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء

Marfat.com

عزیزم مفتی سلمان سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مضامین کا مطالعہ کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس قسم کے مضامین مرتب کر کے شائع کئے جائیں، کچھ کام بھی ہوا تھا مگر فرصت نہ ملنے کی وجہ سے کام آگے نہ بڑھ سکا۔
اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے اندر ماشاء اللہ صلاحیت ہے مضامین بہت مفید ہیں ان میں اضافہ کر کے جلد ہی شائع کرائیے۔ اللہ پاک سے اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ فقط والسلام

صدیق احمد غفرلہٗ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

۱۵/رجب ۱۴۱۷ھ

فہرست

تہدیہ	۳
تائید ودعا: عارف باللہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندویؒ	۴
عرض مرتب (جدید ایڈیشن)	۱۷
عرض مرتب (قدیم ایڈیشن)	۱۹
چند تأثرات	۲۰
O	
حسنِ نیت	۲۵
رسوخ فی العلم کی نشانیاں	۲۶
یہ ہے قبولیت!	۲۷
مقبولیت کی تمنا	۲۸
O	
تواضع وانکساری	۲۹
نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع	۳۰
سیّدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی تواضع	۳۱

Marfat.com

سیّدنا حضرت فاروق اعظم- کی تواضع	۳۲
سیّدنا حضرت عثمان غنی- کی تواضع	۳۳
سیّدنا حضرت علی- کی تواضع	۳۳
سیّدنا حضرت سلمان فارسی- کا عمل	۳۳
حضرت عبداللہ بن سلام- کا واقعہ	۳۳
سیّدنا حضرت زین العابدینؒ کی تواضع	۳۴
سیّدنا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مہمان کے ساتھ برتاؤ	۳۴
امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تواضع	۳۴
حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کا جذبۂ تواضع	۳۵
حضرت معاذ بن جبل- کا ارشاد	۳۶
عالم کامل کی پہچان	۳۷
ہمارا حال	۳۷
حضرت مدنیؒ کا عمل	۳۸
وعظ کی مجلسیں کیوں مؤثر نہیں؟	۳۸
عالم کے لئے فتنہ	۳۹
حضرت شیخ الہندؒ کا عبرت انگیز واقعہ	۴۰
مجمع کی کثرت اصل نہیں	۴۰
مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا واقعہ	۴۱
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معمول	۴۱
مقبول کون؟	۴۱

Marfat.com

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے وعظ کا حال ۴۲

از دل خیزد، بر دل ریزد ۴۴

سچی مقبولیت کی پہچان ۴۴

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعض ارشادات ۴۶

حضرت مدنیؒ کا منہ پر تعریف کرنے پر نکیر کرنا ۴۷

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی بے نفسی ۴۸

تصنیفات کے بارے میں اکابرؒ کا طرز عمل ۴۸

نقد خوش خبری ۵۰

تہمت کی جگہ سے بچیں ۵۱

ملی تنظیمیں مقبول کیوں نہیں؟ ۵۱

پیغمبر علیہ السلام کا اہم اعلان ۵۲

بین الجماعتی حسد روا نہیں ۵۳

اپنا امتیاز نہ چاہیں! ۵۴

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی ۵۵

حضرت سفیان ثوریؒ کا عمل ۵۵

ہمارا طرز عمل ۵۵

ہٹ دھرمی تکبر کی علامت ہے ۵۶

مرض کا احساس کریں ۵۶

O

دوسرے کی عزت نفس کا خیال ۵۸

Marfat.com

سب سے زیادہ پسندیدہ لوگ	۵۸
کسی کی دل شکنی نہ کریں	۵۹
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ معاملہ	۵۹
اپنے گریبان میں جھانکیں	۶۰
ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ کیسا ہو؟	۶۰

O

عفوودرگذر	۶۲
سیّدنا حضرت زین العابدینؒ کا حیرت انگیز واقعہ	۶۲
نرمی ہی میں خیر	۶۴

O

حلم وبردباری	۶۶
حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقام	۶۷
حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بے مثال تحمل	۶۸
حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا حلم	۶۹
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی بردباری	۶۹

O

زاہدواستغناء	۷۱
نبیٔ اکرم ﷺ کا زہد	۷۲
کامیاب مسلمان	۷۳
نبیٔ اکرم ﷺ کی تین اہم وصیتیں	۷۴

Marfat.com

سیّدنا حضرت صدیق اکبر- کی زاہدانہ زندگی	۷۵
سیّدنا حضرت عمر بن الخطاب- کا زہد	۷۵
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حالت	۷۶
حضرت سلمان فارسی- کا حال	۷۷
علم کا ضیاع کیسے؟	۷۷
استغناء میں عافیت ہے	۷۸
حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا بے مثال استغناء	۷۹
حضرت گنگوہیؒ کا زہد واستغناء	۸۰
حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا عبرت انگیز واقعہ	۸۰
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا قابل تقلید معمول	۸۲
شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کا معمول	۸۲
حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ کا طرز عمل	۸۳
حضرت شیخ الحدیثؒ کا استغناء	۸۴
حضرت فقیہ الامتؒ کا مثالی زہد	۸۴
حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب کا واقعہ	۸۴
عارف باللہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندویؒ کا مثالی زہد	۸۵
حضرت مولانا علی میاںؒ کا زہد	۸۵
حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کا ایک قیمتی ملفوظ	۸۷
مال ودولت کی عزت عارضی ہے	۸۷

Marfat.com

سخاوت اور مہمان نوازی	۸۹
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت	۹۰
صحابۂ کرام ﷺ کی سخاوت	۹۱
سیّدنا حضرت زین العابدینؒ کی جود وعطا	۹۱
امام اعظم ابو حنیفہؒ کے واقعات	۹۲
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے چند واقعات	۹۵
حضرت نانوتویؒ کی سخاوت	۹۶
حضرت شیخ الہندؒ کی مہمان نوازی	۹۶
حضرت شیخ الاسلامؒ کی سخاوت	۹۶
حضرت رائے پوریؒ کے دستر خوان کی وسعت	۹۸
حضرت شیخ الحدیثؒ کی فیاضی	۹۸
حضرت فقیہ الامتؒ کی سخاوت	۹۸
ایک آسان طریقہ	۹۹

O

ورع وتقویٰ	۱۰۱
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط	۱۰۲
حضرت ابوالدرداء کا ارشاد	۱۰۲
حضرت حسن بصریؒ کا قول	۱۰۲
سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق کا واقعہ	۱۰۳
سیّدنا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ورع وتقویٰ	۱۰۳

Marfat.com

Marfat.com

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ورع وتقوی ۱۰۴

امام احمد بن حنبلؒ کا عبرت انگیز واقعہ ۱۰۵

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کا ورع وتقوی ۱۰۵

میانجی نور محمدؒ کا تقوی ۱۰۶

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کا ورع وتقوی ۱۰۶

حضرت نانوتویؒ کی کمال احتیاط ۱۰۷

حضرت گنگوہیؒ کا تقوی ۱۰۷

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا واقعہ ۱۰۷

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تقوی ۱۰۸

مدرسہ کے مال میں احتیاط ۱۰۹

آیئے محاسبہ کریں! ۱۱۲

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ کا معمول ۱۱۲

O

خوف وخشیت ۱۱۳

اللہ کے خف سے رونا ۱۱۴

پیغمبر علیہ السلام کی خشیت ۱۱۵

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق- کی رقت قلبی ۱۱۶

سیّدنا حضرت فاروق اعظم- کا جذبہ خوف وخشیت ۱۱۶

سیّدنا حضرت ابن مسعود- کی تضرع وزاری ۱۱۷

سیّدنا حضرت زین العابدینؒ کی خشیت ۱۱۷

Marfat.com

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خشیت کا عالم	۱۱۷
حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے چند واقعات	۱۱۸
مؤمن اللہ کی یاد میں نہ روئے تو کیا کرے؟	۱۱۹
رونا کیسے آئے؟	۱۲۰
رونے کا اخفاء	۱۲۰
قابل رشک بے قراری	۱۲۱
حضرت گنگوہیؒ کا مبارک حال	۱۲۱
شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا الحاح وزاری	۱۲۲
حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک نہایت قیمتی ملفوظ	۱۲۳
ایک اہم ترین مسنون دعا	۱۲۴

O

علماء کرام کے لئے کچھ کار آمد باتیں	۱۲۵
علم کا خلاصہ	۱۲۵
علم کیسے حاصل ہوگا؟	۱۲۶
صبر، زہد اور تواضع کی حقیقت	۱۲۶
تین نصیحتیں	۱۲۷
علم کے ساتھ حلم کی اہمیت	۱۲۷
عالم کامل کی تین پہچان	۱۲۷
منصف مزاجی	۱۲۸
جھک بازی سے پرہیز	۱۲۸

Marfat.com

۴ کاموں سے ناگواری نہیں ہونی چاہئے ۱۲۹
حضرت ابوالدرداء- کا حکیمانہ ارشاد ۱۲۹
جاہل کی تین علامتیں ۱۲۹
حب جاہ کی نحوست ۱۲۹
قابل تکریم حضرات ۱۳۰
علم کی زندگی سوال وجواب میں ہے ۱۳۰
دو طبقوں پر اصلاح کا مدار ۱۳۱
عالمانہ وقار کی اہمیت ۱۳۱
خفیہ شہوت کیا ہے؟ ۱۳۲
گناہ! موجب نسیان ۱۳۲
دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ ۱۳۲
سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی علماء کو نصیحت ۱۳۳
عمل کے بغیر وعظ مؤثر نہیں ۱۳۳
از دل خیزد، بر دل ریزد ۱۳۳
عالم کے لئے عمل لازم ہے ۱۳۴
دنیادار عالم سے امت کو نفع نہیں ہوتا ۱۳۴
حلال روزی کی فکر ۱۳۴
ابن عونؒ کی پسندیدہ باتیں ۱۳۴
عارف باللہ شخص کی طرف دل کھنچے چلے جاتے ہیں ۱۳۴
فتویٰ میں جلد بازی کم علمی کی دلیل ہے ۱۳۵

عیب سے کوئی شخص مبرا نہیں	۱۳۵
امام ابو یوسفؒ کے تجربہ کی تین باتیں	۱۳۵
ہر مسئلہ کا جواب دینے میں نہ پڑیں	۱۳۵
مسلسل مطالعہ سے حافظ تیز ہوتا ہے	۱۳۶
O	
حضرات اہل علم کے لئے کچھ گرانقدر نصیحتیں	۱۳۷
حضرت حکیم الامتؒ کا ایک گراں قدر ملفوظ	۱۴۱
علماء کے کرنے کے چار کام	۱۴۲
وقار علم	۱۴۳
علماء اور اساتذہ کے لئے حضرت فقیہ الامتؒ کی ۱۴ ر قیمتی وصیتیں	۱۴۴
O	
خاتمہ	۱۴۶
O	
مختصر تذکرہ مقبول بارگاہ: عارف باللہ حضرت اقدس	۱۴۸
مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ	۱۴۸
ایسا کہاں سے لائیں	۱۴۹
علم سے بے انتہاء شغف	۱۵۱
سادگی اور تواضع	۱۵۳
کمال زہد	۱۵۵
عشق نبوی	۱۵۵

Marfat.com

Marfat.com

O

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کی چند عبرت آموز جھلکیاں	۱۵۸
پر مشقت طالب علمی	۱۵۸
اصلاح امت کی دھن	۱۵۹
مدرسہ کی تعمیر میں شرکت	۱۶۱
بے مثال تواضع	۱۶۲
اپنے لئے احتیاط ہی پسند تھی	۱۶۳
مہمانوں کا اکرام	۱۶۴
دوسرے کی دل شکنی کا خیال	۱۶۶
حواصلہ افزائی	۱۶۶
اصلاح بین الناس کی فکر	۱۶۷
ہدیہ سے بے نیازی	۱۶۸
سفر خرچ	۱۶۸
وقت کی قیمت کا احساس	۱۶۹
ترک مالایعنی	۱۷۰
ایثار کا عملی نمونہ	۱۷۰
لاوارثوں کی کفالت	۱۷۱
یہ تو خیانت ہوگی	۱۷۱
آخرت میں جواب دہی کا خوف	۱۷۲
قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑوں گا	۱۷۳

میں نے آخرت کا بوجھ اوڑھ لیا ہے ۱۷۳
تربیت کا انوکھا انداز ۱۷۳
طلباء کے لئے گراں قدر نصیحت ۱۷۴
امورِ عشرہ برائے طلباء ۱۷۵

O

علماء کی ذمہ داری ۱۷۶
لعنت کے اسباب سے بچیں ۱۷۷
کارکنان تبلیغی جماعت سے خطاب ۱۷۷
تین قیمتی ہدایتیں ۱۷۸
ایک اہم حدیث کی تشریح ۱۸۰

O

ماخذ و مراجع ۱۸۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب (جدید ایڈیشن)

نحمدہ و نصلہ علہ رسولہ الکریم، امابعد:

''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' کا اولین ایڈیشن آج سے آٹھ سال قبل شائع ہوا تھا، اس کے بعد سے بفضلہٖ تعالیٰ ہندو پاک کے متعدد کتب خانوں سے اس کی برابر اشاعت ہو رہی ہے۔

اوراس پر اللہ رب العزت کا جس قدر بھی شکرادا کیا جائے کم ہے کہ اس کتاب سے قارئین کو غیر معمولی نفع ہوا، فکر مند علماء اور خواص نے اس کی نہایت پذیرائی کی، حتی کہ بعض مشائخ اور اہل اللہ نے اپنی خانقاہوں اور مدارس ومساجد میں اس کی باقاعدہ تعلیم کا اہتمام کیا اور اس کے مطالعہ کو اپنے ''اصلاحی نصاب'' کا ایک جزو قرار دیا۔ فالحمد و الشکر کلہ اللہ.

شروع ہی سے ارادہ تھا کہ اس رسالہ پر نظر ثانی کر کے بعض مضامین کا اضافہ اور ترتیب وعنوانات کو مزید جاذب نظر بنایا جائے، مگر آج کل پر بات ٹلتی رہی، بالآخر چند ماہ قبل ہمت کر کے اس کی کمپیوٹر کتابت شروع کر دی گئی اور جیسے جیسے موقع ملتا گیا تصحیح کے ساتھ ساتھ کچھ اضافہ بھی کیا جاتا رہا، اور ذیلی عنوانات الگ الگ کر دیئے گئے۔ بالخصوص اہل علم کے لئے علامہ ابن عبدالبر الاندلسیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' سے گراں قدر اقوال واحوال سلف جمع کر دیئے گئے۔ اب انشاء اللہ یہ کتاب پہلے سے زیادہ دلچسپی سے پڑھی جائے گی اور اس کا نفع مزید عام ہوگا۔ وماذلک علی اللہ بعزیز.

جیسا کہ احقر نے اول اشاعت کے وقت عرض کیا تھا کہ اس کتاب کا اولین مخاطب خود یہ ناکارہ ہے۔ بلکہ اپنی اصلاح کے لئے ہی اس مواد کو جمع کرنے کا

Marfat.com

داعیہ پیدا ہوا تھا، لیکن سخت افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک احقر کتاب میں ذکر کردہ صفات میں اپنی زندگی ڈھالنے میں کامیاب نہ ہوسکا، اس لئے قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ اس ناکارہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان لکھی ہوئی باتوں کی مطابق عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں، یہ اس ناکارہ پر بڑا احسان ہوگا۔ ساتھ میں یہ بھی گذارش ہے کہ وہ کتاب پڑھتے وقت مرتب کی ذات سے کسی بات کا موازنہ کرنے کے بجائے ہمیشہ اُن حضرات اکابر وسلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے کردار ہی کو پیش نظر رکھیں جن کی طرف کتاب میں مذکورہ باتوں کا انتساب کیا گیا ہے، اس لئے کہ احقر تو صرف ناقل ہے، عمل کا دعویٰ نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔

بہرحال اب یہ عاجزانہ کاوش قارئین کی خدمت میں پیش ہے، دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرما کر امت کے عوام وخواص کو اس سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور اس کو ہم سب کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنادیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،

خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۴۲۵/۱۰/۲۲ھ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب (طبع اول)

حامدًا و مصلیًا و مسلما، امابعد:

زیر نظر مضمون کا اولین مخاطب خود یہ راقم الحروف ہے، احقر نے جب یہ محسوس کیا کہ اپنی زندگی کی ڈگر اللہ کے نیک بندوں کے راستہ سے ہٹتی جارہی ہے اور عمر کے ساتھ ساتھ لاپروائی اور آخرت سے غفلت کا رجحان روز افزوں ہے، تو خیال آیا کہ اللہ والوں کی امتیازی صفات اور عبرت آموز واقعات یکجا کئے جائیں جو ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے مہمیز کا کام دیں۔ اور ان کو بار بار پڑھنے اور یاد رکھنے سے دل میں کچھ غیرت پیدا ہو اور کوتاہی کا تسلسل ٹوٹ سکے۔

اس لئے اپنی وسعت کے مطابق یہ چند بکھری ہوئی باتیں جمع کردی ہیں، کاش یہ حقیر محنت بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے اور اس ناکارہ اور سبھی قارئین کے لئے دینی فائدہ کے حصول کا ذریعہ بنے۔

قارئین سے بھی استدعا ہے کہ وہ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقبول اور مقرب بندوں میں شامل فرمائیں اور اپنی رضاء دائمی سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

خادم الافتاء والحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۷/۱۱/۱۴۱۷ھ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

چند تأثرات:

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی برنی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

حامدًا و مصلیًا امابعد:

اللہ جل شانہ نے انسانوں کی بلندی اور برتری کے لئے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ پیدا فرمائے، انہیں اخلاق حسنہ اور صفات عالیہ کی وجہ سے انسانیت اجاگر ہوتی ہے اور جو مؤمن بندے ان سے متصف ہوتے ہیں ایسے افراد اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی مقبول ہوتے ہیں اور اس کے بندوں کے یہاں بھی انہیں مقبولیت عامہ نصیب ہوتی ہے، ان صفات عالیہ میں صفت تواضع اور انکساری بڑی اہمیت رکھتی ہے، اکابر دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے علوم وافرہ کثیرہ سے بھی نوازا اور اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ سے بھی متصف فرمایا، ان حضرات نے تواضع اور انکساری کو ایسا اپنایا اور حرز جاں بنایا کہ قرن ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی، نیز ان حضرات میں زہد و استغناء بھی بڑے درجے کا تھا، تحریر و تقریر، شریعت و طریقت کی خدمات سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے تھیں، مخلوق سے کسی چیز کے طالب نہ تھے، کسی شخص سے خواہ کتنا ہی بڑا ہو، مال دار صاحب اقتدار ہو، ذرا سا بھی لالچ نہیں رکھتے تھے، اہل مال جو ان حضرات کے معتقد تھے وہ چاہتے تھے کہ کچھ پیش کریں، لیکن ان حضرات کا مزاج یہ تھا کہ قول و عمل سے یہ ظاہر فرما دیتے تھے کہ ہماری خوشی اس میں ہے کہ جس وجہ سے ہم سے تعلق ہے یعنی علم سیکھنا اور عملی زندگی کو اپنانا، ہم اس سے خوش ہوتے ہیں، ابھی دنیا میں ایسے افراد اور اشخاص موجود ہیں جنہوں نے ان حضرات کو دیکھا ہے اور جنہیں ان باتوں کا علم ہے اور ان حضرات کی جو سوانح لکھی گئی ہیں ان میں یہ باتیں مندرج ہیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری زاد اللہ علمہ و مجدہ نواسۂ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کو جزائے خیر دے جنہوں نے ایک رسالہ ''اللہ والوں کی

Marfat.com

مقبولیت کا راز'' کے عنوان سے تالیف کیا ہے مولانا موصوف مدینہ منورہ تشریف لائے تو احقر کو بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا، ماشاء اللہ خوب ہی لکھا ہے، اکابر سلف کے واقعات اور اکابر دیوبند کے حالات متعلقہ تواضع وانکساری، ورع اور تقوی، زہد واستغناء اور خوف وخشیت بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کیے ہیں، رسالہ عوام وخواص سب ہی کے لئے ضروری المطالعہ ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زور قلب اور زیادہ

بارک اللہ تعالی فی علومہ واعمالہ وجزاہ خیر الجزاء.

العبد الفقیر :محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفا اللہ عنہ المدینۃ المنورہ

۱۷/۱/۱۴۱۸ھ

مولانا عثمان احمد قاسمیؒ جامعہ بدرالاسلام شاہ گنج جونپور:

مکرمی جناب مفتی صاحب دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، اپریل کا ندائے شاہی ملا، ساتھ ہی آپ کی مرتبہ کتاب بھی ملی، عنایت فرمائی کا شکریہ قبول فرمائیں، آپ کی کتاب ظاہری معنوی ہر اعتبار سے لائق تحسین ہے اور آپ مبارک باد اور آفریں کے حق دار ہیں، ہر وقت اور ہر موقع پر اہم کام آپ نے انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے، اور لوگوں کو کتاب سے استفادہ کی توفیق دے، آپ کے مضامین سلسلہ وار ندائے شاہی میں شائع ہو رہے تھے، اب کتابی شکل میں آجانے سے اس کی افادیت بڑھ جائے گی اور یہ قیمتی تحریر محفوظ ہو جائے گی نام بھی آپ نے خوب رکھا ''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' کتاب بہت پسند آئی۔ والسلام عثمان احمد غفرلہ شاہ گنج (۹/۴/۷/۱۹۹۷ء)

حضرت مولانا نور عالم خلیل الامینی، دارالعلوم دیوبند:

اخی العزیز مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری زید لطفہ ووفقہ اللہ لکل خیر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ ہر طرح مع الخیر ہوں گے۔ ہم رشتہ دونوں کتابیں ''اللہ والوں کی

Marfat.com

مقبولیت کا راز'' اور ''مذہب غیر پر فتوی اور عمل'' عزیزم مولوی عفان سلمہ کی معرفت موصول ہوئیں۔ اول الذکر کتاب تو تقریباً پوری پڑھ گیا، محظوظ ہوا، مستفید ہوا اور سعادت مندانہ لمحے اس کے ساتھ گزار کر روح کو تسکین اور قلب کو غذا ملی، واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب ہمارے مدرسی حلقوں کی ناگزیز ضرورت ہے، ہمارے علما، قائدین، مفکرین، واعظین مدرسین، طلبہ اور ذمہ داران مدارس ومکاتب وجماعات: سبھوں کے لئے فرداً فرداً مطالعے کی چیز ہے۔ جن امراض سے ہمیں بچنا چاہئے، ہم انہی کے شکار ہیں، اسی لئے اسلامی خدمتوں کی تمام کوششیں مطلوبہ نتائج تک پہنچنے میں ناکام ہیں۔ مظاہر واشکال اور لاشہ ہائے بے جان کی طرح ہماری تگ وتاز اکارت جارہی ہیں۔

خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بہت ضروری سمت میں یہ قدم اٹھایا ہے; جو آئندہ بھی جاری رہنا چاہئے۔ والسلام

اخوک: نور عالم امینی (شب جمعہ ۱۰/۴/۱۴۱۸ھ ۱۵/۸/۱۹۹۷ء)

حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب، جامعہ فلاح دارین ترکیسر:

عزیز القدر مولوی محمد سلمان سلمہ منصور پوری   سلام مسنون

بعد دعا کے واضح ہو کہ تمہاری کتاب ''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' موصول ہوئی، دلی خوشی ہوئی، سبحان اللہ تم نے اسلاف واکابر کی زندگی: ان کی بے نفسی، اخلاص، انسان دوستی، فکر آخرت، انابت الی اللہ، امت کی فکر، اسلام کے لئے قربانیاں اور علم کی تحصیل اور اس کی اشاعت کے لئے جدوجہد، دیانت وصداقت، تقوے طہارت، جذبۂ جہاد کے ان واقعات کو آج کی مادہ پرست، مطلب پرست، دھوکے باز، آخرت فراموش اور صرف دنیا کے لئے جینے اور مرنے کے خوگر غافل عوام ونام نہاد علماء طلبہ کی آنکھیں کھولنے اور اپنا احتساب کرنے اور اپنے آپ کو ان کا جانشین اور معتقد کہنے والوں کو بڑا سامان عبرت جمع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی طرف سے تم کو بھرپور بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

محتاج دعا: ذوالفقار احمد غفر لہ (۲۸/ اگست ۱۹۹۸ء)

Marfat.com

مفتی اسماعیل ابراہیم بھڑکودری دارالعلوم کنتھاریہ:

محترم ومکرم مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش اینکہ گذشتہ کل ماہنامہ ندائے شاہی کے لفافہ میں آپ کی قلمی کاوشوں کا ثمرہ اور فکر صواب کے گوشوں کے گوہروں کا گنجینہ دستیاب ہوا، یعنی ''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' جس کو بندہ پرچہ ندائے شاہی میں اکثر پڑھتا اور احباب سے کہتا اور سوچتا کہ بڑا قیمتی، مفید مضمون ہے، مجلس میں تعلیم کے قابل ہے، اور دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ کاش یہ قسط وار مضامین بعنوان مذکور کتابی شکل میں چھپ جائیں، بندہ اس کو اپنی ضرورت سمجھ کر مطالعہ کرتا تھا، اور یہ خواہش کرتا تھا کہ ہر چھوٹے بڑے کی نظروں اور فکروں میں اسلاف کی یہ روشنی رہے تو امت کے قافلہ کو صحیح رخ مل جائے۔

اس اصلاحی رسالہ کے متعلق سوچا ہے کہ تعطیلات میں اپنے احباب وطن کو پڑھ کر سناؤں گا، تاکہ فاضلین جامعات اصولی اوصاف حمیدہ سے اور اکابرؒ کی روش محمود سے آگاہ ہوں۔

دعاجو: (مفتی) اسماعیل ابراہیم بھڑکودری دارالعلوم کنتھاریہ (۱۲/۷/۱۴۱ھ)

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ:

برادر مکرم زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ارسال کردہ کتاب ''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' موصول ہوئی، پڑھ کر دیکھ کر رشک آیا، طلبہ میں زائد سے زائد تقسیم کی جائے انشاء اللہ فائدہ ہوگا، مدرسہ اور طلبہ کی اصلاح سے متعلق اسی نوع کے مفید مضامین آپ جمع کردیں تو بہت مفید ثابت ہوں گے، اللہ پاک نے آپ کے اندر صلاحیت دی ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی میں بہت مضامین ہیں اس میں بھی کچھ کام کردیجئے۔

اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اور امت کو زائد سے زائد فائدہ پہنچائے۔ میرے لئے بھی دعاء کیجئے۔

Marfat.com

Marfat.com

بعض جگہ عنوانات قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے ایسا ہو جائے تو بہتر ہے، مضمون لمبا ہونے سے افادیت کم محسوس ہوتی ہے۔

حوالے نیچے ہو جائیں تو بہتر ہے یا مضمون پورا ہونے کے بعد ساتھ ہی، لیکن علیحدہ یعنی اس کے بعد کا مضمون نئی سطر سے شروع ہو۔

والسلام طالب دعاء: محمد زید (۱۲/۱/۷/۱۴۱۷ھ)

حضرت مولانا احمد نصر بنارسی مدرسہ عربیہ امدادیہ بنارس کینٹ:

محب مکرم جناب مفتی محمد سلمان صاحب سلمک اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

بہت ہی مختصر ملاقات تھی آپ نے اپنی مختصر مگر مدلل تالیف مرحمت فرمائی شکریہ جزاکم اللہ خیر الجزاء، جستہ جستہ تو اسی وقت دیکھ لیا تھا، بنارس آکر پھر اطمینان سے پوری کتاب پڑھی بہت ہی پسند آئی، آپ نے خوب لکھا ماشاء اللہ انداز بھی بہت ہی شگفتہ ہے آپ نے اللہ والوں کی مقبولیت کا راز پالیا، اس سے میرے اندر رشک کی کیفیت پیدا ہوئی کاش مجھے بھی یہ انداز نصیب ہوتا۔ اکابر کے واقعات نے دل پر بہت ہی اثر کیا واقعی عجیب وغریب نافع کتاب ہے۔ جزاک اللہ وبارک اللہ۔

کتاب پڑھنے کے بعد مرے دل میں آپ کی قدر بہت ہی زیادہ پیدا ہوگئی، کتاب کے پڑھنے کے بعد مؤلف کی میانہ روی واعتدال کا جو پہلو سامنے آیا ہے وہ آج کل کے علماء ہی نہیں بلکہ مشائخ کے لئے بھی قابل تقلید ہے، میں بعد عصر طلبہ کو اکابر کی کتب سے چند اوراق سنایا کرتا ہوں، آج سے آپ کی مبارک تالیف کو سنانا شروع کردیا ہے۔

اللہ پاک مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ اور ہم جیسے بے عمل ناکارہ لوگوں کو خاص کر اس ناکارہ کو ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعوت صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

احمد نصر بنارسی غفرلہ، (۳/۲/۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن نیت:

دین کے ہر کام میں حسن نیت ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انما الاعمال بالنیات '' یعنی اعمال کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کا مدار نیت پر ہے، جیسی نیت ہوگی ویسے ہی اس پر اثرات مرتب ہوں گے، سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے: ''لا عمل لمن لا نیۃ لہ '' یعنی جس کی نیت صحیح نہیں ہے اس کے عمل کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یحیٰ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ''نیت کرنا سیکھو، اس لئے کہ یہ عمل کرنے سے زیادہ اہم ہے'' داؤد طائیؒ فرماتے ہیں: ''حسن نیت ہی تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے'' حضرت سفیان ثوریؒ نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنی نیت سے زیادہ کسی چیز کی نگرانی نہیں کرتا اس لئے کہ وہ مسلسل الٹتی پلٹتی رہتی ہے۔''

یوسف ابن اسباطؒ فرماتے ہیں: ''نیت کو فاسد ہونے سے بچانا اہل عمل کے لئے لمبی لمبی عبادتوں سے بڑھ کر ہے'' اور حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے معمولی اعمال نیت کی صحت کی وجہ سے عظیم الشان ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات بہت بڑے بڑے اعمال نیت کے فساد کی وجہ سے معمولی بن جاتے ہیں''۔

(جامع العلوم والحکم، ۱۲)

☆☆☆☆

Marfat.com

رسوخ فی العلم:

علماء نے حقیقی عالم کی چار اہم صفات بیان فرمائی ہیں:

التقویٰ فی مابینہ وبین اللہ تعالیٰ.

اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقویٰ کا معاملہ کرنا۔

التواضع فی مابینہ وبین الناس.

اپنے اور لوگوں کے درمیان تواضع اور انکساری کا معاملہ کرنا۔

الزھد فی مابینہ وبین الدنیا.

اپنے اور دنیا کے درمیان بے رغبتی کا معاملہ کرنا

المجاھدۃ فی مابینہ وبین نفسہ.

اپنے اور اپنے نفس کے درمیان مجاہدہ کا معاملہ کرنا۔ (اور آرام طلبی کو چھوڑ دینا)۔
(حاشیہ جمل علی الجلالین)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

یہ ہے قبولیت!

اشعث ابن شعبہ مصیصیؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید اپنے لاؤ ولشکر کے ساتھ شہر ''رقہ'' میں مقیم تھے، اسی دوران امام وقت عبداللہ ابن المبارکؒ بھی ''رقہ'' میں رونق افروز ہوئے، ان کے استقبال کے لئے سارا شہر اُمڈ پڑا، بھیڑ کی کثرت کی وجہ سے راستے ٹوٹے ہوئے جوتوں اور چپلوں سے پٹ گئے، پورے شہر کی فضا گرد آلود ہوگئی، ہارون رشید کی ایک باندی شاہی محل کے جھروکے سے یہ منظر دیکھ رہی تھی، اس نے لوگوں سے پوچھا: یہ ماجرا کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آج خراسان کے ایک بڑے عالم عبداللہ ابن المبارکؒ نے اپنی تشریف آوری سے اس شحر کو رونق بخشی ہے، ان کی زیارت واستقبال کے لئے یہ عظیم مجمع اکٹھا ہوا ہے، باندی یہ سن کر بے اختیار بول اٹھی: ''اللہ کی قسم یہ ہے بادشاہت! ہارون رشید کی بادشاہت حقیقی نہیں جس کے لئے فوج اور سپاہیوں کے ذریعہ مجمع لگایا جاتا ہے''۔ (مقدمہ کتاب الزہد ۵۵)

جن عبداللہ ابن المبارکؒ کا یہ واقعہ ہے ان کی عظمت ورفعت صرف عوام ہی کے دلوں میں نہ تھی بلکہ ان کے بارے میں بڑے بڑے ہم عصر علماء اور محدثین نے ایسے شان دار کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو اسلامی تاریخ میں خال خال افراد ہی کو نصیب ہوئے ہیں۔ سفیان ثوریؒ جیسے جلیل القدر محدث سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ ''میں پوری عمر اس آرزو میں رہا کہ کاش میری زندگی کا کوئی ایک سال عبداللہ ابن المبارکؒ کی طرح گذر جائے مگر میں تین روز بھی ان کی طرح گذارنے پر قادر نہ ہوسکا۔'' امام نسائیؒ کا بیان ہے ''ہمارے علم میں عبداللہ ابن المبارکؒ کے زمانہ میں کوئی ان سے زیادہ برتر، اور ان سے زیادہ

Marfat.com

اوصاف حمیدہ کا جامع نہیں تھا"۔

الغرض علماء سلف وخلف ان کی جلالت شان پر متفق ہیں اور ہر شخص دل سے ان کا احترام کرتا نظر آتا ہے۔

مقبولیت کی تمنا

عبداللہ ابن المبارکؒ اور ان جیسے اپنے زمانہ کے مقبول ومحبوب علماء اور صلحاء کے حالات وواقعات دیکھ کر بعد کے لوگوں میں بھی یہ خواہش انگڑائی لیتی ہے کہ لوگ ان کا بھی اسی طرح احترام کریں جیسا عبداللہ ابن المبارکؒ وغیرہ کا کیا کرتے تھے۔ وہ جہاں بھی جائیں استقبال کے لئے لوگوں کی بھیڑ امڈ پڑے، وہ جو بھی زبان سے نکال دیں وہ پتھر کی لکیر بن جائے، اور ہر شخص دل سے ان کا مطیع اور تابع فرمان بن جائے۔ جب ابتداء ہی سے ہم اپنا ذہن یہ بنا لیتے ہیں تو جہاں بھی ہماری دلی خواہش کی تکمیل میں رخنہ پڑتا ہے تو ہم ناراض ہو جاتے ہیں، ہمارے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں سخت اذیت محسوس ہوتی ہے مگر ان انفعالی کیفیات کے باوجود ہم مقبولیت کے مقام سے کوسوں دور رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کو پہلے ان صفات میں ڈھالا نہیں جن پر انسان کی مقبولیت کا مدار ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح بغیر سہارے کے کسی بلند چھت پر چڑھنا محال ہے اسی طرح چند لازمی صفات اختیار کئے بغیر مقام مقبولیت کی گرد پانا بھی مشکل ہے۔ آئندہ صفحات میں ایسی ہی چند صفات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۱)

تواضع وانکساری

مقبولیت کی صفات میں سب سے اہم صفت تواضع وانکساری ہے، یعنی آدمی خود اپنی مقبولیت کا متمنی نہ رہے اور دل سے اپنے آپ کو کم تر سمجھتا رہے، اور ہر وقت عاجزی کا مظاہرہ کرتا رہے، قرآن کریم میں رحمن کے خاص اور مقرب بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ہی صفت بیان کی گئی ہے کہ ان کی چال ڈھال سے تواضع اور عاجزی کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْناً. (الفرقان ۶۳)

اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں۔

اس عاجزی سے انسان اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان محبوب بن جاتا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ. (مشکوٰۃ شریف ۲/۴۳۴)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے رضا کیلئے اپنے آپ کو کمتر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلندی اور عزت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّ اللّٰـهَ اَوْحٰـى اِلَىَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو تا آنکہ کوئی شخص

يَبْغِي أَحَدٌ عَلَىٰ أَحَدٍ.
(مسلم شریف، ابو داؤد شریف ۹۰ ،۴۸، الترغیب والترھیب ۳۵۰/۳)

دوسرے کے مقابلہ میں نہ تو فخر کرے اور نہ ظلم کرے۔

سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! تواضع اختیار کرو، اس لئے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِي نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ.
(شعب الایمان ۲۷۶/۶)

جو شخص اللہ کے لئے عاجزی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلندی سے نوازتے ہیں، پس وہ اپنی نظر میں کم تر لیکن لوگوں کی نظر میں برتر ہو جاتا ہے (اس کے برخلاف) جو شخص تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل فرمادیتے ہیں تو وہ لوگوں کی نظر میں کم تر ہو جاتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے کو برتر سمجھتا ہے حتی کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں کتے اور خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کی صداقت کھلے آنکھوں دکھائی دیتی ہے، جو شخص بھی دل سے متواضع ہوتا ہے وہ محبوب خلائق بن جاتا ہے، اور جو غرور اور عونت ظاہر کرتا ہے تو اس کی ذلت لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھیڑ چلنا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ جناب رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ شدید گرمی کے دن بقیع کی طرف تشریف لے چلے، لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے، جب آپ نے پیچھے جوتوں کی آواز سنی تو اسے اپنی توقیر کا ذریعہ سمجھا اور آپ فوراً بیٹھ گئے اور حضرات صحابہ ﷺ کو آگے بڑھا دیا تاکہ آپ کے دل میں تکبر کا شائبہ نہ آجائے"۔ (ابن ماجہ ۲۳)

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بیماروں کی مزاج پرسی فرماتے، جنازہ میں شرکت کرتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے۔ اور (ضرورت پڑنے پر) دوسرے کو پیچھے بٹھا کر گدھے کی سواری میں بھی عارضہ نہ محسوس فرماتے، غزوۂ خیبر اور غزوۂ بنی قریظہ میں آپ ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس کی نکیل کھجور کی رسی کی تھی، اور اس پر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کاٹھی تھی۔ (شعب الایمان ۲/ ۲۹۰)

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ زمین پر بے تکلف بیٹھ جاتے، اور زمین پر بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے اور بکریوں کو خود باندھ دیتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔ (شعب الایمان ۱/ ۲۹۰)

یہ سب باتیں آپ ﷺ کی اعلیٰ ترین تواضع کی نظیر تھیں، کہ ہر کمال سے متصف ہونے کے باوجود آپ کی حیات طیبہ ان تکلفات سے قطعاً خالی تھی جو نام نہاد بڑے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر ﷺ کی تواضع

خلیفۂ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر ﷺ خلیفہ بننے سے پہلے تک محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو محلّہ کی ایک بچی نے کہا کہ "اب ابوبکر ہمارے جانوروں کا دودھ کہاں نکالیں گے؟" حضرت ابوبکر ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیوں نہیں؟ میں اب بھی تمہارے لئے دودھ دوہا کرونگا، اور مجھے امید ہے کہ میری نئی مصروفیت میرے کسی سابقہ اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ کرے گی"، چنانچہ آپ خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود محلّہ والوں کے لئے دودھ دوہا کرتے تھے۔ (العلم والعلماء ۱۴۶)

Marfat.com

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تواضع

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ امیر المؤمنین ہونے کے باوجود اون کا جبہ استعمال کرتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے، اور اپنے کندھے پر کوڑا رکھے خود بازار میں گھومتے اور لوگوں کی (غلطیوں پر) سرزنش کرتے، اور اگر کہیں کھجور کی گٹھلیاں یا سوت وغیرہ پڑا ہوا ملتا تو اسے اٹھا لیتے اور کسی گھر میں ڈال دیتے تاکہ وہ گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ اپنے کندھے پر مشک اٹھائے جا رہے ہیں (لوگوں کے تعجب پر) آپ نے فرمایا کہ "میں نے اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے ایسا کیا کیونکہ مجھے عجب کا شبہ ہو گیا تھا"۔ (العلم والعلماء ۱۶۳)

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں گوشت اور دائیں ہاتھ میں کوڑا اٹھائے ہوئے بازار سے گذر کر اپنے دولت خانہ تشریف لے گئے۔ (یعنی امیر المؤمنین ہونے کے باوجود ضرورت کی چیز ہاتھ میں لے کر چلنے میں کوئی عار محسوس نہ فرمائی) (احیاء العلوم ۳/۲۱۴)

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب ملک شام تشریف لے گئے تو راستہ میں ایک نہر عبور کرنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے تکلف اپنی سواری سے اتر گئے، اور موزے اتار کر ہاتھ میں لے لئے اور اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر نہر سے پار ہو گئے، یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! آج تو آپ نے بڑا حیرت ناک عمل کیا؟ (یعنی یہاں کے باشندے تو یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ ملک کا بادشاہ اس طرح نہر کو پار کرے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر انگلی چبھوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ابو عبیدہ! کاش کوئی اور یہ بات کہتا، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں میں سب سے کمتر اور ذلیل تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اسلام کے ذریعہ عزت بخشی پھر اب اسلام کے علاوہ میں اپنی عزت کیوں

Marfat.com

ڈھونڈ رہے ہو؟ (شعب الایمان ۶/ ۲۹۱)

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تواضع

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود مسجد نبوی میں بے تکلف آرام کرتے ہوئے دیکھا ہے، جب آپ وہاں سے اٹھتے تو صحن کی کنکریوں کے نشانات آپ کے بدن پر ہوتے تھے تو ہم ان کی طرف اشارہ کرکے کہتے: ''یہ ہیں امیر المؤمنین! یہ ہیں امیر المؤمنین!''۔ (العلم والعلماء ۱۷۴)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تواضع

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے بازار سے گھر کے لئے گوشت خرید کر اپنی چادر میں رکھ لیا اور تشریف لے چلے، ساتھی نے کہا کہ لائیے! حضرت میں اسے اٹھالوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں، گرہستی والا ہی اسے اٹھا کر لے جانے کا زیادہ حقدار ہے''۔ (احیاء العلوم ۳/ ۲۱۴)

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا عمل

ثابت البنانیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے تو ایک شامی شخص آیا جس کے پاس ''بھس کا گٹھر'' تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ادھر سے عجمی لباس پہنے ہوئے گذر رہے تھے اس شخص نے آپ کو پکارا کہ میرا بوجھ ذرا لے کر چلو (اس نے سمجھا ہوگا کہ یہ کوئی مزدور ہے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے وہ سامان اٹھالیا اور لے کر چلے، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا اور پہچانا تو کہنے لگے: ارے یہ تو گورنر صاحب ہیں! اس شامی شخص نے بھی معذرت کی کہ حضرت! مجھے یہ پتہ نہیں تھا مگر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں، میں تمہاری قیام گاہ تک سامان پہنچاؤں گا''۔ (العلم والعلماء ۲۴۱)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایندھن کا ایک گٹھر اٹھائے اپنے باغیچہ سے باہر نکلے۔ لوگ انہیں دیکھ کر بولے کہ: حضرت! آپ یہ کام اپنے کسی لڑکے یا غلام سے

Marfat.com

لے لیتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: میں اپنے دل کو آزما رہا ہوں کہ یہ عمل مجھے برا تو نہیں لگتا، (یعنی اگر نفس پر شاق ہوگا تو تواضع کے خلاف ہوگا)۔

(شعب الایمان ۲۹۲/۶، کتاب الزہد ۲۸)

سیدنا حضرت زین العابدینؒ کی تواضع

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ، سیدنا علی ابن الحسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو غسل دینے والوں نے آپ کی کمر مبارک پر کالے کالے گٹے دیکھے تو گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے نشانات ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ان آٹوں کے تھیلوں کے نشانات ہیں جنہیں حضرت زین العابدینؒ رات کے وقت کمر پر لاد کر لے جاتے اور مدینہ منورہ کے فقیروں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ (العلم والعلماء ۲۷)

سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مہمان کے ساتھ برتاؤ

خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص رات میں مہمان ہوا، آپ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے تھے اتنے میں چراغ بجھنے لگا، مہمان نے کہا کہ: لایئے! میں اسے ٹھیک کردوں، (یعنی اس میں تیل وغیرہ ڈال دوں) حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ: ''مہمان سے خدمت لینا اچھی بات نہیں ہے''، مہمان نے عرض کیا کہ حضرت! پھر کسی غلام کو آواز دیں، وہ چراغ درست کرلائے گا، آپ نے فرمایا کہ: ''نہیں، وہ ابھی تو سویا ہے'' (اس کی نیند کچی ہے) پھر آپ خود اٹھے اور شیشی سے تیل نکال کر چراغ میں ڈالا، (اور اسے درست کیا) مہمان نے تعجب سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے خود ہی یہ زحمت اٹھائی، اس پر حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ: ''جب میں گیا تو بھی عمر ہی تھا، اور لوٹا تو بھی عمر ہی رہا، میرے اندر کوئی کمی تو نہیں ہوئی، اور سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو''۔ (احیاء العلوم ۲۱۴/۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تواضع

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں

Marfat.com

کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی، امام صاحبؒ نے مسئلہ کا حکم بتادیا، تو آپ کی والدہ اس پر مطمئن نہ ہوئیں اور کہا کہ میں تو "زرعہ قاص" کے قول کو مانوں گی، چنانچہ حضرت امام صاحبؒ اپنی والدہ محترمہ کو لے کر "زرعہ" کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ میری والدہ محترمہ آپ سے فلاں فلاں مسئلہ کے بارے میں فتوی لینے آئی ہیں "حضرت زرعہ" نے فرمایا کہ: آپ تو خود ہی سب سے بڑے عالم اور فقیہ ہیں، آپ ہی بتادیں! تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو انھیں یہ فتوی دیا ہے، "حضرت زرعہ" نے آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ مسئلہ وہی ہے جو امام صاحب نے بتایا ہے، ان کی زبانی تائید سنکر والدہ محترمہ کو اطمینان ہوا۔ (عقود الجمان ۲۹۴)

اسی طرح امام صاحبؒ عمر ابن ذرؒ کی مجلس میں بھی والدہ محترمہ کو لے کر جاتے، وہ خود عمر ابن ذرؒ سے مسئلہ معلوم کرتیں اور عمر ابن ذرؒ امام صاحبؒ سے حکم معلوم کر کے آپ کی والدہ محترمہ کو مسئلہ بتایا کرتے تھے۔ (عقود الجمان ۲۹۲)

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کا جذبۂ تواضع

سیدنا حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ جب "مرو" میں رہتے تھے تو ایک بڑے مکان میں قیام پذیر تھے جس کا صحن پچاس گز لمبا چوڑا تھا، اور روزانہ شہر کے بڑے بڑے علماء، امراء اور شیوخ آپ کے مکان پر جمع ہوتے اور آپ کے انتظار میں باہر بیٹھے رہتے اور جب آپ باہر تشریف لائے تو ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے، مگر جب آپ "کوفہ" پہنچے تو وہاں ایک چھوٹے سے مکان میں قیام کیا اور نماز کے اوقات کے علاوہ آپ مکان سے باہر تشریف نہ لاتے، راوی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ "اب آپ کو تنہائی سے وحشت نہیں ہوتی، کہ "مرو" میں اتنی خلقت کے درمیان رہتے تھے اور یہاں بالکل تنہا ہیں"؟ تو آپ نے یہ سن کر ایسا جواب دیا جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، آپ نے فرمایا کہ: "مرو" کی جس چیز کو تم پسندیدہ سمجھ رہے ہو اسی سے تو بھاگ کر میں یہاں آیا ہوں، یہ تنہائی جسے تم ناپسند سمجھ رہے ہو یہی مجھے مرغوب ہے، جب میں "مرو" میں تھا تو جو

Marfat.com

بھی معاملہ پیش آتا میرے حوالہ کر دیا جاتا اور جو بھی مسئلہ کھڑا ہوتا یہ کہا جاتا کہ "ابن مبارک سے پوچھ لو" آج مجھے ان جھمیلوں سے نجات ملی ہوئی ہے۔

کوفہ کے زمانۂ قیام میں ایک مرتبہ آپ پانی پینے کے لئے "سقایہ" پر تشریف لے گئے وہاں لوگ جمع تھے، آپ پانی پینے کے لئے آگے بڑھے، لوگوں نے آپ کو نہ پہچانا جس کی وجہ سے آپ کو بھی لوگوں کی بھیڑ کی بنا پر "دھکا مکی" کی زحمت اٹھانی پڑی، جب آپ وہاں سے باہر نکل کر آئے تو فرمایا: "یہی اصل زندگی ہے جس میں نہ پہچانے جائیں، نہ عزت کی جائے"۔

ایک مرتبہ نصر ابن محمدؒ نے اپنے بیٹے کے ولیمہ میں آپ کو دعوت دی، تو آپ تشریف لے گئے اور جا کر لوگوں کو کھانا کھلانے والوں میں شامل ہو گئے، نصر ابن محمد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے، اور منت سماجت کر کے وہاں سے آپ کو لا کر الگ بٹھایا۔

(مقدمہ کتاب الزہد ۴۳، ۴۴، ۴۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ارشاد

صحابیٔ رسول حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک ایمان کے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک تواضع شرافت سے زیادہ افضل اور پسندیدہ نہ ہو جائے، اور تھوڑی دنیا زیادہ مال کے مقابلہ میں اسے عزیز نہ ہو جائے، اور حق بات میں اس سے محبت یا بغض رکھنے والے دونوں اس کی نظر میں برابر نہ ہو جائیں، اور وہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی اسی طرح فیصلہ کرے جیسے اپنے اور اپنے گھر والوں کے حق میں کرتا ہے۔ (کتاب الزہد بروایۃ نعیم ۵۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "اے لوگو! تم افضل ترین عبادت یعنی تواضع سے لاپروائی برت رہے ہو"۔ (کتاب الزہد ۱۳۲)

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "میں لوگوں کے سامنے زیادہ گفتگو نہیں کرتا، مبادا میں فخر و مباہات میں مبتلا نہ ہو جاؤں"۔ (کتاب الزہد ۴۴)

Marfat.com

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ۔تواضع لوگوں کے دلوں میں محبت کی تخم ریزی کرتی ہے،اور قناعت سچی راحت عطا کرنے کا ذریعہ ہے"۔(العلم والعلماء ۲۲۲)

عالم کامل کی پہچان

حضرت ابو حازم کہتے ہیں کہ جب تک تین باتیں کسی میں نہ پائی جائیں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔(۱) اپنے سے بڑے سے بغاوت نہ کرے۔(۲) اپنے سے چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔(۳) اپنے علم پر کسی سے معاوضہ کا طالب نہ رہے۔(العلم والعلماء ۲۶۵)

الغرض یہ تواضع اور انکساری اور شہرت پسندی سے اجتناب ایسی عظیم صفت ہے جو انسان کو واقعۃً عند اللہ اور عند الناس محبوب اور مقبول بنا دیتی ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرات بھی اپنے زمانہ میں مقبول ومحبوب رہے ہیں اور جنہوں نے بھی فقر میں رہ کر خلق خدا کی دلوں پر حکمرانی کی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی تواضع سے متصف تھے۔خاص کر حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ ان کی ہر ہر ادا سے عجز وفروتنی اور تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا تھا۔اس ضمن میں اگر ان حضرات کے واقعات یکجا کیے جائیں تو اچھا خاصا مواد تیار ہو سکتا ہے۔اسی صفت نے ان بزرگوں کی عظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیا تھا،اور عوام وخواص سب ان کے گرویدہ اور دل وجان سے مطیع ہو گئے تھے،اور آج بھی جب ان کا نام سامنے آتا ہے تو گردنیں ان کے احترام سے جھک جاتی ہیں۔

ہمارا حال

مگر افسوس ہے کہ آج ان ہی بزرگوں کے اخلاف اور ہم جیسے کندۂ ناتراش جو چاہتے تو یہ ہیں کہ ہمیں بھی وہی مقبولیت ملے جو کسی زمانہ میں عبد اللہ ابن مبارک رحم اللہ علیہ اور اکابرین کو حاصل تھی مگر ہماری زندگی تواضع کی حقیقت سے خالی ہے۔آج ہم زبانی طور پر اپنے کو متواضع،کمترین نالائق،احقر،حقیر اور فقیر وغیرہ کہتے نہیں تھکتے،مگر دماغ میں خودنمائی اور خود پسندی کا سودا سمایا رہتا ہے،اپنی تعریف سن سن کر جی بڑا خوش ہوتا ہے،اور اعتراض

Marfat.com

Marfat.com

کے شائبہ سے بھی دماغ کھولنے لگتا ہے۔ ہم ہر وہ ہیئت اختیار کرنا پسند کرتے ہیں جس سے ہماری عظمت کا اظہار ہو، اور ہر اس صورت سے بچتے ہیں جس سے ہم دل میں خفت محسوس کریں۔ لوگوں کے سامنے کتابیں یا اپنے سودے کا تھیلا لے کر چلنے میں ہمیں شرم آتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری عزت میں فرق آ جائے گا، حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تکبر کو دفع کرنے کا یہ طریقہ بھی بتلایا ہے کہ آدمی اپنے گھر کا سامان خود اٹھا کر لایا کرے۔ (احیاء العلوم ۲۰۶/۳)

چنانچہ میں نے اپنے بعض اساتذہ کو دیکھا کہ وہ روزانہ اپنے گھر کا سودا سلف اٹھا کر لاتے تھے اور کوئی شاگرد تھیلا لے کر ساتھ چلنے کی کوشش بھی کرتا تو منع فرما دیتے، خود جناب رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج میں شریک رہتے۔ ضرورت پڑتی تو بکری کا دودھ بھی اپنے دست مبارک سے دوہ لیتے، گدھے کی سواری کو بھی باعث عار نہ سمجھتے، اور مہمان کی خود ہی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲۰/۹)

حضرت مدنیؒ کا عمل

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں درس دیتے تھے اور اس وقت آپ کا درس نہایت مقبول تھا، اسی دور میں درس سے فارغ ہو کر خود اپنے ہاتھوں سے والد محترم اور بھائیوں کے ساتھ اپنے گھر کی تعمیر کا کام بھی انجام دیتے تھے، حالانکہ اگر آپ ذرا سا اشارہ بھی کر دیتے تو آپ کے سب شاگرد سعادت سمجھ کر اس خدمت کو انجام دیتے مگر آپ نے اس کو گوارا نہ فرمایا اور خود اپنی ضرورتیں پوری فرمائیں۔

وعظ کی مجلسیں کیوں مؤثر نہیں؟

اسی طرح آج جب ہم کہیں تقریر کے لئے بلائے جاتے ہیں تو پہلے ہی سے ہماری یہ تمنا رہتی ہے کہ ہمارا نام سن کر جلسہ میں بڑا مجمع آئے اور تقریر ایسی ہو جو تاریخی یادگار بن کر زبان زد خاص و عام ہو جائے، اور جلسہ والے اگر خاطر خواہ ظاہری اور باطنی (لفافہ کی شکل

Marfat.com

میں) آؤ بھگت نہ کریں تو ہمیں شدید کوفت ہوتی ہے، کبھی ہم اس کا برملا زبان سے اظہار بھی کر دیتے ہیں، نہیں تو یہ طے کر لیتے ہیں کہ اب آئندہ یہاں کبھی نہیں آئیں گے اور اگر ہم مدعو ہوں مگر وقت کی تنگی اور مقرروں کی کثرت کی وجہ سے ہمیں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع نہ ملے تو ہمارے غصہ کا ٹھکانہ نہیں رہتا، ہمیں اپنے فن پر اتنا ناز ہوتا ہے کہ ہم جلسہ میں کسی دوسرے مقرر کی تقریر خوش دلی سے سننا بھی گوارا نہیں کرتے، دل چاہتا ہے کہ جلدی سے اس کی تقریر ختم ہو یا ختم کرائی جائے اور ہمارا نمبر آئے تا کہ اگلی پچھلی کسر نکالی جا سکے۔

یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو سب سے اچھا مقرر اور گفتگو کا سب سے بڑا اہل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ نہایت خطرناک بات ہے۔

عالم کے لئے فتنہ

زید ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عالم اور فقیہ کے لئے یہ فتنہ ہے کہ وہ دوسرے کی گفتگو کی گفتگو سننے کے مقابلہ میں اپنی بات کہنا زیادہ پسند کرتا ہو، باوجودیکہ وہ ایسے کو پائے جو اس کی طرف سے گفتگو کی کفایت کر سکے، (یعنی دوسرے اہل شخص کو موجودگی میں بھی اپنی بات کہنا ضروری خیال کرے تا کہ لوگ اس کے علم کے قائل ہو سکیں) (کتاب الزہد ۱۶)

نصر بن حاجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''عمر ابن ذر'' کی تقریر سننے تشریف لے جاتے اور اس میں کوئی عار نہ محسوس کرتے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ تقریر اور وعظ غور سے سن رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ (عقود الجمان ۲۲۹)

آج ہمیں دوسروں کے وعظ کو سننے کی فرصت ہی کہاں؟ یہاں تو یہ ادھیڑ بن رہتی ہے کہ کیا ایسی بات کہی جائے کہ اپنے سے پہلے مقرر کا سارا اثر جاتا رہے۔ ایک عقل مند کا قول ہے کہ جب کوئی شخص کسی جلسہ میں گفتگو کرے اور اسے اپنی تقریر اچھی لگے اور وہ عجب میں مبتلا ہو جائے تو اسے فوراً خاموش ہو جانا چاہئے۔ اور جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس میں ہو جہاں خاموش رہنا باعث عجب ہو تو اسے کچھ گفتگو کر لینی چاہئے۔ (کتاب الزہد ۶۷)

ہمارے اکابر کے ایسے واقعات موجود ہیں کہ تقریر کرتے کرتے جیسے ہی یہ احساس ہوا کہ یہ بات ہماری بڑائی کا ذریعہ بنے گی تو فوراً بات ختم کردی اور بیٹھ گئے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا عبرت انگیز واقعہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبند رحمۃ اللہ علیہ جن کا علمی اور روحانی فیض آج چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر کانپور تشریف لے گئے اور بہت اصرار کے بعد علماء کی ایک مجلس میں وعظ کہنا شروع کیا، علمی ماحول میں حضرت کی طبیعت خوب کھلی ہوئی تھی اور مضامین عالیہ بیان ہورہے تھے اتنے میں ایک (مائل بہ بدعت) عالم مولانا لطف اللہ علی گڈھی مجلس میں آ گئے، ان کو دیکھتے ہی حضرت شیخ الہندؒ نے اچانک تقریر ختم فرمادی اور بیٹھ گئے، بعد میں مولانا فخر الحسن صاحبؒ نے پوچھا کہ حضرت! اچانک وعظ کیوں ختم فرمادیا تھا۔ آپ کا جواب تھا: کہ جب مولوی لطف اللہ صاحب آئے تو مجھ کو خیال ہوا کہ اب مضامین بیان کرنے کا وقت ہے، یہ بھی دیکھیں گے کہ علم کیا چیز ہے تو اس طرح وعظ میں خلوص نہ رہا اس لئے قطع کردیا گیا۔ (ارواح ثلاثہ ۳۰۷)

اللہ اکبر! یہ ہے اخلاص! ذرا سوچیں، آج اگر ہمیں ایسے مجامع میں بیان کرنے کا موقع ملے تو ہم چھانٹ کر ایسی باتیں لاتے ہیں جو کسی کے وہم وخیال میں بھی نہ ہوں تاکہ حاضرین عش عش کراٹھیں اور مجمع بے اختیار داد دینے پر مجبور ہوجائے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

مجمع کی کثرت اصل نہیں

اسی طرح ان حضرات نے کبھی یہ اہتمام نہیں کیا کہ ان کی مجلس میں بڑا مجمع آئے بلکہ جب اور جہاں فائدہ دیکھا تو چند لوگوں میں بھی اسی انشراح کے ساتھ بیانات فرمائے جیسے بڑے بڑے جلسوں میں کئے جاتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ دیکھئے! حیرت ہوتی

Marfat.com

ہے کہ صرف ۲۰/۲۵ آدمی سامنے بیٹھے ہیں اور آپ کئی کئی گھنٹے بلا تکان علوم و معارف کے پھول برسا رہے ہیں، اور ہم اپنی حالت یہ دیکھتے ہیں کہ جب تک بھرا پرا جلسہ نہ ہو ہماری طبیعت ہی نہیں چلتی، بلکہ بھیڑ کی کمی کی وجہ سے آیا ہوا مضمون بھی خبط ہو جاتا ہے، گویا ہم جلسوں کو اشاعت دین نہیں بلکہ اپنی شہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہمارا مقصود اشاعت دین ہوتا تو ہم دو چار آدمیوں میں بھی دین کی بات پہنچانے میں ہرگز نہ جھجکتے، جب کہ یہ تجربہ ہے کہ جو فائدہ بسا اوقات مختصر مجامع میں بیانات سے ہوتا ہے وہ عظیم الشان جلسوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر ہماری نیت میں خلوص ہوتا تو کسی دوسرے مقرر کی تقریر سے ہمیں قطعاً کوفت نہ ہوتی، اور ہم سمجھ لیتے کہ مقصود اس سے بھی حاصل ہو رہا ہے بلکہ اور خوش ہوتے کہ ہماری ذمہ داری اس نے ادا کر دی۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا واقعہ

اپنے دور کے خطیب اعظم حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک جلسہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر ہوئی ان کی تقریر کے دوران شاہ صاحب واہ واہ اور سبحان اللہ کہتے رہے اور جب شاہ صاحب کا نمبر آیا تو یہ فرما کر جلسہ برخاست کر دیا کہ مولانا کی تقریر کے بعد اب میری ضرورت نہیں رہی، حالانکہ شاہ صاحب ہی کے نام پر مجمع اکٹھا ہوا تھا۔ (ہیں بڑے مسلمان)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معمول

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اپنی علمی جلالت کے باوجود کسی بھی واعظ کی تقریر سننے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے بلکہ وقت نکال کر کچھ نہ کچھ دیر کے لئے وعظ ضرور سنتے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وعظ میں کوئی نئی بات معلوم ہو جائے یا عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ (دیکھئے میرے والد میرے شیخ از: مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی ۱۹۴)

مقبول کون؟

ہم اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ عمدہ عمدہ نادر و نایاب مضامین لسانی اور چرب زبانی،

Marfat.com

اور اپنی تقریروں میں لطائف وظرائف کا انبار لگا کر ہم مقبولیت کا مقام حاصل کرلیں گے اور اپنی دھاک لوگوں کے دلوں میں بٹھالیں گے؟ حالانکہ یہ سراسر فریب ہے، ہوسکتا ہے کہ ہم اس تماشہ سے وقتی طور پر لوگوں کو داد دینے پر مجبور کردیں، مگر مقبولیت کا راز صرف عنداللہ مقبولیت ہی میں مضمر ہے۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ: ''دنیا میں کسی شخص کی تعریف اس وقت تک لوگوں کے دلوں میں نہیں اترتی جب تک کہ آسمان والوں میں اس کی تعریف کا چرچا نہ ہوجائے''۔ (کتاب الزہد ۱۵۳)

ظاہر ہے کہ آسمان والوں میں تعریف اسی شخص کی ہوسکتی ہے جو تواضع اور اخلاص وللّٰہیت کی عظیم صفات سے مزین ہو، ریاونمود کے جذبہ سے کہے جانے والے شان دار مضامین سامعین کے سروں پر سے گذر جاتے ہیں جب کہ اخلاص سے کہی جانے والی ٹوٹی پھوٹی باتیں دل کی گہرائیوں میں جگہ پاجاتی ہیں۔

Marfat.com

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے وعظ کا حال

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سبق کے دوران بارش آجانے پر طلبہ کے جوتے تک اٹھالئے اور ذرہ برابر عار محسوس نہ فرمائی۔ (ارواح ثلثہ ۳۲۱)

جب آپ وعظ فرماتے تو نہایت سادگی کے باوجود حاضرین کی حالت یکسر بدل جاتی اور لمبی چوڑی لچھے دار تقریروں سے جو اثر نہیں ہوسکتا وہ آپ کے ارشاد فرمودہ چند جملوں سے ہوجاتا تھا، ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں لوگوں کے شدید اصرار پر آپ نے وعظ فرمایا، وعظ کے دوران مجمع کا کیا حال تھا؟

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''وعظ کیا تھا؟ ''وان من البیان لسحرا'' کا مصداق تھا، اور بیان کیا تھا؟ محبت

الٰہی کا دریائے مواج اور قلزم متلاطم تھا جس نے اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک ہر صغیر و کبیر کی حالت کو دگرگوں کر دیا تھا۔ آپ حدیث کی کتاب لے کر منبر پر بیٹھے اور کیف ما اتفق اس کو کھول کر جو حدیث پر نظر پڑی، اس کو دیکھ کر ترجمہ فرمانے لگے، آپ کے سارے وعظ میں حدیث نبوی کا سادہ ترجمہ اور یہی نماز روزہ کے مسائل تھے جو معمولی پڑھے لکھے بھی بیان کر دیتے ہیں مگر خدا جانے وہ غیبی تاثیر کیا تھی، جس نے سارے جلسہ کو ساکت و صامت اور مبہوت و سرنگوں بنا رکھا تھا، ہر شخص اس قلبی فیضان سے متاثر تھا، اور مسجد کی دیواریں تک مست و سرشار نظر آتی تھیں۔ حضرت مولانا المولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ نے اس وعظ کی چشم دید کو سالانہ روداد میں مختصر الفاظ کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

"کہ وعظ کیا تھا؟ گویا سامعین کو مئے محبت الٰہی کے خم کے خم پلا دئے، در و دیوار تک مست تھے اور عجیب کیفیت ظاہر تھی کہ کہیں دیکھی نہ سنی، اللہ اللہ! اس کے خاص بندوں کے سیدھے سادے الفاظ اور سادہ بیان اور ڈھیلی ڈھیلی زبان میں کیا کیا تاثیرات ہیں کہ بشر کیا شجر و حجر بھی مان جائے۔ مولانا نے کوئی دقیق مضامین علمیہ بیان نہیں کئے، یہی نماز اور وضو کے مسائل بیان کئے اور اخلاص کے بیان میں کسی تقریب سے ایک دفعہ بآواز بلند اللہ کہا، معلوم نہیں کہ کس دل اور کیسے سوز و گداز سے "اللہ کا نام لیا کہ تمام مجلس وعظ لوٹ گئی، اور آہ و زاری سے مسجد گونج اٹھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا تھا اس وقت بعض اشخاص نے مولوی صاحب کو دیکھا کہ کمال وقار سے منبر پر خاموش بیٹھے ہیں اور اہل مجلس کی طرف متوجہ ہیں، یقین ہوتا ہے کہ اگر مولوی صاحب ایسے متوجہ نہ ہوتے تو اہل مجلس کو دیر تک افاقہ نہ ہوتا، مگر اللہ رے حوصلہ کہ خود ویسے ہی مستقل رہے۔

ع سینہ میں قلزم کو لئے قطرہ کا قطرہ ہی رہا۔

مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ آگے لکھتے ہیں:

"اس جلسہ کا حظ وافر انہیں سے پوچھنا چاہئے جن کی خوش نصیب آنکھوں نے یہ حیرت خیز سماں دیکھا اور دردانگیز وعظ سنا تھا۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام ربانی نے

Marfat.com

جس وقت حق جل شانہ کا نام مبارک لیا ہے، چھوٹا بڑا ہر شخص اس سے متاثر تھا، اکثر پر رقت طاری تھی اور گریہ وبکا کا ہجوم تھا کہ بے اختیار تڑپنا چاہتے، بلکہ بعض تڑپتے اور لوٹتے تھے، قلب پر کیفیت سب کے طاری تھی اور سبب کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس مضمون پر یہ بے اختیاری ہویدا ہوئی ہے؟ سنا ہے کہ وعظ سے قبل مجمع میں واعظین کے تقاریر اور تاثرات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ بعض وعظ کہنے والے بیان وتقریر کا اس درجہ ملکہ رکھتے ہیں کہ حاضرین کا ہنسا دینا اور رلا دینا گویا ان کے اختیار میں ہے کہ جب چاہا ہنسا دیا اور جس وقت رنگ بدلنا چاہا رلا دیا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ گفتگو سنی اور بات ٹالنے کیلئے یوں ارشاد فرما کر خاموش ہوگئے کہ ''اللہ کے بندوں کے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں گنی جاتی۔ رلانا اور ہنسانا بات ہی کیا ہے اخلاص کے ساتھ اللہ کا نام بھی نکلے تو اس پر مخلوق رونے لگے، چنانچہ چند ہی ساعات کے بعد وعظ میں وہ مضمون جو علم الیقین تھا عین الیقین بن گیا، اور کئی ہزار مخلوق نے اخلاص وصدق کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کرلی۔ (تذکرۃ الرشید ۲۵۰، ۲۵۱)

از دل خیزد، بر دل ریزد

وعظ ونصیحت کی یہ غیر معمولی تاثیر حقیقی تواضع اور اخلاص کے بغیر پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کا مقولہ ہے کہ ''دل سے نکلنے والی بات ہی دل کو نفع پہنچاتی ہے۔ (العلم والعلماء ۲۸۳)

آج ہماری تقریروں اور مواعظ کے بے اثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم میں سچی مقبولیت کی یہ دونوں صفات اخلاص اور تواضع عنقا ہوتی چلی جارہی ہیں اور شہرت پسندی، دوسرے پر برتری اور دینوی مفادات کی حرص جیسی خرابیوں نے ہمارے طبقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کاش ہمیں ان خرابیوں کا احساس ہوسکے۔

سچی مقبولیت کی پہچان

ہمارے مواعظ اور بیانات اگر عوام کو پسند آنے لگیں اور ہمیں بار بار جلسوں میں بلایا جانے لگے اور لوگ آکر خوشامد کرنے لگیں تو خیال ہوتا ہے کہ ہم مقبول ہوگئے ہیں

Marfat.com

Marfat.com

حالانکہ یہ ''سطحی عوامی مقبولیت'' اللہ رب العزت کے نزدیک مقبولیت کی علامت نہیں ہے۔ دنیا میں اس سے کہیں زیادہ عوامی مقبولیت ڈائیلاگ دکھانے والے فلمی اداکاروں اور کھلاڑیوں کی ہوتی ہے، مقبولیت وہی معتبر اور مبارک ہے جو پہلے اللہ کے نیک بندوں کی زبانوں اور دلوں میں پیدا ہو اور ان کے بعد عوام تک پہنچے۔

حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے تھے کہ: ''قبول عام کی دو صورتیں ہیں: ایک وہ قبول جو خواص سے لے کر عوام تک پہنچے اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا، کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت کا آیا ہے وہ یہ ہے کہ اول بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پھر وہ ملاء اعلیٰ کو محبت کا حکم دیتے ہیں، اور ملاء اعلیٰ اپنے سے نیچے والوں کو، یہاں تک کہ وہ حکم اہل دنیا تک آتا ہے، اور جو ترتیب ملاء اعلیٰ میں تھی اسی ترتیب سے اس کی محبت دنیا میں پھیلتی ہے، کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے، اس کے بعد دوسروں کو، پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی اور وہ دلیل مقبولیت نہ ہوگی۔ (ارواح ثلاثہ ۱۵۱)

اس لئے ہمیں محض عوامی واہ واہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''خبردار! تم میں سے کسی کو اپنے اردگرد جمع ہونے والی بھیڑ فریب میں مبتلا نہ کرے''۔ (کتاب الزہد ۲۹۲)

یعنی یہ چیز مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔ ایسے موقع پر اگر نفس میں بڑائی کا خیال بھی آئے تو یہ غور کرنا چاہئے کہ یہ بےچارے عوام اگر ہمارے علم کے معترف ہیں تو اس کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ذرا سا دماغ چلا دے تو ساری علمی موشگافیاں دھری کی دھری رہ جائیں۔ اور اگر یہ لوگ ہماری چرب زبان اور لسانی کے قائل ہیں تو بحکم خداوندی اگر یہ زبان لقوہ کی زد میں آ جائے تو سارا بھرم ہی جاتا رہے۔ یہی معاملہ اور دوسرے کمالات کا ہے جن پر انسان عجب اور غرور میں مبتلا رہتا ہے، ان کے وجود اور بقاء کا مدار صرف اللہ

تبارک وتعالیٰ کے منشاء اور مرضی پر ہے، تو ان پر حقیقی تعریف کے کیا معنی؟ یہ تو سب محض فضل خداوندی ہے جس پر اترانے اور غرور کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعض ارشادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بارہا قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ: ’’میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتی کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار کہتے ہیں فی الحال، اور کفار سے بھی احتمالا فی المال، افضل نہیں سمجھتا، اور آخرت میں درجات حاصل کرنے کا کبھی مجھے وسوسہ نہیں ہوتا، کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے‘‘۔

(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات ۷۶ اصلاحی خطبات ۲/۲۰۶)

اور ایک موقع پر حضرت نے ارشاد فرمایا: ’’مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی بھی وسوسہ نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں، بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی تعریف کے لائق بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے، اس کو دھوکا ہوا ہے، حق تعالیٰ نے ستاری فرمائی ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ رکھا ہے، اس لئے مجھے کسی کا برا کہنا مطلق برا نہیں ہوتا، اور اگر کوئی میری برائی کرتا ہے تو اسی وقت دس عیب سامنے آجاتے ہیں، برا بھلا کہنے والے کو عدم واقفیت کی وجہ سے معذور سمجھتا ہوں اور دعاء کرتا ہوں کہ اے اللہ! میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مؤاخذہ نہ کیجئے، جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی، اگر میری وجہ سے کسی کو عذاب ہوگا تو اس سے مجھے کیا فائدہ؟‘‘

(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات ۸۲)

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ کی مجلس میں علماء کے کبر و تواضع پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک عالم آخر کیسے اپنے آپ کو جاہل سے کمتر سمجھ سکتا ہے؟ کیونکہ جب اس نے علم پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟ تو حضرت حکیم الامتؒ نے نہایت جامع جواب ارشاد فرمایا کہ: ’’کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے، لیکن افضل بمعنی مقبول سمجھنا جائز

Marfat.com

Marfat.com

نہیں، پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں، مگر اس پر اپنے آپ کو مقبول عند اللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے، بس یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے جاہل ہونے کے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے، اور ہم گو بڑے عالم ہوں مگر ہم میں کوئی ایسی برائی ہو جس سے ہم ان کو پسند نہ آئیں پھر ہم کس کام کے؟'' (حوالہ بالا ۹۰)

ایک موقع پر حضرت حکیم الامتؒ نے یہ قیمتی مضمون ارشاد فرمایا کہ ''بڑا بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس میں اثر ہے کہ بڑا بن جائے گا، اسی واسطے سلاطین ومشائخ کی ہزاروں حکایتیں ہیں کہ انھوں نے تواضع اختیار کی اس سے ان کو بڑائی حاصل ہوئی''۔ (حوالہ بالا ۱۰۹)

حضرت مدنیؒ کا منہ پر تعریف کرنے پر نکیر کرنا

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ ایک مرتبہ قصبہ ''سیوہارہ'' میں تشریف لے گئے وہاں شاہی مسجد میں جمعہ کے بعد حضرت کی تقریر کا پروگرام تھا، تقریر سے قبل ایک صاحب نے آپ کی شان میں ایک نظم پڑھنی شروع کی، ابھی چند ہی اشعار ہوئے تھے کہ حضرت مدنیؒ یکلخت کھڑے ہوگئے اور ان صاحب کو نظم پڑھنے سے روک دیا، اور تقریر شروع فرمادی اور آیات واحادیث طیبہ کی روشنی میں خودستائی، شخصیت پرستی اور منہ پر تعریف کرنے کی کھل کر مذمت فرمائی اور دوران تقریر یہ ارشاد فرمایا کہ: ''میں کسی سے اپنی تعریف سنتا ہوں تو سخت رنج ہوتا ہے، کہ لوگ اسوۂ نبی اور سیرت صحابہ کو بھول گئے، وہاں نیت میں خلوص تھا یہاں تعریف ہے، وہاں عمل تھا یہاں صرف قول اور مدح وستائش ہے''۔ (حیرت انگیز واقعات ۸۷)

حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی کا یہ کوئی حق ایک واقعہ نہیں بلکہ اس دور میں جب کہ قائدین ملت باقاعدہ اپنی استقبال کے خود کوشاں رہتے تھے اور قومی اجتماعات میں اپنے لیڈروں کے لئے منقبتی نظمیں پڑھنے کا رواج عام تھا حضرت مدنیؒ اپنی تعریف پر غصہ میں آجاتے اور اس عمل پر سخت ناگواری کا اظہار فرماتے تھے آپ پوری زندگی اپنے آپ کو نہ

صرف ننگ اسلاف لکھتے رہے بلکہ دل کی گہرائیوں سے آپ اس پر یقین بھی کرتے رہے، درحقیقت اسی تواضع اور انکساری نے آپ کو محبوب خلائق بنادیا تھا، اور آپ سے سیاسی اختلاف رکھنے والے لوگ بھی آپ کے بلند اخلاق کے گرویدہ اور معترف تھے۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی بے نفسی

فقیہ الامت حضرت الاستاذ الاعظم مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ واقعی اس آخری دور میں اکابر کی نسبتوں کے جامع اور مرجع خواص وعوام تھے، اور آج جن کا فیض محسوس طور پر پورے برصغیر میں پھیلا ہوا ہے، اس بے مثال مقبولیت میں آپ کی عظیم تواضع وفنائیت کا بھی بڑا دخل تھا، علمی اور فقہی جلالت شان کے باوجود آپ کی کسی نقل وحرکت سے کبر کا شائبہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا، آپ کی مجلس میں بلا امتیاز ہر شخص کو شرکت کی اجازت تھی، اور آپ ہر شخص سے ایک ہی انداز میں گفتگو فرماتے تھے، کسی مسئلہ کے بارے میں اگر علم نہ ہوتا تو بلا تکلف فرمادیتے کہ مجھے علم نہیں، مجھے تحقیق نہیں، تعریف اور مدح سرائی سے آپ کو سخت اذیت ہوتی اور گم نامی اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے تھے، دنیا نے دیکھا کہ جتنا آپ نے اپنے آپ کو فنا کیا اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سربلندی اور عزت واحترام سے سرفراز کیا، اور بڑے بڑے علماء، دانشور، اور باب ثروت کی گردنیں آپ کے اعزاز میں خم ہوگئیں۔

تصنیفات کے بارے میں اکابرؒ کا طرز عمل

اللہ والوں کی تواضع کا اثر ان کی تصنیفات وتالیفات میں بھی نمایاں نظر آتا ہے، یہ حضرات اپنی تحریرات کو ریاء ونمود اور عزت وافتخار کا ذریعہ نہیں بناتے بلکہ صرف دینی نفع اور علمی افادہ کے پیش نظر تصنیفی خدمات دیتے ہیں۔ وہ اپنی تحریرات اور مضامین پر تعریف کے متمنی نہیں رہتے بلکہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دین کے لئے کتنا مفید بنانے کی توفیق دی ہے۔ اسی بنا پر اگر کوئی شخص ان کی تصانیف پر معقول انداز میں کوئی اشکال کرتا ہے تو وہ اس کے خلاف مخالفت کا طوفان کھڑا نہیں کرتے بلکہ یا تو معترض کو مطمئن کرتے

Marfat.com

ہیں یا اپنی غلطی تسلیم کر کے مضمون کی تصحیح کرتے ہیں اور کسی مصنف کا برسرِعام اپنی غلطی سے رجوع کر لینا واقعی اس کی غایت تواضع اور کمال علم کی دلیل تسلیم کی جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''ترجیح الراجح'' کے عنوان سے اپنے بے شمار مضامین اور فتاویٰ سے علی الاعلان رجوع فرمایا، اور اس میں کبھی اپنی عار محسوس نہ فرمائی۔ ہمیں بھی اس معاملہ میں انہیں مقبول بندگان خدا کا اسوہ اپنانا چاہئے، موجودہ دور کے مشہور عالم اور محقق حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم ومدت فیوضہم اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ کو اپنے کسی علمی کارنامے پر کوئی ناز پیدا ہونے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اپنی بڑی سے بڑی خدمت کو ہیچ سمجھتے رہے، انسان کو عام طور سے اپنی تحریروں اور اپنے لکھے ہوئے مضامین سے ایک انس پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ مصنفین میں عام طور سے یہ شوق پایا جاتا ہے کہ ان کی تالیفات کا تذکرہ کیا جائے، انہیں سراہا جائے۔ بہت سے مصنفین کی محفلیں اپنی تصانیف ہی کے ذکر اور ان کی تعریفوں سے لبریز ہوتی ہیں، بعض لوگ جا بجا اپنی تالیفات کے حوالے دے کر ان کے اقتباسات لوگوں کو سناتے رہتے ہیں، کبھی کسی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ کرنے کا اصل کام وہی تھا جو اس نے انجام دے دیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے یہاں اس قسم کی باتوں کا نہ صرف یہ کہ کوئی سوال نہیں تھا بلکہ آپ کو اس قسم کے ہر طرز عمل سے سخت کراہت تھی۔ آپ بڑے سے بڑا تالیفی کام کر گزرنے کے باوجود اسی فکر میں رہتے کہ نہ جانے اس کا حق ادا ہوا یا نہیں؟ محض لوگوں کی تعریف سے آپ کو خوشی حاصل نہ ہوتی، ہاں اگر کسی جگہ سے یہ اطلاع ملتی کہ فلاں کتاب سے فلاں شخص کو کوئی عملی فائدہ پہنچا ہے، اس کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے یا اس کے نظریات بدلے ہیں تو آپ بہت خوش ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی دعاء فرماتے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم خیال لوگوں سے کچھ داد وصول

Marfat.com

Marfat.com

ہوگئی تو کیا فائدہ؟ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے کتاب لکھی گئی تھی اس سے فائدہ پہنچایا نہیں؟''۔ (میرے والد میرے شیخ ۱۳۵)

یہ ہے نظریہ! اس شخصیت کا جس کی تفسیر۔ ''معارف القرآن'' اردو زبان کی سب سے مقبول ترین تفسیر ہے، اور جس کے علمی اور فقہی نوادرات سے آج دینی کتب خانے روشن اور منور ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہم خود اپنا جائزہ لیں کہ جہاں اللہ نے دو ایک کتاب تالیف کرنے کی توفیق دی بس اپنے کو اکابر مصنفین کے زمرہ میں شمار کرنے لگتے ہیں اور متمنی رہتے ہیں کہ ہماری کتاب کی خوب خوب تعریف ہو، اور اس سے ہماری علمیت کا سکہ قائم ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ اور اصل بات ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ کتاب سے دینی فائدہ کتنا پہنچا؟ اور کتنے لوگ اس سے فیض یاب ہوئے، اللہ تعالیٰ ہمیں واقعۃً بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نقد خوش خبری

اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر رکھیں گے اور جذبۂ تواضع کی پاس داری کریں گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی ہمیں محبوبیت کا مقام عطا کر دے گا جو واقعی پائے دار اور پر اثر ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ایک شخص محض اللہ کی رضا کے لئے کام کرتا ہے پھر اس سے لوگ محبت بھی کرنے لگتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تلک عاجل بشری المؤمن ''یہ (لوگوں میں محبوبیت) مومن کے لئے نقد خوشخبری ہے۔ (کتاب الزہد ۲۵۰)

یعنی اسے مخلصانہ عمل کا اجر و جزیل تو آخرت میں ملے گا ہی، تاہم لوگوں کی زبانوں پر اس کی خواہش کے بغیر اس کی تعریف آجانا یہ وہ نقد نعمت ہے جو اسے دنیا میں عطا کر دی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں اہل جنت اور اہل دوزخ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جنتی وہ ہے جس کی اچھائیوں کی لوگ تعریف کرتے ہوں اور وہ انہیں سنتا ہو، اور جہنمی وہ ہے جس کی برائیاں اور

Marfat.com

بداخلاقیاں زبان زد ہوں اور وہ انہیں سنتا رہتا ہو"۔ (کتاب الزہد ۱۵۴)

تہمت کی جگہ سے بچیں

اس لئے ہمیں چاہئے کہ لوگوں کی تعریفوں کو ہرگز مقصود نہ بنائیں لیکن ایسا کام بھی نہ کریں جس سے خواہ مخواہ لوگوں کی زبانیں ہمارے بارے میں کھلنے لگیں اور انگلیاں اٹھائی جانے لگیں۔ اس لئے کہ لوگوں کے درمیان اعتماد اور بھروسہ باقی رہنا ایک عظیم نعمت ہے، جو ایک مرتبہ مجروح ہونے کے بعد دوبارہ اس درجہ کی ملنی بہت مشکل ہوتی ہے۔ اسی بناء پر تہمت کی جگہ سے بہت دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور خاص کر جو شخص دین کی دعوت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہو اور اصلاح معاشرہ کی تحریک کا علم بردار ہو، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم خدمت کی انجام دہی پر مامور ہو، اسے اپنا دامن ناجائز تو کجا، خلاف اولیٰ اعمال واقوال اور حرکات وسکنات سے بھی پوری طرح سے بچا کر رکھنا چاہئے تاکہ وہ دوہرے معیار پر عمل کرنے کا ملزم قرار نہ دیا جا سکے، اس لئے کہ یہی دوہرا معیار اور قول وفعل کا تضاد آج ہمارے لئے ایک بدترین رستا ہوا ناسور بن گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس بیماری سے ہمیں نجات عطا فرمائے، آمین۔

ملی تنظیمیں مقبول کیوں نہیں؟

آج مسلمانوں کی ملی تنظیمیں ہر وقت اس فکر میں رہتی ہیں کہ انہیں عوامی مقبولیت کیسے حاصل ہو؟ چنانچہ اسی غرض سے بڑے بڑے اجلاس ہوتے ہیں اپنی "طویل وعریض" کار گزاریاں شائع کی جاتی ہیں اور قدیم وجدید "خدمات عالیہ" کی قصیدہ خوانی ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات انہی رپورٹوں اور تشہیرات کو منتہائے مقصود اور کامیابی کا مدار سمجھ لیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کسی پروگرام میں بڑا مجمع اکٹھا ہو جائے اور اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں اس کی اچھی رپورٹیں آجائیں تو ہماری خوشی کا ٹھکانا نہیں رہتا، بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ "ہمارے پروگرام کو ذرائع ابلاغ اور میڈیا اور قومی پریس نے نہایت اہتمام سے "کور" کیا ہے"۔ گویا یہی ہمارے لئے سب سے بڑی معراج ہے، بھلے سے اجتماع میں مسلمانوں کے

حق میں کوئی ٹھوس نفع بخش پہلو سامنے نہ آیا ہو، مگر ''میڈیا کی نوازش'' ہی ہمیں مطمئن کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے جاتے ہیں، اخبار والوں کی خوشامدیں کی جاتی ہیں، ان پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اور موقع ہو تو خلاف شریعت اور ناجائز ذرائع بھی استعمال کئے جاتے ہیں مگر ان سب تشہیرات کے باوجود نتیجہ صفر رہتا ہے یہ چیزیں عوام کے دلوں کو اپیل نہیں کرتیں۔

پیغمبر علیہ السلام کا اہم اعلان

وقتی طور پر پروگراموں کا چرچا ضرور ہو جاتا ہے مگر جسے دلی مقبولیت کہا جاتا ہے وہ ان ''مکڑی کے جالوں'' سے کبھی بھی حاصل ہو پاتی۔ بل کہ مزید بدگمانیاں بڑھ جاتی ہیں بار بار اپنی آنکھوں سے اس کا تجربہ ہو چکا ہے، اور جتنی بار تجربہ ہوگا جناب رسول اللہ ﷺ کے اس پاک ارشاد کی تصدیق ہوتی جائے گی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ اَسْخَطَ اللّٰهَ فِيْ رِضَا النَّاسِ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ مَنْ أَرْضَاهُ فِيْ سُخْطِهٖ وَمَنْ أَرْضَى اللّٰهَ فِيْ سُخْطِ النَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَأَرْضٰى عَلَيْهِ مَنْ أَسْخَطَهٗ فِيْ رِضَاهُ، حَتّٰى يُزَيِّنَهٗ وَيُزَيِّنَ قَوْلَهٗ وَعَمَلَهٗ فِيْ عَيْنَيْهِ.

(الترغیب والترھیب ۳/۱۳۹)

جو شخص لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کردے، تو اللہ تعالیٰ خود بھی ناراض ہوں گے اور اسے جس نے خوش کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کیا اسے بھی ناراض کردیں گے، اور اس کے برخلاف جو شخص لوگوں کو ناراض کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرے تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہونگے بلکہ جو شخص اس سے ناراض ہے اسے بھی اس سے خوش کردیں گے اور اس کی نظر میں اس کے اقوال واعمال مزین فرماں دیں گے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَلَبَ مَحَامِدَ النَّاسِ بِمَعَاصِي اللّٰهِ عَادَ حَامِدُهٗ لَهٗ ذَامّاً.

(الترغیب والترھیب ۳/۱۳۹)

جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے لوگوں کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے گا انجام کار اس کی تعریف کرنے والا بھی اس کی برائی پر اتر آئے گا۔

Marfat.com

اس لئے یہ ملی تنظیمیں اگر قیامت کی صبح تک بھی محض ذرائع ابلاغ کی تشہیر کو اپنی مقبولیت کا مدار سمجھتی رہیں گی تو بھی انہیں مقبولیت حاصل نہ ہو سکے گی، مسلم تنظیموں کو اگر واقعی مقبولیت چاہئے تو شریعت کے دائرے میں رہ کر ملت کی اتنی خدمت کرنی ہوگی کہ بغیر کسی کے کہے خود بخود لوگوں کی زبانوں پر ان کے کارنامے آنے لگیں، جماعت کا اصل تعارف اس کے کام سے ہوتا ہے، کام کچھ بھی نہ ہو اور نام کے لئے ہزاروں کوششیں کرلی جائیں تو وہ سب فضول ثابت ہوتی ہیں اور ہوتی رہی ہیں۔

مسلم تنظیموں کے ذمہ داران کو اپنے ہر عمل میں شریعت کی پاس داری اور رضاء خداوندی پیش نظر رکھنی لازم ہے، دنیوی رسومات اور طور طریقون سے مرعوب ہونے کے بجائے پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ شریعت کا دامن تھامے رکھنے میں ہی عافیت اور نجات ہے، اور ان امور میں کوتاہی میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

بین الجماعتی حسد روا نہیں

ہماری تنظیموں کے مقبول اور مؤثر نہ ہونے کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اب ہم دینی فائدہ سے زیادہ محض اپنی جماعت کا مفاد پیش نظر رکھتے ہیں، اور اللہ معاف کرے ہماری جدوجہد دین کی سربلندی اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے کم، دوسری جماعت کے مقابلہ کے لئے زیادہ ہوتی ہے، اور ہر وقت ہم اس ادھیڑ بن میں رہتے ہیں کہ فلاں جماعت کہیں "فلاں کارنامہ" کا کریڈٹ نہ حاصل کرلے، اور اس صورت حال نے اب بڑھ کر "بین الجماعتی حسد" کی صورت اختیار کرلی ہے، جس کی وجہ سے دینی محاذ پر آپ سے تعاون کی راہیں مسدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ ایک جماعت دوسری تنظیم کو کام کرتے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی، اور کوئی نیا کام شروع بھی کیا جاتا ہے تو اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے مقابل جماعت کو زک پہنچائی جاسکے، خواہ اس سے دینی نفع ہو یا نہ ہو جماعت کی برتری ضرور ہونی چاہئے، یہ تقابل اور مقابلہ کے جذبات ہی ہماری جماعتوں کو گھن کی طرح اندر اندر کھوکھلا کر رہے ہیں، اور جماعتوں کا وقار برابر مجروح ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی ڈگر بدلنی چاہئے، اور مقابلہ سے بے پرواہ ہو کر

Marfat.com

اور وسعت قلبی کے ساتھ تعاون وتناصر کے جذبہ کے ساتھ محض رضائے خداوندی کے لئے کام کرنا چاہئے، ورنہ یہ ساری محنتیں اکارت ہوتی رہیں گی۔اور یہ ''پرشکوہ جماعتیں'' کاغذی رپورٹوں اوراسٹیل کی الماریوں تک محدود ہوکر رہ جائیں گی اور بس۔

اپنا امتیاز نہ چاہیں!

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَافِيْ غَنَمٍ بِـأَفْسَدِهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِه.

دو بھوکے حملہ آور بھیڑئے بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر اتنا نقصان نہیں پہنچا پاتے جتنا مال اور جاہ کی محبت انسان کے دین کونقصان پہنچا دیتی ہے۔ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب ۴/۸۰)

ذرا غور فرمائیں! جناب رسول اللہ ﷺ اگر چاہتے تو آپ کے جاںنثار صحابہ رضی اللہ عنہم راستوں میں آپ کے لئے پلکیں بچھا دیتے اور اپنی ہر ادا سے اتنے احترام کا مظاہرہ فرماتے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہ جاتی اور واقعی انھوں نے اپنی حد تک اس کا مظاہرہ کیا بھی، لیکن اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ امتیازی شان سے گریز کرتے رہے اور اپنے قول وعمل سے اُمت کے بڑوں کو امتیازی شان اپنانے سے دور رہنے کی تلقین فرماتے رہے، مسجد قباء اور مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں آپ بنفس نفیس حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے شانہ بشانہ شریک رہے، سفر میں تشریف لے جاتے تو دیگر لوگوں کے ساتھ خود بھی ضروری خدمات انجام دیتے تھے۔

عبداللہ ابن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دھوپ سے بچاؤ کی غرض سے آپ کے اوپر چادر سے سایہ کردیا آپ نے سایہ محسوس فرماکر سر مبارک اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ چادر سے سایہ کیا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اسے ہٹاؤ!اور خود اپنے دست مبارک سے چادر کھینچ کر نیچے فرمادی، اور ارشاد فرمایا: ''میں بھی

Marfat.com

تم جیسا ایک انسان ہوں''۔ (مجمع الزوائد ۹/۲۱)

نبی اکرم ﷺ کی بے نفسی

جناب رسول اللہ ﷺ کی بے نفسی کا معمولی سا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کھانا نوش فرما رہے تھے، دوسرے لوگ بھی مجلس میں شریک تھے، ایک شخص آیا جو چیچک میں مبتلا تھا، اور اس کے زخم پھٹ رہے تھے۔ وہ مجلس میں جہاں بھی بیٹھنے کی کوشش کرتا تو قریب والا شخص اس کے پاس سے الگ ہٹ جاتا تو آنحضرت ﷺ نے اس بیمار شخص کو اپنے قریب بلایا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر اسے کھانا کھلایا۔ (احیاء العلوم ۴/۳۰۶)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی عظیم اخلاق نے آپ کو عالمی محبوب بنا دیا تھا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا عمل

سفیان ثوریؒ اپنی جلالت شان کے باوجود مجلس میں امتیازی جگہ بیٹھنا پسند نہ فرماتے بلکہ کسی بھی کنارے پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہمیشہ پیر سکیڑ کر تواضع سے بیٹھتے۔ (مجلس میں پیر نہ پھیلاتے تھے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے) (العلم والعلماء، حاشیہ ۳۵۸)

اسی تواضع کا اثر ہے کہ آج جب سفیان ثوریؒ کا نام لیا جاتا ہے تو ایک عظیم محدث اور صاحب ورع وتقوی بزرگ کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے اور دل ان کی عظمت سے سرشار ہو جاتا ہے۔

ہمارا طرز عمل

اس کے برخلاف آج ہم اپنی زندگی پر غور کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ مقبولیت دلانے والے ان اخلاق کا پاسنگ بھی ہم میں نہیں پایا جاتا۔ ہماری عین خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ہر جگہ ہمارے ساتھ امتیازی معاملہ کریں، حتی کہ بہت سے لوگ تو اشتہار اور دعوت ناموں میں اپنے نام کی ترتیب بدلنے پر بھی چیں بجبیں ہو جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا نام بعد میں کیوں لکھا گیا، اور محض اسی بناء پر منتظمین سے پرخاش جما لیتے ہیں۔ اسی طرح جماعتی زندگی میں اگر کوئی رکن ہماری رائے کے خلاف مشورہ دے دے، تو ہماری

Marfat.com

بھویں تن جاتی ہیں اور دوسری صحیح رائے آنے کے باوجود ہم اپنی بات پر صرف اس لئے اڑے رہتے ہیں کہ کہیں ہماری بات نیچی نہ ہو جائے، اور بعض اوقات اس غلط روی کے نتیجہ میں جماعتوں اور اداروں کو سخت نقصان بھگتنا پڑ جاتا ہے۔

ہٹ دھرمی تکبر کی علامت ہے

یہ ہٹ دھرمی تکبر کی بڑی نشانی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. حق کو انکار کر دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہی تکبر ہے

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ۲/۴۳۳)

اس لئے ہمیں اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھنی چاہئے اور جب بھی حق بات سامنے آئے تو اسے قبول کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے خواہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہو یا دوسروں سے اس کا تعلق ہو، ہمارے سلف صالحین ہر وقت اس تلاش میں رہتے تھے کہ اپنی کوئی غلطی ظاہر ہو اور فوراً اس کی اصلاح کی سعی کریں، سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو مجھ کو میرے عیوب سے آگاہ کردے''۔ (العلم والعلماء ۱۶۷)

عمر بن مہاجر جو خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خاص لوگوں میں تھے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے مجھ سے تاکیداً کہہ رکھا تھا کہ ''جب تم مجھے راہ حق سے ذرا بھی ہٹتا ہوا دیکھو تو میرا گریبان پکڑنا اور اسے زور سے ہلا کر پوچھنا کہ عمر تو کیا کر رہا ہے؟''۔ (العلم والعلماء ۲۸۰)

یہ تھے وہ اخلاق فاضلہ جنھوں نے حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کو اتنی مقبولیت عطا کی تھی کہ انسان تو انسان جنگل کے درندے بھی ان کے دور حکومت میں عدل وانصاف پر قائم اور ظلم وجور سے گریزاں تھے، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

مرض کا احساس کریں

افسوس! آج ہماری زندگیاں ان بزرگوں کے بلند کردار سے عاری ہو چکی ہیں، ظاہری

Marfat.com

Marfat.com

زبانوں پر ان اسلاف کا نام ضرور ہے مگر باطن ان کی پاک سیرت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔اب خودرائی، خودنمائی ہمارا وطیرہ اور دوسروں کی تحقیر ہمارا معمول بن چکی ہے، اور ہم ان خطرناک امراض سے غافل اور بے خبر ہیں، اور چونکہ مرض کا احساس ہی نہیں اس لئے ان کے ازالہ کی کوشش بھی نہیں کی جاتی اور کبھی دل میں اصلاح کی بات آتی بھی ہے تو اپنے فعل کو صحیح قرار دینے کی اتنی تاویلیں نکل آتی ہیں کہ نعوذ باللہ گناہ کو ہی عین عبادت سمجھ لیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اصلاح کی امید کیسے رکھی جاسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ واقعی ہماری اصلاح فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

(۲)

دوسرے کے عزت نفس کا خیال

مقبولیت کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ انسان دوسرے کی عزت نفس کا خاص خیال رکھے اور اپنے کسی قول وعمل سے دوسرے کی تحقیر اور اذیت پہنچانے کا مرتکب نہ ہو۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تقریر کے دوران فرمایا کہ: ''کسی آدمی کے ظاہری کروفر کو دیکھ کر اس کے معتقد نہ ہو جاؤ، بلکہ آدمی (لائق تعریف) وہ ہے جو امانت (اللہ اور بندوں کے حقوق) کو ادا کرتا ہو اور لوگوں کی عزتوں پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز کرتا ہو''۔ (کتاب الزہد ۲۴۳)

سب سے زیادہ پسندیدہ لوگ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ءِاِنَّ أَحَبَّكُمْ اِلَىَّ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلاَقاً اَلْمُوَطِّوْنَ أَكْنَافاً، اَلَّذِيْنَ يَأْلِفُوْنَ وَيُؤْلِفُوْنَ وَاِنَّ أَبْغَضَكُمْ اِلَىَّ اَلْمَشَّاوُّنَ بِالنَّمِيْمَةِ اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، اَلْمُلْتَمِسُوْنَ لِلْبُرَءَاءِ الْعَيْبَ.

(رواہ الطبرانی فی الصغیر عن ابی ھریرۃ، الترغیب والترھیب ۳/۲۸۶)

مجھے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اخلاق رکھنے والے ہوں، جو تواضع کی وجہ سے گویا لوگوں کے سامنے بچھے جاتے ہیں، جو خود بھی دوسروں سے محبت رکھتے ہیں اور دوسرے بھی ان سے مانوس رہتے ہیں'' اور فرمایا کہ: ''میرے نزدیک تم میں سب سے ناپسندیدہ وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں، دوستوں دوستوں میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور شریفوں میں عیب ڈھونڈا کرتے ہیں۔

Marfat.com

ایک روایت میں کسی مسلمان کی عزت پامال کرنے کو بدترین سود قرار دیا گیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۳/۳۲۶)

کسی کی دل شکنی نہ کریں

جناب رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر مرحلہ پر اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ کسی عمل سے دوسرے کی دل شکنی نہ ہو جائے، اور کسی مسلمان کو ہمارے کسی برتاؤ سے خفت نہ اٹھانی پڑے، اسی وجہ سے آپؐ نے حکم دیا کہ ''لوگوں سے ان کے مرتبہ کے موافق معاملہ کرو''۔ (مسلم شریف ۱/۴)

آپؐ نے فرمایا کہ ''جب کسی قوم کا باعزت آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کا اعزاز کرو''۔ (ابن ماجہ شریف ۲/۲۷۲)

نیز آپ نے ہدایت دی کہ ''جب کوئی شخص دوسری مسجد میں جائے تو وہاں کے مقررہ امام کی اجازت کے بغیر وہاں امامت نہ کرے، اور جب کسی کے گھر جائے تو مالک مکان کی مخصوص بیٹھنے کی جگہ (کرسی یا مسند خاص) پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے''۔ (مشکوٰۃ شریف ۱/۱۰۰)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ ''جو اذان دے اسی کو اقامت کہنے کا حق ہے''۔

(ترمذی شریف ۱/۵۰)

کیونکہ ان باتوں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے فطری طور پر دوسرے کو ناگواری ہوتی ہے، اور خواہ مخواہ دلوں میں نفرت کی آبیاری ہونے لگتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا امام مالکؒ کے ساتھ معاملہ

یحییٰ ابن یحییٰ اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اپنے استاذ حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں حاضر تھے کہ حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ نے حاضری کی اجازت چاہی، امام مالکؒ نے اجازت دے دی، اور جب ابن المبارکؒ تشریف لائے تو آپ باوجودیکہ بڑے سے بڑے آدمی کے لئے اپنی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے، حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ کے اعزاز میں کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنی مسند پر اپنے پہلو میں لاکر بٹھایا، ایک طالب علم نے حدیث

Marfat.com

کی عبارت پڑھنی شروع کی، تو کبھی دوران درس امام مالکؒ کسی حدیث کے بارے میں عبداللہ ابن المبارکؒ سے پوچھتے کہ تمہارے پاس اس کی متعلق کیا علم ہے؟ تو حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ امام مالکؒ کے ادب اور آپ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے ان کے استفسار کا جواب طلبہ کے سامنے بلند آواز سے نہ دیتے بلکہ آہستہ سے امام مالکؒ کو بتادیتے تھے (تاکہ حاضرین امام مالکؒ کے سامنے ابن المبارکؒ کی بڑائی نہ ظاہر ہو) جب ابن المبارکؒ اجازت لے کر واپس تشریف لے گئے اور امام مالکؒ کو آپ کا کمال ادب بہت اچھا معلوم ہوا، تو آپ نے ہم شاگردوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''انھیں جانتے ہو؟ یہی خراسان کے فقیہ عبداللہ ابن المبارکؒ ہیں''۔ (مقدمہ کتاب الزہد ۴۳)

دیکھئے عبداللہ ابن المبارکؒ نے امام مالکؒ کی عزت کا کتنا خیال رکھا کہ کہیں ان کی احادیث اور علم کو دیکھ کر امام مالکؒ کے شاگردوں کی نظر میں استاذ کا رتبہ کچھ کم نہ ہو جائے۔

اپنے گریبان میں جھانکیں

آج ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کیا ہم بھی اپنے بھائیوں اور ہم عصروں کی عزت کا اسی طرح خیال کرتے ہیں؟ ہمارا تو بس چلے تو ہم اپنے مقابلہ میں کسی کو عزت دار نہ رہنے دیں۔ ہم اپنے معمولی سے معمولی کام کی دوسروں سے تعریف چاہتے ہیں اور دوسرے کے بڑے سے بڑے کارنامہ کو خود اس انداز میں پیش کرتے ہیں گویا وہ کوئی کام ہی نہ ہو، حتی کہ اپنے سامنے کسی دوسرے کی تعریف بھی اچھی نہیں لگتی۔ اگر دوسرے کی تعریف ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم فوراً ممدوح کی زندگی کا وہ پہلو سامنے کر دیتے ہیں جس سے اس کا وقار اور مرتبہ سننے والوں کی نظر میں گھٹ جائے، الامان والحفیظ۔

ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ کیسا ہو؟

اسی طرح اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ ایسا ہوتا ہے گویا وہ ہمارے بیگاری غلام ہوں، برسر مجلس ان کے ساتھ تمسخر اور تذلیل کا معاملہ کیا جاتا ہے جس سے دلوں میں کینہ اور بغض کی پرورش ہوتی ہے، اور بدگمانیوں کا طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو کبھی آتش جوالہ بن کر

Marfat.com

Marfat.com

حکومتوں تک کو زیر وزبر کر کے چھوڑتا ہے، وہ حکمراں جو اپنی رعایا اور ماتحتوں کی عزت نفس کا خیال نہ کرے اسے کبھی بھی اپنی رعایا سے عزت کی توقع نہ رکھنی چاہئے، اور ایسا حاکم کبھی بھی دلوں پر حکومت نہیں کر سکتا اور نہ مقبولیت کے درجہ پر فائز ہو سکتا ہے، ہم جیسا معاملہ دوسروں کے ساتھ کریں گے دوسرے بھی ویسا ہی معاملہ ہمارے ساتھ کریں گے۔ ادنی سے ادنی آدمی بھی اپنی جگہ عزت رکھتا ہے اور لوگوں کے سامنے رسوائی سے اپنے آپ کو بچاتا ہے، اور بسا اوقات یہ رسوائی غیرت مند آدمی کے لئے مال و دولت اور ملازمت چھن جانے سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت میں دوسروں حتی کہ غلاموں کی تذلیل سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جس طرح ہم خود اپنی عزت دوسروں سے چاہتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی اپنی طرف سے عزت دینے کی کوشش کریں، محبوبیت اور مقبولیت کا راستہ یہی ہے، جس کے بغیر مقبولیت کی تمنا سراسر فریب ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۳)

عفوودرگذر

عفوودرگذر، اور حلم وبردباری بھی مقبولیت کی صفات میں نمایاں مقام کی حامل ہیں۔ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَازَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا. اللہ تعالیٰ عفوودرگذر سے انسان کی عزت اور سربلندی میں اضافہ ہی فرماتا ہے۔ (رواہ مسلم، الترغیب والترہیب ۳/۳۵۰)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ عفوودرگذر سے کام لیتے تھے۔ (شمائل ترمذی شریف ۲۳)

سیدنا حضرت انس ابن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ ''میں نے دس سال جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا، لیکن اس پورے عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھے ''اف'' تک نہیں کہا، اور نہ میرے کسی کئے ہوئے کام پر یہ کہا کہ ''یہ تم نے کیوں کیا؟'' اور نہ کبھی میرے نہ کئے ہوئے کام پر یہ پوچھا کہ ''یہ تم نے کیوں نہیں کیا؟ اور آنحضرت ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ (شمائل ترمذی ۲۳)

سیدنا حضرت زین العابدینؒ کا حیرت انگیز واقعہ

خانوادۂ نبوت کے چشم وچراغ سیدنا حضرت علی ابن حسین ابن علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جن کی مقبولیت ومحبوبیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ولی عہد ہشام ابن عبدالملک حج کے موقع پر مکہ مکرمہ گیا اور بھیڑ کی وجہ سے کوشش کے باوجود اسے حجر اسود کے بوسہ کا موقع نہ

Marfat.com

مل سکا، ابھی وہ مطاف ہی میں تھا کہ ''حضرت زین العابدینؒ'' تشریف لائے تو فوراً لوگوں نے ان کے لئے راستہ خالی کر دیا اور انہوں نے اطمینان کے ساتھ حجر اسود کی تقبیل کا شرف حاصل کیا، یہ منظر دیکھ کر کچھ لوگوں نے ہشام سے پوچھا کہ ''یہ کون ہے؟'' ہشام نے لاعلمی ظاہر کی، تو فرزدق شاعر نے جواب دیا کہ: ''میں انہیں جانتا ہوں یہ حضرت علی ابن حسین زین العابدینؒ ہیں جن سے سرزمین عرب کا چپہ چپہ واقف ہے''، اور آپ کی مدح میں ایک نہایت عمدہ قصیدہ پڑھا۔ انہی حضرت زین العابدینؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، ان کی ضیافت کے لئے آپ نے غلام کو حکم دیا کہ گھر کے تنور میں جو گوشت بھن رہا ہے وہ جلدی پیش کرے، غلام گیا اور بھنے ہوئے گرم کباب سیخ سمیت لانے لگا، اتفاق سے جلد بازی میں وہ گرم سیخ غلام کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کی منزل میں حضرت زین العابدینؒ کے کسی چھوٹے بچے کو جا کر لگی، جس کے زخم کی تاب نہ لا کر وہ بچہ اسی وقت واصل بحق ہو گیا، حضرت زین العابدینؒ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے غلام کو ڈانٹا نہ پھٹکارا، بلکہ اس پر مزید احسان فرماتے ہوئے کہا: ''جا تو آزاد ہے، تو نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا''، اس کے بعد بچے کی تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔ (العلم والعلماء ۲۷۵)

اس کے برخلاف آج ہمارا رویہ اپنے خادموں اور ماتحتوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ خود ہی غور کر لیں! ذرا سا نقصان بے خیالی میں خادم کے ہاتھ سے ہو جائے بس اس کی خیر نہیں، نہ جانے کتنے دنوں تک ایک ایک نقصان اور غلطی پر اسے طعنے سننے پڑتے ہیں، اور عجیب بات ہے کہ جس نقصان پر خادم کو بے تکان صلواتیں سنائی جاتی ہیں اگر وہ نقصان خود اپنے ہاتھوں ہو جاتا ہے (اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے) تو دل کو مطمئن کرنے کے لئے نہ جانے کتنی تاویلیں تراش لی جاتی ہیں، اور اس پر کسی کا ٹوکنا بھی سخت برا لگتا ہے۔ اس دوہرے معیار سے رقابتیں بڑھتی ہیں اور جذبۂ احترام نفرت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور انسان دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے، اس لئے ہمیں منصب و وقار کا خیال رکھتے ہوئے وسعت ظرفی کا ثبوت دینا چاہئے۔

نرمی ہی میں خیر ہے

اور ہمارے معاملات غرور ورعونت اور غیر ضروری شدت سے خالی رہنے چاہئیں، جب ہی ہم لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لِلّٰـهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ. (مسلم شریف ۲/۳۲۲)

اللہ تعالیٰ خود نرمی فرمانے والے ہیں اور ہر چیز میں نرمی پسند فرماتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

اِنَّ الرِّفْقَ لَايَكُوْنُ فِيْ شَيٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَايَنْزِعُ مِنْ شعيٍ اِلَّاشَانَه. (مسلم شریف ۲/۳۲۲)

نرمی جس چیز میں بھی پائی جائے گی وہ اس کو مزین بنادے گی اور اس کے برخلاف سختی جہاں بھی ہوگی وہ اس کو عیب دار بنادے گی۔

اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ:

ءِ اِنَّ اللّٰـهَ لَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَالَايُعْطِيْ عَلَى الْخَرَقِ، وَاِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْداً اَعْطَاهُ الرِّفْقَ، مَامِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يُحْرَمُوْنَ الرِّفْقَ اِلَّا حُرِمُوْا. (رواہ الطبرانی، الترغیب والترھیب ۳/۲۷۸)

اللہ تعالیٰ نرمی پر جو اجر عطا فرماتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو اسے "نرمی" کی صفت سے نوازتے ہیں، اور جس گھر والے نرمی سے محروم ہوں وہ واقعی (ایک بڑی نعمت سے) محروم کردئے گئے ہیں۔

ان تعلیمات سے معلوم ہوا کہ کسی بھی معاملہ میں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لینا چاہئے، اور کوئی خطا کار اگر غلطی پر ندامت کے ساتھ ہمارے پاس آئے تو ہمیں اسے معاف کردینا چاہئے، اور آئندہ اس کی طرف سے اپنا دل بالکل صاف کرلینا چاہئے، ایک حدیث میں ہے کہ "جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا"۔

(بخاری شریف بحوالہ الترغیب والترھیب ۳/۲۰۱)

نیز آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جب کسی شخص کے پاس اس کا بھائی معذرت

Marfat.com

لے کر آئے تو خواہ وہ بھائی حق پر رہا ہو یا ناحق پر، اسے اس کی معذرت قبول کر لینی چاہئے ورنہ وہ شخص حوض کوثر پر حاضری سے محروم رہے گا''۔ (الترغیب والترہیب ۳/۲۹۲)

آج ہمارا عام مزاج بن گیا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ ہماری نظروں سے گر جاتا ہے بس زندگی بھر کر کے لئے اس سے دشمنی دل میں بٹھالی جاتی ہے اور اس پر سے اعتماد اٹھالیا جاتا ہے، ہمارا یہ طرز عمل بھی مقبولیت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے جسے دور کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

(۴)

حلم وبردباری

اجتماعی زندگی میں انسانوں کولوگوں کی اذیتوں پرصبر بھی کرنا پڑتا ہے،اوراس موقع پر یہ صبر ہی انسان کی عظمت کو''ثریا'' کی سی بلندی عطا کردیتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ''آدمی اپنے حلم وبردباری کے ذریعہ دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گذار کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے''۔(الترغیب والترہیب ۴۱۸/۳)

۸ھ میں جب عبدالقیس کا وفد یمن سے نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے سردار''منذر ابن عائذ ؓ''(جواشج عبدالقیس کے لقب سے معروف ہیں) کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:''آپ میں دوایسی عادتیں پائی جاتی ہیں جواللہ اوراس کے رسول کو پسند ہیں،ایک حلم وبردباری،دوسرے دوراندیشی''۔(فتح الملہم ۱۸۴/۱)

ایک حدیث میں ہے کہ''جوشخص غصہ دلائے جانے پر بھی حلم کا معاملہ کرے اللہ کی محبت اس کے لئے ضروری ہوجاتی ہے۔(الترغیب والترہیب ۴۱۹/۳)

سیدنا حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جارہا تھا آپ نے ایک نجرانی چادر زیب تن فرمارکھی تھی جس کے کنارے سخت تھے،اچانک ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اورآپ کی چادر مبارک کوزور سے پکڑ کر کھینچا،میں نے اس وقت آنحضرت ﷺ کی گردن کے ظاہری حصے کو دیکھا جس پر سختی سے چادر کھینچنے کا نشان نمایاں تھا، پھراس دیہاتی نے حضورؐ سے کہا کہ اے محمدؐ! مجھے اس مال میں اسے عطا کرنے کا حکم کیجئے جوآپ کے پاس ہے،اس شخص کی اس سخت گستاخی کے باوجود آنحضرت ﷺ اس کی طرف

متوجہ ہو کر مسکرائے اور اسے عطیہ دینے کا حکم فرما دیا۔ (الترغیب والترہیب ۳/۴۱۹)

غزوۂ حنین کے موقع پر آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اور مصالح شرعیہ کے پیش نظر تالیف قلب کے لئے نو مسلموں کو زیادہ حصہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''یہ تقسیم عادلانہ نہیں ہے''۔ جب اس کا یہ تبصرہ جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچا تو آپ صرف یہ ارشاد فرما کر خاموش ہو گئے کہ: ''اگر اللہ اور اس کا رسول ہی انصاف نہ کرے تو اور کون دنیا میں انصاف کرنے والا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے کہ ان کو اس سے زیادہ (ان کی قوم کی طرف سے) اذیتیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے برداشت سے کام لیا''۔ (بخاری شریف ۱/۴۴۶، ۴۸۳، ۲/۶۷۳، العلم والعلماء ۱۳۷)

غور فرمائیے! کیا آج ہم اپنے مخالف اور معترض کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتے ہیں؟ ہماری تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمیں کسی طرح بھی اذیت پہنچانے والا کبھی چین سے نہ رہے اور ہر وقت انتقام لینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقام

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اسلامی کے بنیادی ستون ہیں، جن کا فیض آج دنیا کے چپہ چپہ میں جاری ہے، ان کی مقبولیت اور بے مثل محبوبیت میں ان کے حلم وبردباری کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ: ''میں نے کبھی کسی کی برائی پر بدلہ نہیں لیا اور نہ میں نے کسی کو گالی دی، اور نہ کبھی کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا اور نہ کبھی کسی کے ساتھ خیانت کی اور نہ دھوکہ دیا''۔ (عقود الجمان ۲۸۸)

ایک مرتبہ مناظرہ کے دوران فریق مخالف نے آپ کو زندیق اور بدعتی ہونے کا طعنہ دیا، مگر حضرت امام صاحبؒ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ: ؟؟ بھائی! اللہ تمہیں معاف کرے، تم نے میرے بارے میں جو رائے قائم کی ہے، میرے بارے میں میرے اللہ کا علم اس کے برخلاف ہے، واقعہ یہ ہے کہ میں نے اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے بعد اس کے علاوہ کبھی کسی کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور مجھے اس کی رحمت کے سوا کسی سے

Marfat.com

Marfat.com

امید نہیں، اور اس کی سزا کے علاوہ مجھے کسی کا خوف نہیں''، سزا کا ذکر آتے ہی آپ پر سخت گریہ طاری ہوگیا، تا آنکہ آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش آیا تو اسی برا کہنے والے شخص نے معافی کی درخواست کی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جاہلوں میں سے جو شخص میرے بارے میں غلط بات کہے وہ معاف ہے، لیکن اہل علم میں سے جو شخص مجھ پر الزام لگائے تو معاف نہیں، اس لئے کہ علماء کی بیان کردہ غیبت ان کے مرنے کے بعد بھی (کتابوں وغیرہ میں) باقی رہتی ہے''۔ (عقود الجمان ۲۲۶)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بے مثال تحمل

عبدالرزاق ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ حلیم اور بردبار کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ہم مسجد خیف میں آپ کے ساتھ بیٹھے تھے، آپ کے اردگرد لوگوں کا مجمع تھا، اس دوران بصرہ کے رہنے والے ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دے دیا، تو اس سائل نے جرح کی کہ اس مسئلہ میں حسن بصریؒ کی رائے تو یہ ہے، (اور آپ کی رائے ان کے خلاف ہے) تو آپ نے جواب دیا کہ ''حسن بصریؒ سے غلطی ہوگئی'' آپ کا یہ جواب سن کر ایک شخص جس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا اٹھا، اور امام صاحب سے خطاب کر کے یہ گستاخانہ کلمات کہے کہ ''اے زانیہ کے بچے تو یہ کیا کہتا ہے کہ حسن بصریؒ نے غلطی کی''، اس کی گستاخی دیکھ کر لوگوں میں شور مچ گیا، اور حاضرین نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا، مگر امام صاحبؒ نے سب کو خاموش کر دیا۔ پھر کچھ دیر سر جھکائے رہنے کے بعد نہایت سنجیدگی سے ارشاد فرمایا: ''ہاں بھائی! حسن بصریؒ سے غلطی ہوئی جب کہ ابن مسعود ﷺ اس مسئلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل فرمودہ روایت میں حق پر تھے''۔ (عقود الجمان ۲۸۷)

اللہ اکبر! کیا اس حلم و بردباری کی کوئی حد ہے؟ آج ہمیں کوئی یہ کہہ کے دیکھ لے، پھر اس کے خلاف کیسی کیسی کاروائیاں تیار ہوتی ہیں؟

عاصم بن یوسفؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس

Marfat.com

میں مشغول تھے اور مسجد کے ایک گوشہ میں ایک شخص آپ کو مسلسل گالیاں دے رہا تھا، مگر امام صاحبؒ اپنے کام میں مشغول تھے، نہ تو اس کی طرف متوجہ ہوئے نہ جواب دیا، اور اپنے شاگردوں کو بھی اس سے گفتگو کرنے سے منع کر دیا، جب درس ختم ہوا (اور آپ دولت کدہ کی جانب تشریف لے چلے) تو وہ شخص بھی آپ کے پیچھے ہولیا (اور برا بھلا کہتا رہا) امام صاحبؒ جب اپنے گھر پہنچے تو دروازہ پر کھڑے ہو کر اس گالی دینے والے شخص سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ: ''بھائی یہ میرا گھر ہے! اگر تم اپنی بات پوری کرنا چاہو حتی کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ سب کہہ لو تو شوق سے کہو (میں اسے سن کر ہی اندر جاؤں گا) امام صاحبؒ کا یہ حلیمانہ جواب سن کر وہ شخص شرمندہ ہو گیا''۔ (عقود الجمان ۲۹۱)

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا حلم

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے ایک شخص درمیان سے اٹھا اور کہنے لگا کہ ''مولوی صاحب ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو'' تو شاہ صاحبؒ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ ''میاں تم نے غلط سنا ہے میرے باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ، پھلت اور خود دلی میں موجود ہیں''۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی بردباری

اسی طرح کا واقعہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا بھی ہے ایک مرتبہ آپ درس دے رہے تھے، کسی گستاخ نے یہ رقعہ بھیجا کہ ''آپ اپنے باپ سے نہیں ہیں'' جب آپ نے یہ پرچہ پڑھ کر سنایا تو ساری مجلس میں کھلبلی مچ گئی اور حاضرین طلبہ غیظ و غضب میں بھر گئے، آپ نے نہایت حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''خبردار! کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرا حق ہے کہ میں اسے تسلی کر دوں''، پھر فرمایا کہ میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہداد پورہ کا رہنے والا ہوں، اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ موجود ہیں خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے''۔ (بیس بڑے مسلمان ۵۱۵)

تحریکات کے دور میں حضرت شیخ السلام رحمۃ اللہ علیہ کو جس قدر جی بھر کر مطعون کیا گیا اور آپ کے سامنے بدترین انداز میں گستاخیاں کی گئیں ان کا تصور بھی اس دور میں نہیں کیا جا سکتا، لیکن حضرت شیخ السلام نور اللہ مرقدہ ہمیشہ بے مثال حلم اور بردباری کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ کے کچھ جانثاروں نے آپ کے مخالفین کی ہجو میں کچھ اشعار شائع کرانے چاہے تو آپ نے انہیں رکوا دیا، اور پوچھنے پر فرمایا کہ ”میرے بھائی! میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا کوئی آئندہ کرے گا میں سب کو معاف کر چکا ہوں، آپ میری وجہ سے کسی کو برا بھلا نہ کہیں نہ کسی کے لئے بددعا کریں“۔ (بیس بڑے مسلمان ۵۱۴)

ان اکابر کے کردار کی روشنی میں آج ہمیں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ ان حضرات نے ذاتیات کے اختلاف پر کس طرح صبر و تحمل سے کام لیا اور آج ہم کس طرح اپنے مخالفوں سے انتقام لینے کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں! جب تک انسان میں حلم و بردباری اور صبر و تحمل کی صلاحیت نہ ہو وہ کسی بھی اجتماعی ذمہ داری کو نہ نبھا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے ماتحتوں کی نظر میں مقبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم حلم کے عادی بنیں اور انتقامی جذبات سے پوری طرح محفوظ رہیں، اللہ رب العزت ہماری مدد فرمائیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۵)

زہد و استغنا

مقبولیت کی ایک اہم صفت زہد و استغناء ہے، حضرت سہل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی نظر میں مقبول و محبوب بنا دے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ءِ ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰهُ، وَازْهَدْ فِیْ مَافِیْ أَیْدِیْ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ.

(رواہ ابن ماجہ، الترغیب والترہیب ۴/۷)

دنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرلو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، اور لوگوں کے مال و دولت سے نظریں پھیرلو لوگوں کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ گے۔

واقعہ یہ ہے کہ زہد سے متصف ہوئے بغیر لوگوں کے قلوب متوجہ ہو ہی نہیں پاتے جہاں ذرا سا لالچ کا شبہ ہوا دینی منصب کی عزت داغ دار ہو جاتی ہے اور جب استغناء ہوتا ہے تو یہی دنیا جس کے دیدار کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھائی جاتی ہیں زاہد کے قدموں میں آ کر گرتی ہیں اور وہ اسے بے نیازی کے ساتھ جھاڑ کر آگے چل دیتا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا هَمَّهٗ، فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَیْهِ أَمْرَهٗ وَجَعَلَ فَقْرَهٗ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَلَمْ یَأْتِهٖ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مَا کُتِبَ لَهٗ،

جس کا نصب العین دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پراگندہ فرمادیتے ہیں اور محتاجگی اس کی آنکھوں کے سامنے کردیتے ہیں اور

Marfat.com

Marfat.com

وَمَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهٗ جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ أَمْرَهٗ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ، وَاٰتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ.

(رواہ ابن ماجہ، شعب الایمان ۲۸۸/۷، الترغیب والترہیب ۵۶/۴)

تقدیر سے زیادہ دنیا اسے نہیں مل پاتی اور جس کا مقصد آخرت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو درست فرمادیتے ہیں اور اس کے دل میں غنا کو بھر دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا زہد

سرور کائنات فخر موجودات سید الاولین ولآ خرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اگر چاہتے تو اپنے لئے دنیا کی ہر زیب و زینت جمع فرما لیتے، لیکن آپ نے اپنے لئے زہد کو پسند فرمایا، اور دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنے کا اسوہ پیش کیا، سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے، تو میں پیغمبر علیہ السلام سے تحقیق حال کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ ﷺ تہبند پہنے ہوئے ایک کھری چٹائی پر تشریف فرما ہیں، اور چٹائی کے نشانات آپ کے بدن پر نمایاں ہیں، اور میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو آپ کے اسٹور روم میں ایک صاع (تقریباً سوا تین کلو) جو، اور کمرہ کے ایک کونے میں "قرظ" (چمڑے کی دباغت کا سامان) اور ایک کچی کھال لٹکی ہوئی تھی (اور کچھ نہ تھا) یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ "عمر! کیوں رو رہے ہو"؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں آخر کیوں نہ روؤں؟ جب کہ چٹائی کے نشانات آپ کے مبارک بدن پر ہیں، اور آپ کے کمرے میں جو میں دیکھ رہا ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے جب کہ دنیا کے بادشاہ قیصر و کسریٰ پھلوں اور نہروں کے بیچ میں (مزے اڑا رہے) ہیں، اور آپ تو اللہ کے رسول اور اس کے پسندیدہ ہیں، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْاٰخِرَةُ وَلَهُمْ

اے ابن الخطاب! کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا؟ میں

الدُّنیا. (مسلم شریف ۱/۴۸۰) نے کہا کیوں نہیں؟ (میں اس پر راضی ہوں)

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں پیغمبر علیہ السلام نے حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا تھا:

فَلاَتَبْکِہٖ یَاعَبْدَاللّٰہِ، فَاِنَّ لَھُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَۃَ، وَمَااَنَا وَالدُّنْیَا، وَمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ الدُّنْیَا اِلَّا کَمَثَلِ رَاکِبٍ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ سَارَوَتَرَکَھَا. (الترغیب والترہیب ۴/۹۸)

عبداللہ! مت روؤ، کیونکہ ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت کی نعمتیں ہیں، اور مجھے دنیا سے کیا لینا دینا، میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی مسافر سوار آرام کے لئے کسی درخت کے نیچے اتر کر آرام کرے، اور پھر کچھ دیر بعد اسے چھوڑ کر چلتا بنے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے کبھی مال کی کثرت کی دعا نہیں کی، بلکہ زیادہ سے زیادہ جو دعاء کی وہ یہ تھی کہ "اے اللہ! محمد کے اہل خاندان کو بقدر ضرورت برابر سرابر روزی عطا فرما"۔ (مسلم شریف ۲/۴۰۹) اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے آقا ﷺ زہد واستغناء کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

کامیاب مسلمان

کامیاب مسلمان اور عافیت اور باعافیت شخص کون ہے؟ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَرُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَا اٰتَاہُ. (شعب الایمان ۷/۲۲۰)

وہ شخص فلاح پا گیا جو (۱) اسلام سے مشرف ہو۔ (۲) جسے برابر سرابر روزی میسر ہو۔ (۳) اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی دی ہوئی روزی پر قناعت سے سرفراز کردیا ہو۔

اور ایک مرفوع روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ خَیْرًا اَرْضَاہُ بِمَا قَسَمَ

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ

Marfat.com

Marfat.com

لَهُ وَبَارَكَ لَهُ فِيهِ وَإِذَا لَمْ يُرِدْ بِهِ خَيْرًا لَمْ يُرْضِهِ بِمَا قَسَمَ لَهُ وَلَمْ يُبَارِكْ لَهُ فِيهِ.
(کتاب القناعۃ لابن ابی الدنیا ۶۰، مسند الامام احمد ۵/۲۴)

فرماتے ہیں تو اسے اپنی عطا فرمودہ روزی پر راضی فرما کر اسے برکت سے نوازتے ہیں۔اور جس کے ساتھ خیر کا ارادہ نہیں فرماتے تو نہ تو اسے اس کے حصہ پر راضی کرتے ہیں اور نہ ہی اسے برکت سے نوازتے ہیں۔

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِيْ أَحَدُكُمْ مَرِيْضَهُ الْمَاءَ.
(ذم الدنیا ۲۹)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اسے دنیا کی محبت سے اس طرح بچاتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے،(جب کہ پانی مریض کے لئے نقصان دہ ہو)

ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیغمبر علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم میں سب سے اچھا شخص کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا:

أَزْهَدُكُمْ فِي الدُّنْيَا، وَأَرْغَبُكُمْ فِي الْآخِرَةِ. (ذم الدنیا ۶۲)

جو تم میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبت اور آخرت کی طرف سب سے زیادہ راغب ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین اہم وصیتیں

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کرنے کی گذارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِالْيَأْسِ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ فَإِنَّهُ الْغِنٰى وَإِيَّاكَ وَالطَّمَعَ فَإِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ، وَصَلِّ صَلٰوتَكَ وَأَنْتَ مُوَدِّعٌ وَإِيَّاكَ وَمَا

(۱) لوگوں کے قبضہ والے مال سے ناامید رہو، اس لئے کہ یہی غنی ہے۔اور لالچ سے بچتے رہو کہ وہ دکھائی دینے والی محتاجگی ہے۔(۲) اور نماز اس طرح پڑھو گویا کہ وہ زندگی

Marfat.com

یُعْتَذَرُ مِنْہُ. (کتاب القناعۃ ۷۷) کی آخری نماز ہو۔ (۳) اور ایسی بات سے بچو جس سے بعد میں معذرت کرنی پڑے۔

الغرض اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول بننا ہے تو دنیا کی محبت، لالچ اور حرص سے دل کو صاف کرنا ہوگا، اس کے بغیر قبولیت کی تمنا بھی فضول ہے۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی

خلیفۂ اول، جانشین سید الکونین ﷺ، سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے باوجود کمال زہد کے ساتھ زندگی گذاری، سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی صاحب زادی حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ: ”دیکھو ہماری اونٹنی جس کا دودھ ہم پیتے تھے، اور ہمارا ٹب جس میں ہم کپڑے دھوتے تھے، اور ہماری چادر جسے ہم پہنتے تھے، جب تک ہم مسلمانوں کی ولایت پر فائز تھے ہمیں ان سے نفع اٹھانے کا حق تھا، لہذا جب میری وفات ہو جائے تو یہ سب چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دینا“، چنانچہ وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بول اٹھے ”ابوبکر! تم پر رحم کرے تم نے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا“ (یعنی ایسا نمونہ پیش کیا کہ اس پر عمل آسان نہیں) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ۱۳۱)

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زہد

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زہد ضرب المثل ہے، آصف بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ وہاں ایک باندی گذری تو لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ تو یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے اور نہ ان کے لئے حلال ہے، بلکہ یہ اللہ کا مال ہے (یعنی سرکاری بیت المال کی ملکیت ہے) تو ہم نے کہا کہ امیر المؤمنین کے لئے اس میں کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سال میں دو جوڑے کپڑے، ایک سردی کا اور ایک گرمی کا، اور حج

وعمرہ کا خرچ اور گھر والوں کے کھانے کا خرچ، میں تو بس ایک قبیلۂ قریش کا فرد ہوں نہ ان میں مال دار ہوں اور نہ فقیر ہوں، بلکہ میں عام مسلمان ہی تو ہوں۔ (الصواعق المحرقہ ۱۵۷)

حضرت عمرؓ وسعت نہ ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لیتے، اور دینوی زیب وزینت سے ہر ممکن احتراز کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حالت

ایک دن حضرت معاویہ ﷛ نے ضرار بن حمزہ سے کہا کہ میرے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صفات بیان کرو، تو ضرار بن حمزہ نے معذرت کی، مگر جب حضرت معاویہ ﷛ نے قسم دلا کر ان سے اصرار کیا، تو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صفات عالیہ کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا:

''اللہ کی قسم وہ بڑے بہادر اور طاقت ور تھے، فیصلہ کن بات کہتے اور منصفانہ فیصلے کرتے تھے، علم ان کے اطراف وجوانب سے پھوٹا پڑتا تھا، اور ان کی زبان حکمت ریز تھی، وہ دنیا اور اس کی زیبائش سے متنفر، اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے، وہ بہت زیادہ آنسو گرانے والے اور طویل فکر میں مستغرق رہتے تھے، معمولی لباس اور موٹا جھوٹا کھانا انہیں مرغوب تھا، وہ ہمارے درمیان ہماری ہی طرح گھل مل کر رہتے تھے، ہم کوئی بات پوچھتے تو اس کا جواب دیتے تھے، اور اگر ہم انہیں دعوت دیتے تو اسے قبول کرتے، اور قسم بخدا اس بے تکلفی کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، وہ دین داروں کے قدرداں تھے، اور مسکینوں کو اپنے قریب کرنے والے تھے، کوئی طاقت ور شخص ان سے غلط بات منوانے کی ہمت نہ رکھتا تھا، اور کوئی کمزور شخص ان کے عدل وانصاف سے مایوس نہ تھا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انہیں ایک رات میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا ہے ''اے دنیا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دینا، کیا تو میری طرف آنا چاہتی ہے؟ تو مجھ سے دور ہو جا، دفع ہو جا، میں نے تجھے تین مرتبہ طلاق دے کر بائنہ کر دیا ہے،

Marfat.com

Marfat.com

اب رجعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تیری عمر بہت کم ہے، اور تیری عظمت معمولی ہے، افسوس توشہ کم ہے اور سفر لمبا ہے، اور راستہ پر خطر ہے"۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے، اور فرمایا: اللہ ابوالحسن رضی اللہ عنہ (حضرت علی کی کنیت) پر رحم فرمائے وہ واقعی ایسے ہی تھے۔ (الصواعق المحرقة فی الرد علی اہل البدع والزندقة ۲۰۲،۲۰۳)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان سے ملنے تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آخر رونے کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو پیغمبر علیہ السلام کی صحبت کا شرف نہیں ملا ہے؟ اور فلاں فلاں سعادت حاصل نہیں ہوئے؟ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہ تو میں دنیا کی محبت میں رو رہا ہوں اور نہ آخرت ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم سے ایک عہد لیا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پورا کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی، حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ آپ سے کیا عہد لیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہمارے پاس بس اتنا توشہ ہو جو مسافر کے پاس ہوتا ہے (یعنی بس بقدر ضرورت مال ہو) لیکن میں اس وعدہ پر برقرار نہیں رہا، اور تم اے سعد! فیصلہ کرتے وقت مال تقسیم کرتے وقت اور کسی بھی اقدام کا منصوبہ بناتے وقت اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کا ترکہ بیس درہم سے کچھ اوپر تھا اور کچھ تھوڑا بہت کھانے پینے کا سامان تھا۔ (الترغیب والترہیب عن ابن ماجہ ۴/۹۷)

مذکورہ اساطین امت کی قابل تقلید زندگیاں اس قابل ہیں کہ ہم انہیں پیش نظر رکھیں، اور دنیا کی زیب وزینت کو مقصود نہ بنائیں جو بلا تگ ودو کے مل جائے اس پر شکر کریں، اور اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھیں، لیکن جو نہ ملے اس کے حصول کے لئے اپنے دینی منصب کو داغدار نہ کریں۔

علم کا ضیاع کیسے؟

بالخصوص جب کوئی عالم دین دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے، اور

اسے علم کی برکتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ: علم والے لوگ کون ہیں؟ حضرت کعب نے جواب دیا کہ علم والے لوگ وہ ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والے ہوں، پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ جاننے اور پہچاننے کے باوجود کیا بات علماء کو ان کے علم سے محروم کر دیتی ہے؟ حضرت کعب نے جواب دیا کہ: لالچ، حرص اور لوگوں سے اپنی ضرورتیں وابستہ کرنے سے علم رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق فرمائی۔

(کتاب القناعۃ والتعفف لابن ابی الدنیا ۷۵)

تجربہ اور مشاہدہ سے بھی مذکورہ بات کی تائید ہوتی ہے، جو عالم بھی لالچ میں پڑے گا وہ کبھی بھی باعزت نہیں رہ سکتا، اور نہ ہی آزادی کے ساتھ دینی خدمات بجالا سکتا ہے۔ لالچ سے دل میں ایسی وحشت پیدا ہوتی ہے کہ عبادت کی چاشنی جاتی رہتی ہے، مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ”تمہارے دل میں جتنی دنیا کی محبت ہوگی اسکی بقدر آخرت کے اعمال کی حلاوت دل سے نکل جائے گی“۔ (ذم الدنیا ۷۴)

استغناء میں عافیت ہے

اس کے برخلاف جب دل میں استغناء ہو تو ہر طرح کی راحت ہی راحت ہے۔ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”دنیا سے بے رغبتی میں دل اور بدن دونوں کی راحت ہے“۔ (ذم الدنیا ۸)

اور حضرت ابو عمران الجونیؒ فرماتے ہیں کہ: ”مؤمن کی زینت اس کا فضول باتوں سے خاموش رہنا ہے، اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے“۔ (کتاب القناعۃ ۴۸)

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جن حضرات علماء اور اکابر و مشائخ کا نام آج عظمت و محبت سے لیا جاتا ہے ان کی زندگی میں استغناء کا عنصر نمایاں تھا۔ اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری جرأت و عزیمت کے ساتھ دعوتی اور اصلاحی خدمات کی توفیق عطا

Marfat.com

Marfat.com

فرمائی اور کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی انہیں اپنی جاہ و دولت کے ذریعہ مرعوب نہ کر سکا، بلکہ ان کے سامنے بڑے بڑے سلاطین و امراء کی گردنیں جھک گئیں اور علم کی عظمت دنیا کے سامنے عیاں ہوگئی۔

حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا بے مثال استغناء

ہمارے اکابر دیو بند کے سرخیل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ چھتہ مسجد دیو بند میں اپنے کمرہ کے سامنے چھپر میں حجامت بنوا رہے تھے کہ شیخ عبدالکریم صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ آپ سے ملنے کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ان کو دور سے آتا دیکھا، جب وہ قریب آئے تو ایک تغافل کے ساتھ رخ دوسری طرف پھیر لیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں ہے، وہ آ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے، ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے، جب انہیں کھڑے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تو حضرت مولانا نے ان رئیس صاحب کی طرف رخ کر کے فرمایا: آہا شیخ صاحب ہیں، مزاج اچھا ہے، انہوں نے سلام عرض کیا اور قدم چوم لئے اور وہ روپیہ بندھا ہوا قدموں پر ڈال دیا، حضرت نے اسے قدموں سے الگ کر دیا تو انہوں نے ہاتھ باندھ کر بہ منت قبول فرمانے کی درخواست کی، بالآخر بہت انکار کے بعد انہوں نے تمام روپیہ حضرت کی جوتیوں میں ڈال دیا، جب حضرت اٹھے تو نہایت استغناء کے ساتھ جوتے جھاڑے اور روپیہ سب زمین پر گر گیا۔ حضرت نے جوتے پہن لئے اور حافظ انوار الحق سے ہنس کر فرمایا کہ حافظ صاحب! ہم بھی دنیا کماتے ہیں، فرق یہ ہے کہ ہم دنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ قدموں میں پڑتی ہے اور دنیا دار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے، اور یہ فرما کر وہ روپیہ وہیں تقسیم فرما دیا۔ (ارواح ثلاثہ ۲۸۲)

حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز دنیا داروں سے ہمیشہ خودداری اور استغناء کے ساتھ پیش آتے رہے۔ ایک مرتبہ ریاست رام پور تشریف لے گئے، نواب رام پور نے اپنے وزراء کے ذریعہ آپ کو اپنے دربار میں بلانے کی درخواست کی، حضرت نے اولاً تو اعذار

Marfat.com

کئے، جب زیادہ اصرار ہوا تو صاف کہہ دیا کہ: ''نواب صاحب ہی تو میری ملاقات کے مشتاق ہیں، میں تو ان کی زیارت کا مشتاق نہیں ہوں، اگر ان کو اشتیاق ہے تو خود مجھ سے مل لیں، ان کے پیروں میں مہندی تو نہیں لگی ہے، اور بغیر ملے وہاں سے چل دیئے''۔

(ارواح ثلاثہ ۲۸۲)

حضرت گنگوہیؒ کا زہد واستغناء

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے زہد واستغناء کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ نے اپنے سفیر کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پانچ ہزار روپے بھیجے اور یہ لکھا کہ ہر سال اتنی ہی رقم پیش کی جاتی رہے گی، لیکن حضرت نے کمال استغناء کا نمونہ پیش فرماتے ہوئے یہ نذرانہ قبول نہیں کیا اور جواب لکھ دیا کہ: ''میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہت دے رکھا ہے جمع کر کے کیا کروں گا اس لئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے''۔

(بیس بڑے مسلمان ۲۱۳)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا عبرت انگیز واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ جنہوں نے واقعۃً اپنے دور میں تجدیدی کارنامے انجام دئے ہیں اور جن کا علمی وروحانی فیض آج پورے عالم میں جاری ہے، ایک مرتبہ آپ کو ڈھاکہ کے مشہور ومعروف نواب سلیم اللہ خاں صاحب نے باصرار ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، حضرت نے ان کے اصرار پر دعوت کی قبولیت کے لئے چند شرطیں لکھ کر بھیج دیں جن میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے۔ اس سفر میں نواب صاحب نے تمام شرائط کا خیال رکھا، اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد دوبارہ پھر انہی نواب صاحب نے آپ کو علماء دیوبند کے ساتھ ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، ان حضرات کو کلکتہ ہو کر ڈھاکہ جانا تھا، کلکتہ میں ان کے قیام وطعام کے انتظام کے لئے نواب صاحب نے اپنے ایک دوست کو متعین کر دیا۔ جب حضرت تھانوی قدس سرہ کلکتہ

پہنچے تو نواب صاحب کے دوست نے شایانِ شان انتظام کیا اور بہت مسرت کا اظہار کیا، اور دوران گفتگو ان رئیس صاحب نے یہ اصرار کیا کہ حضرت ہدیہ نہ قبول کرنے کی شرط واپس لے لیں، حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ: "یہ کیا ضروری ہے کہ محبوب کو گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا گھر بھیج کر بھی ہدیہ دیا جاسکتا ہے"۔ وہ رئیس صاحب اپنی مال داری کے زعم میں کہنے لگے کہ "جناب معاف فرمایئے! پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا"۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس رئیس کی اس بات پر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے، اور عالمانہ استغناء کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ: "آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں اور ہم پیاسے! اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ پیاسے! اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں: دین اور دنیا۔ ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس ہے بھی یعنی دنیا، تو وہ اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے، لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے یعنی دین، وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟ آپ پیاسے ہوئے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے"؟ اور یہ فرما کر کلکتہ ہی سے خود اپنے کرایہ سے واپس تھانہ بھون تشریف لے آئے اور ڈھاکہ نہیں گئے۔ اور نواب صاحب اصرار کرتے رہ گئے۔ (بیس بڑے مسلمان ۳۴۴، ۳۴۵)

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور کی دعوت پر قادیانیوں سے مناظر کے لئے تشریف لے گئے، واپسی کے وقت نواب صاحب نے حضرت کو کرایہ سے کچھ زیادہ رقم دینی چاہی تو آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس کردی کہ "ریاست کو بیت المال سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار حاصل نہیں ہے"۔ (بیس بڑے مسلمان ۳۴۶)

الغرض آپ نے ہمیشہ امراء اور نوابوں کے مقابلہ میں شان استغناء کا مظاہرہ کیا، اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے کبر و نخوت کے کس بل نکال ڈالے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ

Marfat.com

کے سامنے بڑے سے بڑے لکھ پتی لوگ بھی اپنی ذلت محسوس کیا کرتے تھے اور علماء کی وقعت واہمیت کھل کران کے سامنے آجاتی تھی اوراس حدیث کا صحیح منظر نظر آتا تھا کہ: ''جو شخص اپنی فکر کی کامیابی کو بنالے تو دنیا اس کے قدموں میں ذلیل ہوکر آتی ہے''۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا قابل تقلید معمول

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ جب بھی کہیں وعظ تقریر یا قومی وملی اجتماعات میں شرکت کے لئے اسفار میں تشریف لے جاتے تو کرایہ سے زائد رقم ہرگز وصول نہ فرماتے، اوراگر کبھی دی بھی جاتی تو دیوبند واپس تشریف لاکر حساب کرکے مابقیہ رقم منی آرڈر کے ذریعہ واپس فرمادیتے، بہت سے واقعات حضرت کے اس طرح کے موجود ہیں، حضرت کے خلیفۂ اجل حاجی محمد ایوب صاحب بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود راقم الحروف کولکھا کہ: میں نے بارہا حضرت مدنی قدس سرہ کو دیکھا کہ وہ جہاں بھی جلسوں میں تشریف لے جاتے تو کرایہ سے زائد رقم واپس کردیتے، نیز حضرت قدس سرہ کا معمول یہ بھی رہا کہ کبھی کسی بڑے سے بڑے مال دار سے مرعوب نہیں ہوئے، جب بھی کوئی غلط بات دیکھتے توکسی کی رورعایت کئے بغیر کھل کر نکیر فرماتے، خاص طور پر داڑھی منڈانے پر نہایت شدت سے نکیر فرماتے اوراس میں کسی کے مال ودولت یا منصب کا قطعاً خیال نہ فرماتے، آپ کے اس طرز عمل کا اثر یہ تھا کہ بڑے بڑے سرمایہ دار آپ کی مجلس میں دست بستہ کھڑے نظر آتے اور یہ تمنا کرتے کہ کاش حضرت ان پر کرم فرماتے ہوئے ان کے کسی ہدیہ کو شرف قبولیت بخش دیں، اور حضرت کی مجلس میں آکران مال داروں کو اپنی دولت وثروت حقیر معلوم ہونے لگتی۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کا معمول

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جواپنے دور کے زبردست مفسر، مجاہد اور مصلح تھے، اورجن کا فیض آج بھی پاکستان میں جگہ جگہ محسوس ہوتا ہے، آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی کہیں تبلیغی دورہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا کرایہ خرچ کرکے جاتے،

Marfat.com

Marfat.com

دوسروں سے کرایہ نہیں لیتے تھے، اور پہلے ہی دعوت دینے والے سے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے توفیق دی کرایہ ہوا تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔

ایک مرتبہ نواب محمد حیات خاں صاحب قریشی جو اپنے علاقہ کے بڑے رئیس تھے، انہوں نے اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی اور دینی ضرورت کا اظہار کیا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جانے کو تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ کو آمدروفت کے کرایہ اور کھانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نواب صاحب کے علاقہ میں اس شان سے تشریف لے گئے کہ چمڑے کے مصلے میں بھنے ہوئے چنے باندھ لئے اور ایک لوٹا ساتھ رکھ لیا اور جتنے دن بھی وہاں قیام فرمایا دن بھر وعظ وتقریر کرتے اور رات میں چنے چبا کر پانی پی لیتے۔ ایک دن بھی نواب صاحب کے یہاں کھانا نہیں کھایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیادار غرور کو کاٹنے کے لئے میں نے استغناء سے تیز دھاردار آلہ نہیں دیکھا، نیز آپ فرماتے تھے کہ اگر میں دنیاداروں سے تحفہ وتحائف لیتا اور مرغ پلاؤ کھاتا، تو شیطان ان کو سکھاتا کہ حضرت صاحب خاطر مدارات کروا گئے اور کرایہ کے نام سے پیسے بھی لے گئے اور ہمیں وعظ بھی سنا گئے ''عوض معاوضہ گلہ نہ دارد''۔ اس طرح سے میرے سارے اوقات رائیگاں جاتے اور نہ ان کی آخرت سنورتی اور نہ میں ہی عنداللہ ماجور ہوتا۔ (بیس بڑے مسلمان ۲۸۲)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے کہ اللہ والوں کی صحبت میں استغناء عن الخلق اور احتیاج اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ کا طرزِ عمل

خطیب الہند مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی خطابت آج بھی برصغیر میں ضرب المثل اور زبان زد خاص وعام ہے، آپ کی شان استغناء یہ تھی کہ جلسوں کے موقع پر منتظمین جو بھی مصارف سفر پیش کرتے آپ کبھی ان کو گنتے نہ تھے اور کمی بیشی کا آپ کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے

Marfat.com

کے لئے نہیں، مال جمع کرنے اور گننے میں لذت محسوس کرنا اہل جہنم کا نشان ہے۔

(بیس بڑے مسلمان ۸۶۶)

حضرت شیخ الحدیثؒ کا استغناء

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ نے بھی پوری زندگی زہد واستغناء کے ساتھ گذاری ہے، سہارن پور کے زمانۂ قیام میں کئی مرتبہ آپ کو حیدر آباد اور ڈھاکہ وغیرہ سے بڑی بڑی تنخواہوں پر بلایا گیا، لیکن آپ نے صاف لکھ دیا، ''مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احساں بن کر''۔

روپے پیسے کی حیثیت آپ کی نظر میں ٹھیکروں کے برابر بھی نہیں تھی، دکھاوے اور بناوٹ کا زندگی میں نام ونشان تک نہ تھا، اس سادگی اور استغناء کے باوجود مقبولیت اور محبوبیت کا حال یہ تھا کہ بڑے بڑے اہل ثروت آپ کی قدم بوسی کے لئے خادموں کی طرح آگے پیچھے رہتے تھے۔

حضرت فقیہ الامتؒ کا مثالی زہد

یہی حال آپ کے خلیفۂ اجل اور جانشین، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ کا رہا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو کانپور کے زمانۂ قیام کے دوران صرف ستر روپے تنخواہ ملتی تھی جن میں سے ساٹھ روپے گھر بھیجتے تھے اور صرف دس روپے میں اپنا مہینہ بھر کا خرچ چلاتے تھے، یہ حال اس وقت تھا جب کہ آپ کا کانپور کے ہر طبقہ میں اعزاز واحترام کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے سرمایہ دار آپ سے متاثر تھے، لیکن آپ نے ان سب تعلقات کے باوجود اپنی صفت استغناء پر کبھی حرف نہ آنے دیا، آخری وقت تک آپ کے زہد واستغناء کا یہی حال رہا، آپ کے ترکہ میں شاید کتابوں کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر سامان یا جائداد وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا واقعہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی افریقہ تشریف لے

گئے، وہاں لوگوں نے مختلف ہدیے تحفے لانے شروع کئے، اور دارالعلوم کے چندے کی بھی پیش کش کی، لیکن آپ نے یہ عام اعلان فرمادیا کہ میں یہاں دین کی کچھ باتیں سنانے کے لئے آیا ہوں، سب حضرات اس کے سننے کی طرف متوجہ ہوں کوئی صاحب نہ مجھے ذاتی طور پر کوئی ہدیہ پیش کریں اور نہ دارالعلوم کے لئے یہاں چندہ دیں، جو صاحب دارالعلوم کی اعانت کرنا چاہتے ہیں، وہ براہ راست اپنی رقم دار العلوم کراچی کے پتے پرارسال فرمادیں۔ چنانچہ تقریباً دوماہ کے اس سفر میں آپ نے ان باتوں پر سختی کے ساتھ عمل فرمایا، اور چند انتہائی بے تکلف حضرات کے سوا جن سے آپ کے دیرینہ مراسم تھے، نہ کسی سے کوئی ہدیہ قبول کیا، اور نہ دارالعلوم کے لئے چندہ وصول فرمایا۔

اس اخلاص اور للّٰہیت کا ثمرہ یہ تھا کہ دوماہ کے اس دورے نے نہ جانے کتنے انسانوں کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا، بے نمازی لوگ نمازی بن گئے، بعض عادی قسم کے لوگوں نے ام الخبائث (شراب) سے توبہ کرلی، نوجوانوں نے دین سیکھنا شروع کردیا، اور وہاں کے حضرات اب تک اس دورے کی حسین یادیں بھول نہیں پائے۔ (میرے والد میرے شیخ ۱۶۶)

عارف باللہ حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ کا مثالی زہد

قریبی زمانہ کے بزرگوں میں حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کا زہد واستغناء زبان زد خاص وعام ہے، آپ نے اس دور میں ایسی زاہدانہ زندگی گذاری کہ دورِ صحابہ نظروں میں پھر گیا، دنیا کے دل دادہ لوگوں کی نگاہیں آپ کے زہد کو دیکھ کر خیرہ ہوگئیں، بلاشبہ آپ اس مادیت پرست دور میں سلف صالحین کی روایات کے امین تھے، جس کا ظاہری ثمرہ دنیا نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کے لئے سارے عالم میں قبولیت اتاردی اور ایک خلق خدا آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہوکر راہ ہدایت پرگامزن ہوگئی (آپ کی زندگی کی کچھ جھلکیاں اسی رسالہ کے اخیر میں ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں)

حضرت مولانا علی میاںؒ کا زہد

اسی دور میں ایک ایسی شخصیت کا کردار بھی سامنے آیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

دینوی ترقی کے تمام ذرائع پوری طرح کھول دئے تھے مگر اس شخصیت نے اپنے علمی وقار کے آگے دنیا کی چمک دمک کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہ ذات تھی مفکر اسلام حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ کی، جو اپنے وقت میں عالم اسلام کے مقبول ترین علماء میں تھے، بالخصوص عالم عرب کے بڑے بڑے امراء اور حکمراں آپ کے معتقد تھے، اگر آپ چاہتے تو اپنے اور اپنے اہل خاندان کے لئے مال و دولت کے ڈھیر لگا لیتے، مگر آپ نے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے پوری بے نیازی اور استغناء کے ساتھ حیات طیبہ گذاری، آپ کو کئی بار لاکھوں روپے پر مشتمل ایوارڈ سے نوازا گیا مگر آپ نے یہ خطیر رقومات اپنی ذات کے بجائے علمی اور دینی اداروں اور مستحقین پر خرچ فرمادی، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے، آمین۔

الغرض دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ اس طرز عمل نے ہمارے بڑوں کو وہ اوج ثریا عطا کیا ہے جس کی سر بلندی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور ان کی خدمات میں وہ برکتیں ظاہر ہوئی ہیں جن کا پھل ہم برابر سمیٹ رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہمارا طرز عمل اپنے اسلاف کے طرز عمل سے ہٹتا جا رہا ہے، آج محض ذاتی فائدہ کے لئے دنیا داروں کی خوشامد کا رجحان روز افزوں ہے، اب صرف مال و دولت ہی کو ہم عزت و سر بلندی کا ذریعہ سمجھنے لگے ہیں اور اس مقصد کے لئے ہم نے اپنے علمی اور دینی منصب تک کو داؤ پر لگا دیا ہے، اہل دنیا سے خوش خلقی اور ان کے ساتھ حسن اخلاق کا برتاؤ ممنوع نہیں لیکن خطرہ کی چیز ان کے ساتھ اس طرح اپنے ذاتی اغراض وابستہ کرنا ہے جس سے وہ ہمیں اپنا محتاج سمجھنے لگیں، جو شخص مال داروں سے اس انداز کا تعلق رکھے گا وہ کبھی بھی آزادانہ طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا، اور نہ عند اللہ مقبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ قدم قدم پر اس کی ذاتی مصالح آڑے آتی رہیں گی، اور وہ مجبور ہو کر اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کرتا رہے گا۔ اسی بنا پر قرآن کریم میں جہاں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے وہاں اکثر ان کا یہ اعلان بھی نقل کیا جاتا ہے کہ: ”قل لا اسئلكم عليه اجرا ان اجری الا

Marfat.com

علی رب العالمین ''یعنی میں تم سے اپنی محنت پر کسی صلہ کا مطالبہ نہیں کرتا، میری خدمات پر تو رب العالمین اجر عطا کرے گا، آج بھی ہم تجربہ کر کے دیکھ لیں لوگوں پر اسی شخص کی بات زیادہ زیر انداز ہوتی ہے جو بے غرض اور بے نیاز ہو کر وعظ تذکیر کا فرض انجام دے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کا ایک قیمتی ملفوظ

امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ انسان کو اپنے اندر سورج کی تین صفات پیدا کرنی چاہئے: (۱) ایک یہ کہ مسلسل حرکت میں رہتا ہے، اس میں کبھی اضمحلال نہیں آتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی اپنی دینی محنت برابر جاری رکھنی چاہئے۔ (۲) دوسرے یہ کہ سورج پورے عالم کو بلا کسی امتیاز کے روشنی پہنچاتا ہے، اسی طرح ہمارے ایمان کی روشنی بھی عالم گیر ہونی چاہئے۔ (۳) تیسرے یہ کہ وہ اپنی روشنی اور حرارت پر کبھی کسی اجرت اور معاوضہ کا طلب گار نہیں رہتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی دین کے پہنچانے پر دنیا والوں سے کسی نفع کی امید نہ رکھنی چاہئے۔

حاصل یہ کہ علماء کی سربلندی کا راز اسی زہد و استغناء میں مضمر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''عز المؤمن استغناء ہ عن الناس ''یعنی لوگوں سے بے پرواہ ہونے میں ایمان دار کی عزت ہے۔ (مذاق العارفین ۲۳۶/۳)

یہ صفت ہماری پیشانی کا ٹیکہ اور دینی و دنیوی وجاہت و شرافت کی پختہ ضمانت ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''علماء اگر زہد اختیار کریں تو بڑے بڑے جابر لوگوں کی گردنیں ان کے آگے جھک جائیں لیکن یہ لوگ اپنے علم کو دنیا داروں پر اس نیت سے خرچ کرتے ہیں تا کہ ان کو کچھ مل جائے، اسی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے گر گئے''۔ (تاریخ مشائخ چشت ۱۴۲)

مال و دولت کی عزت عارضی ہے

اس کے برخلاف دنیا کا یہ مال و دولت ہمارے لئے عزت کی چیز نہیں بلکہ یہ سخت آزمائش ہے، جس میں خال خال ہی افراد کھرے اترتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب کسریٰ

Marfat.com

کے خزانے سیدنا حضرت فاروق اعظم ﷛ کے زمانہ میں مدینہ منورہ لائے گئے تو حضرت عبداللہ ابن ارقم ﷛ نے عرض کیا کہ یہ مال بیت المال میں تقسیم کے لئے رکھ دیں، تو حضرت عمر ﷛ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اسے کسی چھت کے نیچے نہیں رکھوں گا تا آں کہ اسے تقسیم نہ کردوں، چنانچہ وہ خزانے مسجد نبوی کے صحن میں رکھ دیے گئے اور رات بھر لوگ اس کی حفاظت کرتے رہے، صبح کو جب حضرت عمر ﷛ نے وہ خزانے کھولے تو ان میں سونے اور چاندی کے سکوں پر نظر پڑی تو آپ رونے لگے، یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷛ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ آج تو شکر خداوندی اور فرحت وشادمانی کا دن ہے، تو حضرت عمر ﷛ نے جواب دیا کہ "بات یہ ہے کہ یہ مال ودولت جب بھی کسی قوم کو دیئے گئے ہیں تو ان میں آپس میں بغض وعداوت ڈال دی گئی ہے"۔(اس خطرہ سے مجھے رونا آرہا ہے) (کتاب الزہد ۲۶۵)

غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ خزانے جنہیں دیکھ کر حضرت فاروق اعظم ﷛ اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے تھے، آج ہمارے لئے سب سے پسندیدہ بن گئے ہیں، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ہمارے قلوب بدل گئے، دوسروں کو برداشت کرنے کی قوت جاتی رہی، اور ادارے تنظیمیں اور جماعتیں مقابلہ آرائی کے میدان میں تبدیل ہوگئیں۔حتی کہ ایک ہی مکتبِ فکر کے افراد کا اتحاد واتفاق خواب وخیال بن کر رہ گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۶)

سخاوت اور مہمان نوازی

دنیا سے بے رغبتی اور استغناء سخاوت کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے جو شخص جتنا زیادہ دنیا سے بے رغبت ہوگا، اتنا ہی خوش دلی سے جود و سخا کرنے والا ہوگا، یہ صفت شرافت کی سب سے مقبول ترین صفت ہے۔ احادیث طیبہ میں بھی اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''سخی شخص اللہ سے قریب ہوتا ہے جنت سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے۔ اور اس کے برخلاف بخیل شخص اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے''۔ اور بے علم سخی اللہ کے نزدیک بخیل عبادت گذار سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

(الترغیب والترہیب ۲۵۸/۳)

''سخاوت اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین صفت ہے''۔ (الترغیب والترہیب ۲۵۹/۳)

اللہ کے ہر ولی کی طبیعت سخاوت اور خوش خلقی پر ہی ڈھالی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب ۲۵۹/۳)

نیز فرمایا کہ سخی گھرانے کی طرف رزق خداوندی اتنی تیزی سے متوجہ ہوتا ہے جتنے میں چھری اونٹ کے کوہان کاٹنے میں کارگر نہیں ہوتی۔ (الترغیب والترہیب ۲۶۰/۳)

اس کے مقابلہ میں بخل اور کنجوسی انسان کو ذلت کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کی بڑی بڑی صفات پر پردہ پڑ جاتا ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو کبھی سچے ایمان دار میں جمع نہیں ہوتیں۔ (۱) بخل (۲)

Marfat.com

بد خلقی۔(الترغیب والترہیب ۳/۲۵۸)

ایک حدیث میں ہے کہ: ''کنجوسی سے زیادہ اسلام کو مٹانے والی صفت اور کوئی نہیں ہے''۔(الترغیب والترہیب ۳/۲۵۷)

نبیِ اکرم ﷺ کی سخاوت

نبی کریم ﷺ اعلیٰ درجہ کی صفت سخاوت سے متصف تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ سے جب بھی کسی نے سوال کیا تو آپؐ نے سائل کو منع نہیں فرمایا''۔(شمائل ترمذی ۲۴)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت کا سب سے زیادہ مظاہرہ رمضان المبارک میں ہوتا تھا، جب آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے تو آپ کی سخاوت کا ایسا زور ہوتا تھا گویا کہ باران رحمت کی ہوائیں چل رہی ہیں''۔(شمائل ترمذی ۲۴)

ایک صحابیہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تازہ کھجوروں کی ایک گچھا اور چند چھوٹے چھوٹے کھیرے لے کر گئی تو آپ نے اس کے بدلہ میں مجھے مٹھی بھر کر زیور اور سونا عطا فرمایا''۔(شمائل ترمذی ۲۴)

حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کچھ سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے تم میری طرف سے کسی سے قرض لے لو جب میرے پاس ہوگا تو ادا کردوں گا، اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے خواہ مخواہ دے دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وسعت سے زیادہ کا مکلف تو نہیں بنایا ہے، آنحضرت ﷺ کو حضرت عمر ؓ کا یہ کہنا ناگوار گذرا، یہ دیکھ کر ایک انصاری صحابیؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپؐ بے فکر ہو کر خرچ کیا کریں اور عرش کی مالک ذات یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمی کا خوف نہ کریں،

Marfat.com

انصاری صحابیؓ کی یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرۂ انور پر تبسم پھیل گیا اور روئے انور سے بشاشت نمایاں ہوگئی اور فرمانے لگے کہ مجھے اسی بات کا حکم ہوا ہے۔ (شمائل ترمذی ۲۴)

دراصل یہ سخاوت توکل کی علامت ہے جس شخص کے دل میں جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہوگا اتنا ہی وہ سخاوت کی صفت سے متصف ہوگا۔

صحابۂ کرام ﷺ کی سخاوت

حضرات صحابہ ؓ کی زندگیوں میں سخاوت کا عنصر بہت نمایاں تھا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا، اسی طرح مہمانوں کی ضیافت کا جذبہ ان کی طبیعت میں رچا اور بسا ہوا تھا، ان صفات میں ہر فرد ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا جس کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سائل کو محروم نہ کرتا، غربت کا زمانہ ہو یا مالداری کا، تنگی ہو یا وسعت کا، ہر حال میں جود وسخاء کے تسلسل میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آتی تھی، حضرات صحابہ ؓ کے حالات اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں جن کو بیان کرنے کے لئے مستقل کتاب چاہئے۔ (اس سلسلہ میں متعدد واقعات احقر کی تالیف: ''اللہ سے شرم کیجئے'' صفحہ ۱۷۰ تا ۱۸۶ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں)

سیدنا حضرت زین العابدینؒ کی جود وعطا

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ سیدنا حضرت زین العابدینؒ کا جب وصال ہوا تو آپ کو غسل دینے والوں نے آپ کی پیٹھ پر کالے کالے نشانات دیکھے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان آٹے کی بوریوں کے نشانات ہیں جنہیں آپ رات میں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے اور مدینہ منورہ کے فقراء اور محتاجوں کو تقسیم کرکے آتے تھے۔ (العلم والعلماء ۲۷۰)

آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ خود اپنے آپ کو بخیل سمجھتے تھے، لیکن جب آپ کا وصال ہوا تو معلوم ہوا کہ مدینہ کے سو غریب گھرانوں کا خرچہ آپ ہی چلاتے تھے، محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینہ کے کچھ لوگ ایسے تھے کہ انھیں پتہ نہ چلتا تھا کہ ان کی روزی کہاں سے آتی ہے۔ (رات میں چپکے سے کوئی دے جاتا تھا) جب حضرت زین العابدین

Marfat.com

کا وصال ہوا تو یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ (العلم والعلماء ۲۷۵)

حضرت زین العابدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ: جس آدمی میں یہ وصف ہو کہ مانگنے والوں کو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہیں ہے، بلکہ سخی وہ ہے کہ جو حقوق اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل طاعت کے لئے لکھ دیئے ہیں ان کو بدون طلب پہلے ہی پہنچا دیا کرے، اور نفس میں اس پر شکریہ لینے کی خواہش نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ثواب ملنے کا یقین ہو۔

(مذاق العارفین ۳/۲۷۷)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے واقعات

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، دیکھا کہ شرکاء مجلس میں ایک شخص کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں تو آپ نے اسے بیٹھے رہنے کا حکم دیا، تا نکہ دیگر اہل مجلس چلے گئے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنے مصلے کے نیچے جو کچھ ہو اسے لے لو اور اپنی ضروریات میں صرف کرلو، اس نے جب مصلی اٹھایا تو اس میں ایک ہزار درہم نکلے جسے وہ لے کر چلا گیا۔ (العلم والعلماء ۳۰۶)

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ قرض کی وجہ سے قید ہو گئے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ان کا سارا قرضہ جو چار ہزار درہم سے زیادہ تھا اپنی طرف سے ادا کر کے انہیں قید سے رہائی دلائی۔ (العلم والعلماء ۳۰۶)

اسماعیل بن حمادؒ کہتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہؒ کے صاحب زادے حضرت حمادؒ استاذ کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لائق ہو گئے تو امام صاحب نے ان کے استاذ کو پانچ سو درہم (اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار درہم) بطور ہدیہ ارسال فرمائے تو وہ استاذ صاحب حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ مجھے اتنا زیادہ انعام دیا گیا؟ امام صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود ان استاذ صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور معذرت کے انداز میں ارشاد فرمایا کہ "جناب! آپ نے میرے بچے کو جو سکھایا ہے اسے حقیر نہ سمجھئے، اللہ کی قسم اس وقت ہمارے پاس اور زیادہ ہوتا تو ہم قرآن کی تعظیم میں

Marfat.com

اسے بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے''۔ (عقود الجمان ۲۳۳)

واقعی یہ ہے سخاوت اور قرآن کی عظمت جس نے امام صاحبؒ کو مقبولیت کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ایک بڑی خصوصیت جس کی مثال شاذ و نادر ہی ملتی ہے، یہ تھی کہ آپ اپنے ہم عصر علماء و مشائخ پر بے دریغ خرچ فرمایا کرتے تھے اور خود ان کی ضروریات کا خیال فرماتے تھے، آپ کا یہ معمول تھا کہ مشائخ کے نام پر سامان تجارت بغداد بھیجتے اور وہاں سے ضرورت کا سامان منگواتے اور اس تجارت میں جو نفع ہوتا وہ اکابر علماء و مشائخ اور محدثین کے لیے سال بھر جمع کرتے رہتے، پھر اس رقم سے ان مشائخ کی ضروریات زندگی، کپڑے، غلہ جات وغیرہ خرید کر ان حضرات کے گھر پہنچاتے اور پھر بھی اگر رقم بچ جاتی تو وہ نقد کی صورت میں ان کو پیش فرما دیتے، اور یہ کہتے کہ ان سے آپ اپنی روزمرہ کی ضرورتیں پوری فرمائیں، اور اللہ کے علاوہ کسی کا شکر نہ ادا کریں، اس لئے کہ میں اپنے مال میں سے آپ کو کچھ نہیں دیتا، یہ تو اللہ کا فضل ہے یہ آپ ہی کے سامان کا نفع ہے، اللہ کی قسم یہ تو اللہ تعالیٰ نے بس میرے ذریعہ آپ تک پہنچایا ہے اور کچھ نہیں۔

(عقود الجمان ۲۳۳)

مسعر بن کدامؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ جب بھی اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ خریدتے تو اتنا ہی دیگر علماء عظام کے لئے بھی خرید فرماتے، جب کپڑا بناتے تو پہلے علماء مشائخ کے لئے انتظام فرماتے، حتی کہ اگر پھل فروٹ خریدنے ہوتے تو پہلے مشائخ کے یہاں خرید کر بھجواتے، پھر اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے خریدتے تھے۔ (عقود الجمان ۲۳۴)

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بہت زیادہ خیر خیرات کرنے والے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے میرے پاس اس قدر کثیر مقدار میں ہدیہ بھیجا کہ مجھے اس کی زیادتی سے ناگواری ہوئی جس کا ذکر میں نے امام صاحبؒ کے بعض شاگردوں سے کیا تو ان

Marfat.com

Marfat.com

شاگردوں نے کہا یہ تو کچھ نہیں، اگر آپ وہ ہدیہ دیکھ لیتے جو امام صاحب نے سعید بن عروبہؒ کو بھیجا ہے (تو اس کی کثرت کے مقابلہ میں) اپنے ہدیہ پر کچھ تعجب نہ کرتے۔ (عقود الجمان ۲۳۴)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے سب پہچان کے لوگوں پر نہایت خرچ کرنیوالے تھے، کبھی آپ کسی کو پچاس دینار دیتے پھر اگر وہ لوگوں کے سامنے شکریہ ادا کرتا، تو آپ کو سخت افسوس ہوتا، اور آپ فرماتے کہ بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، یہ رزق آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ (عقود الجمان ۲۳۵)

امام ابو یوسفؒ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ "میرے استاذ امام ابو حنیفہؒ نے میرے اور میرے گھر والوں کا مکمل خرچ دس سال تک اپنے پاس سے ادا فرمایا ہے اور میں نے آپ سے زیادہ نیک صفات کا جامع کسی شخص کو نہیں دیکھا"۔ (عقود الجمان ۲۳۵)

حسن بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ "میں نے امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے شاگردوں کی ہر ایک جماعت کا ماہانہ وظیفہ اپنی طرف سے مقرر کر رکھا تھا اور سالانہ تحفہ و تحائف کا معمول اس کے علاوہ تھا"۔ (عقود الجمان ۲۳۵)

عبداللہ بن بکر سہمیؒ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں میرا اونٹ والے سے کرایہ پر جھگڑا ہو گیا، امام صاحب بھی سفر میں ہمراہ تھے، وہ اونٹ والا فیصلہ کے لئے مجھے امام صاحبؒ کے پاس لے گیا، امام صاحبؒ نے ہم دونوں کے بیانات سنے، پھر پوچھا کہ اصل اختلاف کتنی مقدار میں ہے، اونٹ والے نے کہا کہ چالیس درہم میں، تو امام صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ لوگوں کی مروت بالکل ہی جاتی رہی (کہ چالیس درہم پر جھگڑا ہونے لگا) عبداللہ کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی اس وسعت ظرفی پر میں تو شرمندہ ہو گیا اور امام صاحبؒ نے اپنی طرف سے اونٹ والے کو چالیس درہم ادا فرمائے"۔ (عقود الجمان ۲۳۷)

امام صاحبؒ کے اس طرز عمل کو سامنے رکھ کر آج ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم ایک ایک روپیہ پر رکشہ والوں سے لڑتے نظر آتے ہیں، ویسے چاہے کتنے روپے خرچ کرلیں گے لیکن رکشہ والے کو ایک روپیہ زائد دیتے ہوئے نہ جانے کیوں جان نکلتی ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے چند واقعات

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جن کے مقام مقبولیت کا ذکر بار بار گذشتہ اوراق میں آچکا ہے، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ وقت کے علماء اور مشائخ پر خرچ فرمایا کرتے تھے، آپ کی سالانہ خیرات کا تخمینہ ایک لاکھ درہم لگایا گیا ہے' (کتاب الزہد مقدمہ ۵۰)

ایک مرتبہ ایک شخص جو سات سو درہم کا مقروض تھا، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی میں مدد کی درخواست کی، حضرت نے اسے ایک تحریر لکھ دی اور کہا کہ فلاں جگہ میرے منشی سے جا کر یہ لکھی ہوئی رقم وصول کرلو، وہ شخص پرچہ لے کر آپ کے منشی کے پاس پہنچا، پرچہ میں سات ہزار درہم لکھے ہوئے تھے، منشی نے اس شخص پوچھا کہ تم نے کتنے درہم کی بات کی تھی؟ اس نے کہا کہ میں نے سات سو درہم مانگے تھے، تو منشی یہ سمجھا کہ حضرت سے سہواً سات سو کے بجائے سات ہزار لکھے گئے ہیں اس لئے اس شخص کو انتظار کرنے کو کہا کہ میں تمہیں تحقیق کر کے بتاتا ہوں اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس رقعہ لکھ کر بھیجا کہ شاید آں جناب سے سہواً سات ہزار لکھے گئے ہیں اب آپ جیسا فرمائیں ویسا معاملہ کیا جائے، اس پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اپنے منشی کو لکھا کہ ''جب یہ تحریر تمہارے پاس پہنچے اور تم اسے سمجھ کر پڑھ لو تو اس شخص کو ۱۴ ہزار درہم ادا کردو''۔ تو اس منشی نے جواب لکھا کہ ''اگر یہی طرز عمل رہا تو بہت جلد سارا سرمایہ جاتا رہے گا''، منشی کے اس جواب پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ناراض ہوگئے اور لکھا کہ ''اگر تم میرے منشی ہو تو میرا حکم نافذ کردو، اور اگر تم مجھے اپنا منشی سمجھتے ہو تو آؤ تم میری جگہ بیٹھو میں تمہاری مسند پر رونق افروز ہوں گا اور تمہارے حکم کی تابع داری کروں گا''۔ (کتاب الزہد مقدمہ ۴۸)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھیوں کو کچھ خرچ نہ کرنے دیتے، بلکہ ان کی سب ضروریات خود پوری فرماتے اور قسم قسم کے کھانوں کا ان کے لئے انتظام فرماتے۔ بہت سی مرتبہ حج کے اسفار میں بھی آپ نے ساتھیوں کا مکمل خرچہ برداشت کیا، حتی کہ ان کے تحفے تحائف بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خود خرید کر عطا

Marfat.com

فرمائے۔(کتاب الزہد مقدمہ ۴۶)

حضرت نانوتویؒ کی سخاوت

ہمارے اکابرؒ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں دیگر اوصاف حمیدہ میں اپنی مثال آپ تھے، وہیں سخاوت میں بھی آپ امتیازی مقام پر فائز تھے، مہمانوں کی کثرت اور مہمان نوازی کے اہتمام میں اپنی معمولی اسی تنخواہ میں جب گذارانہ ہوا تو اپنی اہلیہ کا زیور بیچ ڈالا، اہلیہ بھی تابعدار تھیں بخوشی اجازت دیدی، اور پوری زندگی مہمان نوازی میں اپنے شوہر نامدار کا تعاون کرتی رہیں، حضرت نانوتویؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ ''ہماری سخاوت تو احمد کی والدہ (آپ کی اہلیہ محترمہ) کی بدولت ہے''۔(بیس بڑے مسلمان ۱۱۸)

حضرت شیخ الہندؒ کی مہمان نوازی

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ کی مہمان نوازی بھی ضرب المثل ہے، ''ارواح ثلثہ'' میں لکھا ہے کہ: مولانا شیخ الہند میں تواضع اور مہمان نوازی کی خاص شان تھی، اور اس میں مسلم اور غیر مسلم اور امیر یا غریب کا کوئی امتیاز نہ تھا، بلکہ جو بھی مہمان آپ کے یہاں آتا تھا آپ اس کی نہایت خوشدلی سے خبر گیری فرماتے اور اسے آرام پہنچانے میں دلی مسرت محسوس فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی سخاوت

پھر یہ صفت آپ کے محب ومحبوب شاگرد رشید اور سچے جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی طرف اس طرح منتقل ہوئی کہ جود وسخا اور آپ کا اسم گرامی گویا کہ دونوں لازم ملزوم بن گئے، جہاں بھی حضرت مدنیؒ کا نام لیا جاتا ہے وہاں آپ کی سخاوت وفیاضی اور مہمان نوازی کا تصور قائم ہو جاتا ہے، عام طور پر آپ کے دسترخوان پر ۴۰، ۵۰ مہمان شریک طعام ہوتے تھے، اور آپ دل وجان سے نہایت بشاشت کے ساتھ ان مہمانوں کی خبر گیری فرماتے، بعض لوگ اپنے کام سے دیوبند آتے اور حضرت کے یہاں کھانے کے وقت پہنچ جاتے لیکن حضرت پر قطعاً ناگواری نہ ہوتی، اگر کوئی آپ

سے ملنے والا شخص دیوبند آتا اور کسی دوسرے کے پاس ٹھہر جاتا جاتا یا کھانا کھالیتا تو معلوم ہونے پر آپ باز پرس فرماتے، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ کسی مہمان کے زیادہ ٹھہر جانے پر مہمان خانہ کے بعض خدام نے اسے عار دلا دی تو حضرت مدنیؒ کو انتہائی غصہ آیا اور خدام کے طرز عمل پر سخت تنبیہ فرمائی، آپ خود ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ کھانا اور ناشتہ تناول فرماتے، اخیر عمر میں جب ڈاکٹروں نے آپ کو پرہیز کے لئے بڑا گوشت کھانے سے منع کردیا اور چھوٹے جانور کا گوشت کھانے کی تاکید کی تو آپ نے اس وقت تک ڈاکٹر کے مشورے کو قبول نہ کیا جب تک کہ سب مہمانوں کے لئے چھوٹے گوشت کا انتظام نہ ہوگیا۔ الغرض مہمان نوازی کا ایسا جذبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا کہ اپنا سب کچھ مہمان پر لٹا دینے کے لئے تیار رہتے تھے، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ سردی کے زمانہ میں اپنا لحاف مہمان کو دے دیا اور خود عبا اوڑھ کر رات گذاری، اکثر فرمایا کرتے کہ میری خواہش ہے کہ میرے گھر میں مہمانوں کی ضروریات کے علاوہ اور کوئی چیز نہ ہو، علاوہ ازیں سفر میں تشریف لے جاتے تو کوشش فرماتے کہ ساتھیوں کا ٹکٹ سے لے کر قیام وطعام تک کا صرفہ خود برداشت کریں۔ مدینہ منورہ سے کھجوریں آتیں تو پورے ہندوستان میں اپنے خاص متعلقین کو اہتمام کے ساتھ ہر سال متعینہ حصہ ارسال فرمایا کرتے اور پھر باوجودیکہ مدرسہ کی تنخواہ کے علاوہ آپ کی کوئی مستقل آمدنی نہ تھی آپ کتنے غریب مسکینوں اور بیوگان کو اپنی جانب سے ذاتی طور پر ماہانہ وظیفہ ارسال فرماتے اور جو شخص بھی آپ سے سوال کرتا اسے کبھی رد نہ فرماتے اور وسعت کے مطابق اس کی امداد فرماتے، بسا اوقات دوسروں کی طرف سے قرض ادا کرنے کے مواقع بھی آئے اور آپ نے اپنے متعلقین کے قرض ادا فرما کر اکابر و اسلاف کی سنت زندہ کرنے کی سعادت حاصل کی، آپ کی بے مثال فیاضی کی بنیاد یہ تھی کہ آپ کی نظر میں یہ دنیا کی زیب و زینت ٹھیکروں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی، آپ پوری زندگی اس سے اعراض ہی فرماتے رہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

الحمدللہ آج بھی آپ کے جانشین سیدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا سید اسعد

Marfat.com

صاحب مدنی دامت برکاتہم کے وسیع دسترخوان پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت رائے پوریؒ کے دسترخوان کی وسعت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا دسترخوان بھی بہت وسیع تھا، عام طور پر ۵۰،۶۰ بلکہ بسا اوقات سو سو مہمان موجود رہتے، اور حضرت خوش دلی سے ان کے قیام وطعام کا انتظام فرماتے اور خصوصی مہمان ہوتے تو ان کے لئے حسب موقع تکلفات بھی ہوتے، روپیہ پیسہ کے ساتھ آپ کا معاملہ یہ تھا کہ اکثر جو بھی نذرانہ آتا، چاہے کم ہو یا زیادہ خادموں میں سے جو بھی حاضر ہوتا اسے عنایت فرمادیتے، آپ کے خادم حاجی فضل الرحمٰن خاں کا بیان ہے کہ: ''کئی لاکھ روپے حضرت نے صرف میرے ہاتھوں سے دوسروں کو دلوائے ہیں'' جو اہل علم حضرات آپ کی خدمت میں آتے، چلتے وقت کرائے کے نام پر گراں قدر رقم انہیں عطا فرماتے۔ (بیس برس مسلمان ۶۲۸)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی فیاضی

شیخ الحدیث حضرت قطب عالم مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی اور مہمان نوازی بھی مشہور ومعروف ہے، اخیر زمانہ میں رمضان المبارک کے علاوہ عام دنوں میں بھی سیکڑوں مہمان آپ کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور ضیافت کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں اور متعلقین کو نقد ہدایا سے وقتاً فوقتاً سرفراز فرماتے رہتے جس کی تفصیلات خود آپ کے خلفاء نے بیان فرمائی ہیں۔ (دیکھئے حضرت شیخ الحدیثؒ اور ان کے خلفاء کرام)

حضرت فقیہ الامتؒ کی سخاوت

یہی منظر راقم الحروف نے حضرت فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ کے یہاں دیکھا، کتنے غریب طلباء آپ کے وظائف پر تعلیم حاصل کرتے اور کوئی بھی ضرورت مند آجاتا تو اسے محروم نہ فرماتے، اور آپ کے خدام تو برابر آپ کے عطایا سے سرفراز ہوتے رہتے تھے۔

Marfat.com

ان حضرات اکابر رحمہم اللہ کی زندگیاں ہمارے لئے قابل تقلید اور لائق اتباع ہیں، ہمیں چاہئے کہ ان اخلاق کو اپنا کر دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کے مستحق بنیں، اور جس صفت میں اپنے اندر کوتاہی پائیں اسے دور کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

ایک آسان طریقہ

اللہ کی راہ میں خرچ کی عادت ڈالنے کے لئے ایک نسبۃً آسان اور سہل طریقہ نظر سے گذرا جو مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معمول تھا، آپ کے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی فرماتے ہیں:

''آپ کا یہ معمول تھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ آپ کے پاس جب بھی کوئی رقم آتی تو اس کا ایک معین حصہ فوراً مصارف خیر میں خرچ کرنے کے لئے علیحدہ فرمالیتے تھے، اور طے یہ کیا ہوا تھا کہ آمدنی اگر محنت سے حاصل ہوئی ہے تو اس کا بیسواں حصہ (پانچ فیصد) اور اگر کسی محنت کے بغیر حاصل ہوئی ہے (مثلاً انعام، ہدیہ تحفہ وغیرہ) تو اس کا دسواں حصہ فوراً علیحدہ نکال لیا جائے، آپ کے پاس ہر قسم کی رقم کے اخراجات کی الگ الگ مدیں مقرر تھیں ایک صندوقچی میں مختلف تھیلے یا لفافے رکھے رہتے تھے، جس پر اس مد کا نام درج ہوتا تھا، مثلاً: ''خانگی اخراجات، آمد ورفت کے اخراجات'، وغیرہ۔ اسی صندوقچی میں ایک تھیلا آپ کے پاس ہمیشہ رہتا تھا جس پر ''صدقات ومبرات'' لکھا رہتا تھا، تنگ دستی کا زمانہ ہو یا فراخی کا، آمدنی کا مذکورہ حصہ آپ فوراً اس تھیلے میں رکھ دیتے تھے، اور جب تک یہ حصہ ''صدقات ومبرات'' کے تھیلی میں نہ چلا جاتا اس وقت تک اس آمدنی کا استعمال نہیں فرماتے تھے، اگر دس روپے بھی کہیں سے آئے ہیں تو فوراً اس کے چھوٹے نوٹ بدلوا کر ایک روپیہ اس تھیلے میں رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس طریقۂ کار کی برکت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی خیرات کا مصرف سامنے آتا ہے تو اس وقت سوچنا نہیں پڑتا کہ اس میں رقم کہاں سے دی جائے، بلکہ یہ صدقات ومبرات کا تھیلہ ہر وقت یاد دہانی

Marfat.com

کرا تا رہتا ہے کہ اس کا کوئی مصرف تلاش کیا جائے''۔ (میرے والد میرے شیخ ۱۵۵)

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اولاً انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اور داعیہ ہی پیدا نہیں ہوتا اور کبھی ہوتا بھی ہے تو ہاتھ خالی ہونے کی وجہ سے تمنا دل ہی دل میں رہ جاتی ہے، ایسی صورت میں اگر ہم بھی اپنی آمدنی کا کچھ فیصدی حصہ لازمی طور پر علیحدہ نکال کر اللہ کی راہ خرچ کا اپنے آپ کو عادی بنالیں تو بڑی برکت کی چیز ہوگی، اگر ارادہ کرلیا جائے تو یہ بڑا مشکل کام نہیں اور اس کے فوائد اتنے ہیں جو الفاظ میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔ اسی طرح صدقۂ جاریہ میں بھی ہمیں حتی الوسع بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کہیں مسجد کی تعمیر کی خبر سنتے تو اس میں کچھ نہ کچھ حصہ لینے کی کوشش کرتے، اپنے مدرسہ میں دو کمرے اپنے خرچ سے تعمیر کرائے اور انہیں مسجد پر وقف کردیا، بہت سی کتابیں مدرسہ کے کتب خانے پر وقف فرمائیں اور اپنا ذاتی کتب خانہ بھی وقف فرمادیا جو اس وقت کم از کم ایک لاکھ روپے کی مالیت کی کتابوں پر مشتمل تھا۔ (میرے والد میرے شیخ ۱۵۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

(۷)

ورع وتقویٰ

مقبولیت عند اللہ کے لئے حرام اور مشتبہ معاملات سے حتی الامکان احتراز کرنا بھی لازم ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ ایمان والوں کو تقویٰ کا حکم فرمایا ہے، اور اس کو عزت وشرافت کا معیار بتایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ'' (بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تم میں اللہ سے ڈرنے والا ہو) احادیث طیبہ میں بھی جا بجا تقویٰ کی تاکید فرمائی گئی ہے، ایک حدیث میں آپ نے ایک صحابی کو وصیت فرمائی کہ: ''اِتَّقِ اللّٰہَ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ'' (اللہ سے ڈرتے رہو، اس لئے کہ یہ صفت تمہارے تمام دینی اور دنیوی معاملات اور افعال کو مزین اور خوبصورت بنانے والی ہے، تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ کے خوف سے تمام معاصی اور حرام کاموں سے اپنے کو بچالے، اور یہ بات جبھی حاصل ہوسکتی ہے جب کہ حرام کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی باتوں سے بھی بچے جو دیکھنے میں درجۂ جواز میں آسکتی ہیں اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ وَعِرْضِہٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی

بے شک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان میں مشتبہ چیزیں ہیں جن کا حکم اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے، لہذا جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچتا رہا وہ اپنے دین وعزت کو بچالے گا اور جو شبہ

اَلْحَرَامِ. (مسلم شریف،۲/۲۸) کی چیزوں میں مبتلا ہو گیا وہ (انجام کار) حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کی احتیاط

خود آں حضرت ﷺ شبہ کی چیزوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میں کبھی گھر والوں کے پاس جاتا ہوں تو اپنے بستر پر کوئی کھجور پڑی پاتا ہوں تو اور اسے کھانے کے لئے اٹھا بھی لیتا ہوں لیکن پھر مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو اس لئے اسے وہیں ڈال دیتا ہوں“، اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”انسان اس وقت تک متقین کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ حرج والی چیزوں سے بچنے کے لئے بہت سی ایسی چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن کے انجام دینے میں (بظاہر) کوئی حرج نہیں ہے“۔ (ترمذی، جامع العلوم والحکم ۷۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ سے بچے اور اپنے اور حرام کے درمیان پردہ قائم کرنے کے لئے بہت سی حلال چیزیں بھی چھوڑے رکھے“۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”متقی لوگوں میں تقویٰ اسی وقت باقی رہے گا جب تک کہ وہ حرام سے بچنے کے لئے مباحات کو ترک کرتے رہیں گے“۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ ”متقین کا نام متقین اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ ایسے امور سے بچتے ہیں جن سے عام طور پر بچا نہیں جاتا“۔ (جامع العلوم والحکم ۷۳)

الغرض اللہ کے دربار میں قبولیت حاصل کرنے کے لئے ورع وتقویٰ ایک ناگزیر امر ہے، اور دنیا میں جو مبارک ہستیاں بھی مقبولیت کے منصب پر فائز ہوئی ہیں ان کی زندگیوں میں ورع وتقویٰ کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔

Marfat.com

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے غلام نے آپ کے سامنے کھانا پیش کیا، آپ بھوکے تھے اس لئے آپ نے تحقیق کئے بغیر کھانا نوش فرمالیا، بعد میں غلام سے پوچھا کہ یہ کھانا تم کہاں سے لائے تو اس نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں میں نے ایک قبیلہ میں جھاڑ پھونک کی تھی انہوں نے مجھے اس کی اجرت دینے کا وعدہ کر رکھا تھا، آج میرا ان کے پاس سے گذر ہوا تو وہاں کوئی خوشی کی تقریب ہو رہی تھی تو انہوں نے مجھے یہ کھانا دے دیا۔ یہ سن کر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو تو مجھے ہلاک کر دیتا اور ہاتھ ڈال ڈال کر سارا کھانا قے فرمادیا۔ اور جو کچھ اندر رہ گیا تو پانی پی کر پھر نکالتے جاتے تاکہ پورا معدہ اس شبہ کے کھانے سے صاف کرلیا۔ (العلم والعلماء ۱۴۷) (غالباً شرکیہ کلمات سے اس نے جھاڑ پھونک کی ہوگی، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا معمول تھا)

سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ورع وتقویٰ

خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ورع وتقوی کا ایک ادنی نمونہ یہ ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو آپ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ جو خلیفہ عبدالملک کی بیٹی تھیں ان کے بیش قیمت زیورات کے متعلق آپ نے صاف فرمادیا کہ اے فاطمہ! دو میں سے ایک بات اختیار کرلو، یا اپنے زیور مجھے دیدو میں انہیں بیت المال میں جمع کردوں گا یا پھر میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، اس لئے کہ یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ میں اور زیورات ایک گھر میں رہیں۔ آپ کے اہلیہ نے بھی کمال جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ یہی نہیں اس سے کئی گنا زیادہ بھی زیورات ہوں تو بھی میں انہیں آپ پر ترجیح نہیں دے سکتی، چنانچہ وہ زیورات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لے کر بیت المال میں جمع کروادئے۔ (جامع العلوم والحکم ۲۸۵)

Marfat.com

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ورع وتقویٰ

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وتقویٰ ضرب المثل ہے، آپ کے تمام معاصر کھلے الفاظ میں گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے دور میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی نہیں دیکھا، علی بن حفص کہتے ہیں کہ حفص ابن عبدالرحمٰن امام ابوحنیفہؒ کے کاروبار میں شریک تھے، ایک مرتبہ امام صاحبؒ نے ان کے پاس کچھ سامان فروخت کے لئے بھیجا اور کہا کہ اس میں ایک کپڑا ہے جس میں فلاں عیب ہے، اس لئے جب اسے فروخت کریں تو گاہک سے عیب بیان کردیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ حفص بن عبدالرحمٰن نے وہ سب سامان بیچ ڈالا اور عیب بتانا بھول گئے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس نے وہ کپڑا خریدا ہے، جب امام ابوحنیفہ کو یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے عیب بتائے بغیر سامان بیچ دیا ہے تو آپ نے اس کی ساری آمدنی صدقہ فرمادی، جس کی مقدار بیس ہزار درہم تھی، اور حفص ابن عمر سے کاروباری شرکت ختم کردی۔ (عقود الجمان ۲۴۱)

ایک مرتبہ کوفہ میں کچھ لوگ بکریاں کہیں سے لوٹ مار کر کے لائے اور انہیں کوفہ کے بازار میں فروخت کردیا، وہ بکریاں شہر کی بکریوں میں رل مل گئیں، اور لوٹ کی بکریوں کی شناخت باقی نہ رہی، جب امام ابوحنیفہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہ سکتی ہے تو لوگوں نے جواب دیا کہ سات سال، تو آپ نے کوفہ میں رہتے ہوئے سات سال تک بکری کا گوشت تناول نہیں فرمایا، کہ کہیں یہ وہی چرائی ہوئی بکری کا گوشت نہ ہو۔ (عقود الجمان ۲۴۴)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ایک گھر کی دیوار کے قریب دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے، یحیٰ ابن ابی زائدہ وہاں سے گذرے، امام صاحبؒ کو وہاں بیٹھا دیکھ کر انہوں نے کہا کہ حضرت! دھوپ میں بیٹھنے کے بجائے قریب میں دیوار کے سائے میں تشریف فرما ہوتے تو بہتر ہوتا۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ میرا اس گھر کے مالک پر قرض ہے اگر میں اس کی دیوار کے سایہ سے فائدہ اٹھاؤں گا تو مجھے اندیشہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ قرض پر نفع اٹھانے کی

Marfat.com

وعید میں داخل ہو جائے گا، اور میں اسے گو کہ عام لوگوں پر واجب نہیں سمجھتا، لیکن بات یہ ہے کہ عالم کو اپنے علم پر دوسروں سے زیادہ عمل پیرا ہونا چاہئے۔ (عقود الجمان ۲۴۴)

امام احمد بن حنبلؒ کا عبرت انگیز واقعہ

امام احمد بن حنبلؒ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ تین دن سے بھوکے تھے، کسی سے آپ نے آٹا بطور قرض لیا، گھر والے آپ کی حالت سے واقف تھے انہوں نے جلدی کی وجہ سے آپ کے صاحب زادے صالح (جو سرکاری ملازم تھے) کے تنور میں آپ کی روٹی پکادی، آپ نے پوچھا کہ یہ روٹی کہاں پکائی گئی ہے تو گھر والوں نے بتادیا کہ آپ کے صاحب زادے کا تنور پہلے سے جل رہا تھا اس میں ہم نے پکالی تو آپ نے سرکاری آمدنی (جو عموماً ظالم حکمرانوں کے جبریہ ٹیکس وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے) سے بچتے ہوئے اس تنور میں پکی ہوئی روٹی کھانے سے انکار فرمادیا۔ (العلم والعلماء ۳۳۶)

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کا ورع وتقویٰ

امام وقت عبداللہ بن مبارکؒ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں میں نے کسی سے ایک قلم عاریۃً لیا پھر اسے واپس کرنا بھول گیا، جب واپس اپنے وطن ''مرو'' پہنچا تو دیکھا کہ وہ قلم میرے ساتھ آگیا، تو میں دوبارہ سفر کر کے شام گیا اور قلم کے مالک کو اس کا قلم واپس کیا (حالانکہ اس زمانہ میں یہی لکڑی کے قلم ہوتے تھے، قیمتی قلموں کا تصور بھی نہ تھا) آپ کا مشہور مقولہ ہے کہ ''شبہ کے مال کا ایک درہم رد کرنا میرے نزدیک چھ لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے''۔ (مقدمہ کتاب الزہد ۴۵)

یہ اللہ کے مقبول بندوں کے ورع وتقویٰ کی چند جھلکیاں ہیں جن سے بآسانی اس نتیجہ تک پہنچا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کو اپنے بلند منصب کا کس قدر خیال تھا اور انہوں نے اپنی دینی عزت بچانے کے لئے کس قدر خواہشات اور لذتوں اور راحتوں کو ترک کرنے کی عادت ڈالی تھی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی خدمات میں ایسی برکتیں ظاہر ہوئیں کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی، بعد کے لوگوں میں سے بھی جن خوش نصیب حضرات نے ان پاک باز نفوس

کی زندگیوں کو رہنما بنایا اور ان کی صفات اپنانے کی کوششیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھی قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔

میانجی نور محمدؒ کا تقویٰ

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک شخص نہایت خوشگلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے، کسی نے حضرت میاں جیؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ صاحب بڑے خوش آواز ہیں ان سے نعت سن لیجئے، آپ نے کمال احتیاط کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جواب دیا کہ ''لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنادیتے ہیں اور غناء بلامزامیر کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے، اس لئے اس کا سننا خلاف احتیاط ہے، لہٰذا میں اس کے سننے سے معذور ہوں''۔ (ارواح ثلاثہ ۱۹۱)

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کا ورع وتقویٰ

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر ورع وتقویٰ میں ضرب المثل تھے، ان کی انتہائی احتیاط کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ جب کسی کرایہ کی سواری پر سوار ہونے کا ارادہ فرماتے تو سوار ہونے سے پہلے مالک کو اپنا سارا سامان دکھادیتے تھے، اس کے بعد اگر کوئی شخص اپنا خط بھی لاتا (کہ اسے فلاں جگہ دے دینا) تو فرمادیتے کہ بھائی! میں نے سارا اسباب مالک کو دکھادیا ہے اور یہ اس میں نہیں ہے لہٰذا تم مالک سے اجازت لے لو۔ (ارواح ثلاثہ ۲۱۳)

یہ احتیاط آپ کی طبیعت میں اس قدر رچ اور بس گئی تھی کہ حرام کے شبہ والے لقمہ کو بھی آپ کا معدہ قبول نہ کرتا تھا، اگر کبھی بھول یا غلطی سے مشتبہ مال کھا بھی لیتے تو فوراً قے ہوجاتی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ نے کئی سال سالن سے روٹی نہ کھائی، دریافت کرنے پر فرمایا کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھٹائی پڑتی ہے، اور آموں کی بیع ناجائز طریقہ پر ہوتی ہے اس لئے میں سالن نہیں کھاتا۔ (ارواح ثلاثہ ۲۱۸)

Marfat.com

حضرت نانوتویؒ کی کمال احتیاط

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو حرام اور مشتبہ کھانے سے نفرت تھی اور اس کا احساس بھی جلدی فرمالیتے تھے، دل داری کی وجہ سے گو کہ ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیتے لیکن اگر حرام کا شبہ ہوتا تو واپس آ کر قے فرمادیتے۔ (ایضاً ۲۵۰)

حضرت گنگوہیؒ کا تقویٰ

قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی اور آپ اپنی موروثی جائیدادوں کے متصرف اور وارث ہوئے تو آپ نے سارے کاغذات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کے دادا نے (جو زیادہ متشرع نہ تھے) رہن کی جو زمینیں قبضہ میں کر رکھی تھیں اور ان سے آمدنی حاصل کی جارہی تھی، ان سب کی آمدنیوں کا حساب لگایا، اور اصل مالکوں کو نہ صرف یہ کہ ان کی زمینیں واپس کردیں بلکہ اگر ان زمینوں سے قرض کی رقم سے زائد آمدنی ہوئی تھی تو اسے بھی اصل مالکوں کو لوٹا دیا اور اس سلسلہ میں اپنا مال خرچ کیا، حتی کہ اہلیہ کا زیور بھی بیچ ڈالا تا کہ ناحق اور حرام آمدنی سے حفاظت ہو اور دوسروں کا حق اپنی گردن پر نہ رہے۔

(بیس بڑے مسلمان ۱۶۲، تذکرۃ الرشید ۵۷)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ورع وتقوی کی ایسی مثالیں اور نمونے پیش فرمائے ہیں جو بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے واقعی مینارۂ نور اور ذریعۂ ہدایت ہیں۔ آپ سفر میں مقررہ وزن سے زائد سامان محصول ادا کئے ہرگز نہ لے جاتے۔ ایک مرتبہ سہارن پور سے کان پور جاتے ہوئے کچھ گنے ساتھ تھے، آپ انہیں اسٹیشن پر تلوانے لگے تو ریلوے کا کوئی ملازم تولنے پر تیار نہ ہوا، حتی کہ غیر مسلم بھی کہنے لگے کہ حضرت! اسے تلوانے کی ضرورت نہیں، ویسے ہی لے جائیے، ہم گارڈ سے کہہ دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گارڈ کہاں تک جائے گا، جواب ملا کہ یہ غازی آباد تک

Marfat.com

Marfat.com

جائے گا اور وہاں دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا جو آپ کے ساتھ کان پور تک جائے گا، جہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا، آپ فرمانے لگے بلکہ وہاں میرا سفر ختم نہ ہوگا بلکہ آگے ایک سفر آخرت بھی ہے وہاں کا انتظام کیا ہوگا؟۔ (بیس بڑے مسلمان ۳۵۳)

افسوس! آج ایسے اہل تقویٰ کے دیدار کو آنکھیں ترستی ہیں، بے ٹکٹ سفر کرنا اور محصول ادا کئے بغیر سامان لانا لے جانا معیوب نہیں بلکہ کمال سمجھا جاتا ہے اور قطعاً اس کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ بھی حق تلفی ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ٹی ٹی اور ریلوے ملازم کے کچھ پیسے دے کر بلا ٹکٹ سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے، ایک مرتبہ ایک غریب طالب علم حضرت تھانویؒ کے ساتھ ٹکٹ لئے بغیر ٹرین پر سوار ہو گیا، اگلے اسٹیشن پر جب گارڈ سے ٹکٹ لینے گیا تو گارڈ نے کہہ دیا کہ تم غریب آدمی ہو ویسے ہی سفر کر لو ٹکٹ کی ضرورت نہیں ہے، اس نے یہ بات حضرت تھانویؒ سے آکر نقل کر دی، حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ گارڈ ریلوے کمپنی کا مالک نہیں ہے بلکہ ملازم ہے، لہٰذا اسے یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی مسافر کو بلا کٹ ریل پر سوار کرے، اس لئے جاؤ اور ٹکٹ لے کر سفر کرو۔ (بیس بڑے مسلمان ۳۵۳)

اسی طرح نچلے درجہ کا ٹکٹ لے کر اوپر کے درجہ میں سفر کرنا، نیز اگر کسی کو پاس ملا ہو تو اس کے ذریعہ قانونی اجازت سے زیادہ افراد کو مفت سفر کرانا یا مدت ختم ہو جانے کے بعد اس سے سفر کرنا، یہ سب چیزیں شرعاً جائز نہیں ہیں اور جذبۂ ورع وتقویٰ کے خلاف اور مقام مقبولیت کے منافی ہیں۔ اگر کبھی سفر میں ایسی صورت پیش بھی آجائے تو حساب لگا کر بعد میں زائد رقم کے ٹکٹ خرید کر ضائع کر دینے چاہئیں، تاکہ حکومت کے خزانے تک استحقاقی رقم پہنچ جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

شیخ العرب والعجم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے کمال ورع وتقویٰ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی (گلی قاسم جان) میں تشریف فرما تھے، نماز عصر کا وقت آیا تو خدام نے جماعت کی غرض سے

چٹائیاں بچھادیں، حضرتؒ جب نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور نئی چٹائیوں پر نظر پڑی تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی طرف مخاطب ہوکر پر مسرت لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ناظم اعلی صاحب نے بہت اچھا انتظام فرمایا ہے، حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ یہ ناظم صاحب کا انتظام نہیں بلکہ آپ کے خادم چودھری عبدالرحمٰن کی عقیدت ہے جوکہ چٹائیاں فروخت کرتے ہیں، انہوں نے ہی اس وقت (فروخت کی) چٹائیاں بچھادی ہیں، یہ بات سن کر حضرتؒ کا چہرہ انور متغیر ہوگیا، اوراپنی جگہ سے ہٹ کر فرمایا کہ''ان چٹائیوں کو اٹھادو''۔خدام نے عرض کیا کہ عبدالرحمٰن نے اپنی خوشی سے بچھائی ہیں، حضرت نے فرمایانہیں وہ ان کو غیر مستعمل بتا کر فروخت کرے گا، چنانچہ چٹائیاں اٹھادی گئیں اور دفتر کی چٹائیوں پر نماز ادا کی گئی۔ (حیرت انگیز واقعات ۷۹)

آپ باوجودیکہ جمعیۃ علماء ہند کے بااختیار صدر تھے،لیکن کبھی اپنے ذاتی استعمال کے لئے جمعیۃ علماء کا لیٹر پیڈ استعمال نہ فرماتے بلکہ آپ اپنے لئے نہایت عمدہ کاغذ کا لیٹر پیڈ خود اپنے مصارف سے تیار کرواتے تھے اسی پر خطوط لکھتے، بلکہ جمعیۃ علماء کے متعلق امور بھی اپنے ہی کاغذ پر رقم فرماتے، اپنا ذاتی خرچ آپ نے کبھی جماعت پر نہیں ڈالا، اوراپنے خدام کو تاکید فرماتے رہے کہ''جماعتی اور غیر جماعتی خرچ میں ہمیشہ امتیاز رکھا جائے''۔

(حیرت انگیز واقعات ۷۹)

دارالعلوم دیوبند میں درس کے ذوران حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایام درس کے علاوہ کبھی ایک دن کی تنخواہ بھی مدرسہ سے قبول نہیں فرمائی، حتی کہ استحقاقی اتفاقیہ اورعلالت کی رخصتوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ بسا اوقات مدرسہ کے کام کی سلسلہ میں سفر فرماتے تو بھی سفر کے ایام کی تنخواہ نہ لیتے تھے۔ (حوالہ بالا ۸۰)

مدرسہ کے مال میں احتیاط

ہمارے اکابر رحمہم اللہ اگر چہ دینی خدمات انجام دینے کے لئے مدارس سے متعلق رہے،اورضرورت کی بنا پر ان کی انتظامی ذمہ داریاں بھی انجام دیں لیکن مدارس کے اموال

Marfat.com

اور املاک کے بارے میں جس قدر احتیاط برتی، آج اس کی مثالیں ملنی مشکل ہیں۔ درحقیقت اسی احتیاط اور ورع وتقویٰ نے ان کی خدمات کو قبولیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچادیا تھا، ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہونی چاہئیں۔ ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قیمتی ملفوظ نقل کیا جاتا ہے جس سے حضرات اکابر کی زندگیوں کی ایک جھلک معلوم ہوسکتی ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں:

''مدرسہ کا مال جو ہے بہت خطرناک ہے، بڑے حضرت (مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اور کسی کام سے نہیں لگتا، اس وجہ سے کہ ہم مدرسہ کے مال کے مالک نہیں ہیں، امین ہیں۔ ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا، اپنے تعلق کی وجہ سے اگر کسی کی خیانت کو معاف کروگے تو تم بھی پکڑے جاؤ گے، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں شروع زمانہ میں بھٹیارے کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا، جامع مسجد کے پاس ایک اسماعیل نامی بھٹیارا تھا جو بہت نیک تھا، مسجد سے مدرسہ تک لاتے ہوئے (کھانا) ٹھنڈا ہوجاتا تھا، والد صاحب کھانے کو مدرسہ کے حمام کے قریب رکھوادیتے تھے جس سے وہ گرم ہوجاتا تھا تو والد صاحبؒ مہینہ کے اختتام پر ایک روپیہ مدرسہ میں امداد کے نام پر جمع کرادیا کرتے تھے کہ یہ وقف کے مال سے انتفاع ہوا۔ ایک معمول حضرت سہارن پوریؒ کا سنا ہے اگرچہ دیکھا نہیں وہ یہ ہے کہ مدرسہ میں صدر مدرس کے لئے قالین بچھایا جاتا تھا، حضرت جب سبق سے فارغ ہوجاتے تو قالین پر سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ جاتے حضرت اقدس شیخ المشائخ الحاج احمد علی صاحب محدث سہارن پوریؒ بخاری، ترمذی، کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم محدث ہیں، جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندے کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کے آمد ورفت کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں نے خود پڑھا، اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا

Marfat.com

Marfat.com

تھا، اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی اس لئے وہاں کی آمدورفت کا اتنا کرایہ آمدورفت سے وضع کرلیا جائے۔

میرے پیارو! ان ہی چیزوں کی وجہ سے مدرسہ اس درجہ پہنچا ہے، تم تقویٰ اختیار کروگے تو مدرسہ کے مال میں احتیاط رہے گی، یہ نہ سمجھو کہ کوئی ٹوکنے والا نہیں، اس سے خلاصی نہیں ہوگی، حقوق العباد کی معافی اللہ کے یہاں نہیں ہوتی، کہ یہ بڑی سخت چیز ہے، جیسے تو اللہ کا بندہ ہے جس کا حق مارا ہے وہ بھی اللہ کا بندہ ہے، دو پیسے کے مقابلہ میں سات سو مقبول نمازیں لے لی جائیں گی، اگر اتنی نمازیں مقبول نہیں ہیں تو اس کے بقدر گناہ سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔

میرے پیارو! حقوق العباد سے بہت ڈرتے رہو، اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے اور میرے حضرت رائے پوری کی برکت سے مجھے پہلے ہی دن سے تنخواہ سے وحشت ہوگئی تھی، حضرت نے فرمایا تھا کہ اللہ توفیق دے تو مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو! اللہ کا شکر ہے جو لی تھی وہ بھی ادا کردی، میرے اکابر کا معمول مدرسہ کے معاملہ میں بہت احتیاط کا رہا ہے۔ تمہارے اوپر مدرسہ کا کوئی جانی ومالی حق باقی نہ رہے، تم تو یہی سوچو، ہمیں مدرسہ کے معاملہ میں کیا کرنا چاہئے، باقی تمہارا کوئی حق مدرسہ پر رہ گیا ہو تو اس کا خیال نہ کرو، اللہ کے یہاں بہت کچھ ملے گا۔ (ملفوظات شیخ ۱۶۱، ۲۶۲)

ایک دوسرے ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے یہاں مظاہر علوم میں سالانہ جلسہ میں مدرسین کھانا مدرسہ کے کھانے میں سے نہیں کھاتے تھے، بلکہ اپنے گھروں سے منگا کر کھاتے تھے۔ اسی طرح حضرت ناظم صاحبؒ مطبخ کے سالن کی جانچ جو طلبہ کے لئے بنتا تھا خود نہ چکھتے تھے بلکہ کسی طالب علم ہی سے چکھواتے تھے، اسی طرح مدرسہ کے مہمانوں کے لئے جو پان بنتے تھے اس میں سے نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے گھر سے منگواتے تھے، بعض دفعہ مہتمم صاحب تین تین دن مدرسہ میں رہتے ان کا کھانا گھر سے آتا تھا معمولی سالن دال ہوتی ایک طرف بیٹھ کر ٹھنڈا کھالیتے

تھے، جلسہ میں شرکت کے لئے حضرت مدنیؒ، حضرت رائے پوریؒ تشریف لاتے تو یہ میرے خصوصی مہمان بنتے مدرسہ کا کھانا نوش نہ فرماتے"۔ (ملفوظات شیخ ۱۶۴)

آیئے محاسبہ کریں!

حضرات اکابر اولیاء اللہؒ کے طرز عمل کو سامنے رکھ کر ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ خود ہمارا ورع وتقویٰ کس معیار کا ہے؟ اور خاص کر مدارس اور قومی وملی اداروں کی آمدنیوں میں کس قدر لاابالی پن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اور اپنے ذاتی مفادات کس طرح قومی ملکیت سے استحقاق سے زیادہ حاصل کئے جاتے ہیں؟ اس جانب سنجیدگی سے غور کرنا ضروری ہے، ہمارا یہ مزاج بنتا جارہا ہے کہ ہم ادارے کا کچھ حق ادا کریں یا نہ کریں ہمیں ہمارا حق بلا کم وکاست بلکہ ضابطہ سے بھی زیادہ ملنا چاہئے، آج مدارس میں تعلیمی انحطاط کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمیں اپنے حقوق کی فکر تو ہے مگر فرائض اور ذمہ داریوں سے پہلو تہی عام ہوگئی ہے، اوقات درس کا اتنا اہتمام نہیں ہے جتنا ہونا چاہئے! استاد جیسا کرتے ہیں طلبہ کا بھی وہی مزاج بن جاتا ہے، اس لئے خود ہمیں ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئے جو ہمارے شاگردوں کے لئے بھی رہنما اور لائق تقلید ہو۔

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ کا معمول

مشہور بزرگ حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ قدس سرہ کا معمول تھا کہ اگر کوئی شخص دوران درس ویسے ہی بات چیت کرنے آتا تو فوراً گھڑی دیکھتے کہ اتنے بج کر اتنے منٹ پر آیا ہے اور جب وہ بات کر کے واپس جاتا تو پھر گھڑی دیکھتے اور یہ پورا وقت ایک کاغذ پر جو حضرت کی کتاب میں رکھا رہتا تھا لکھ لیتے اور مہینہ کے ختم پر روزانہ کا حساب جمع کرتے اور جتنے گھنٹے اور دن بنتے اس کی اطلاع دفتر میں بھیج دیتے، کہ اتنے گھنٹے یا اتنے دن کی میری تنخواہ واضع کر لی جائے۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۹۴/۱)

ذرا غور فرمائیں کیا اوقات کا یہ اہتمام ہماری زندگیوں میں پایا جاتا ہے؟ اگر اس میں کوتاہی ہے تو ہمیں جلد از جلد اس نقص کو دور کرنا چاہئے۔ ورع وتقویٰ کا تقاضا یہی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق سے سرفراز فرمائے، آمین۔

Marfat.com

Marfat.com

(۸)

خوف وخشیت

قاسم بن محمدؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ آخر کیا بات ہے جس کی بنا پر یہ عبداللہ بن مبارکؒ ہم سب پر فائق ہیں اور لوگوں میں شہرت کے اس بلند مقام پر پہنچ گئے ہیں، یوں تو وہ بھی ویسی ہی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، یہی حال روزہ، جہاد اور حج کا بھی ہے، پھر آخر ان میں کون سی خوبی ہے؟ میں اسی سوچ میں تھا کہ ایک مرتبہ ہم ملک شام کے راستہ میں ایک گھر میں کھانا کھانے بیٹھے کہ اچانک چراغ گل ہوگیا، ہم میں سے ایک ساتھی باہر چراغ لینے گیا، جب وہ چراغ لے کر واپس آیا اور چراغ کی روشنی میں میری نظر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے چہرے میں پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی پوری ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہے، یہ دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ اسی خوف وخشیت کی وجہ سے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ مقام مقبولیت حاصل ہوا ہے۔ شاید انہوں نے اندھیرے سے قیامت کی اندھیریوں کا تصور کرلیا ہوگا جس کی بنا پر رقت طاری ہوگئی۔ (مقدمہ کتاب الزہد ۴۵)

مقبولیت عنداللہ کے لئے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا لازم ہے، بغیر خوف وخشیت کے انسان گناہوں سے بچ نہیں سکتا، اور جو گناہوں سے نہ بچ سکے وہ خواہ کتنا ہی مقبولیت کا ڈھونگ رچائے، حقیقی مقبولیت کی ہوا بھی نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ خوف وخشیت نہایت قابل قدر ہے، قرآن کریم میں اہل جنت کی جو اہم صفات بیان کی گئی ہیں ان میں خوف وخشیت کی صفت بھی امتیازی شان رکھتی ہے۔ سورۃ النازعات میں فرمایا گیا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ (سورة النازعات)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

اور سورہ مؤمنون میں ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ. (سورة المؤمنون)

البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح اصحاب معرفت علماء کا وصف خاص یہ بیان کیا گیا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. (سورة الفاطر)

اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت اور جلوت میں اللہ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہو اس کو اس سے نفرت ہو۔ (معارف القرآن ۷/۳۲۷)

ربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ کی خشیت نہ ہو وہ عالم کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ (قرطبی ۷/۳۰۷)

اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بہت سی باتیں بیان کر دینے کا نام علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ خشیت کی زیادتی ہو۔ (معارف القرآن ۷/۳۲۷)

سفیان ثوریؒ کا مقولہ ہے کہ اللہ کا خوف ہی انسان کو عبادت کا حوصلہ اور قوت بخش سکتا ہے۔ (العلم والعلماء، ۳۵۸)

اللہ کے خوف سے رونا

اللہ تعالیٰ کی خشیت سے دل نرم ہو جاتے ہیں جس کا اظہار گرم گرم آنسوؤں سے ہوتا ہے، پھر یہ آنسو کے قطرات زندگی بھر کے گناہوں کی آگ کو لمحوں میں بجھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خشیت کے اثر سے نکلے ہوئے آنسو کے قطرے بڑے محبوب اور پسندیدہ

Marfat.com

ہیں۔آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اللہ کی خشیت سے اس کی آنکھیں بھر آئیں، یہاں تک کہ زمین پر اس کے آنسو گر پڑے تو اس کو قیامت میں عذاب نہیں دیا جائے گا''۔(الترغیب والترہیب ۴؍۲۲۸)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہوگا وہ جہنم میں نہ داخل ہوگا۔یہاں تک کہ جانور کے تھن سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ تھن میں نہ چلا جائے۔(یعنی جس طرح تھن میں دوبارہ دودھ جانا محال ہے اسی طرح اس شخص کا جہنم میں جانا بھی محال ہے)''۔(الرقۃ والبکاء ۱۴۱، الترغیب والترہیب ۴؍۲۲۹)

اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَاتَبْكُوْنَ ۔(کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو) تو اسے سن کر''اصحاب صفہ''اتنا روئے کہ ان کے آنسوان کے چہروں اور رخساروں پر بہنے لگے،جب آنحضرت ﷺ نے ان کی آواز سنی تو آپ کو رونا آ گیا اور آپ کو روتا دیکھ کر سب اہل مجلس بھی گریہ وبکاء میں مبتلا ہو گئے،اس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:اللہ کے ڈر سے رونے والا جہنم میں نہ جائے گا اور گناہ پر اصرار کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا،اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جو گناہ کرے گی پھر اللہ تعالیٰ اسے مغفرت سے سرفراز فرمائیں گے،(تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری کا ظہور ہو)۔(الترغیب والترہیب ۴؍۲۲۹)

پیغمبر علیہ السلام کی خشیت

آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ صفت خشیت سے متصف تھے،ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ:''میں نے آنحضرت ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارکہ سے ایسی آواز آ رہی تھی گویا کہ چکی چل رہی ہو،اور ایک روایت میں ہے کہ:ایسی آواز تھی گویا کہ دیگچی میں کوئی چیز پک رہی ہو''۔(الترغیب ۴؍۲۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے

Marfat.com

سنا، کہ آپ فرمارہے تھے: ''دو عظیم چیزوں کو کبھی مت بھولنا'' ہم نے عرض کیا کہ وہ دو عظیم چیزیں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) جنت۔ (۲) اور جہنم۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں کے بعض حالات ذکر فرمائے، پھر اس قدر روئے کہ آپ کے مبارک آنسو آپ کی داڑھی کے دونوں طرف بہنے لگے، اور اخیر میں یہ ارشاد فرمایا کہ: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تمہیں آخرت کے ان حالات کا علم ہو جائے جن کو میں جانتا ہوں تو تم (ناز ونعم چھوڑ کر) جنگلوں میں چلے جاؤ، اور اپنے سروں کو خاک آلود بنالو''۔ (الرقۃ والبکاء، ۹۷)

سالم بن عبداللہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کبھی کبھی یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَبْکِیَانِ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ وَتَشْفِیَانِنِیْ مِنْ خَشْیَتِکَ مِنْ قَبْلُ أَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَالأَضْرَاسُ جَمْرًا. (الرقہ والبکاء ۵۸)

اے اللہ: آپ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرمائیں جو آپ کے ڈر کی وجہ سے بہت زیادہ آنسو بہا کر میرے دل کو سکون بخشیں قبل اس کے کہ آنسو خون میں اور ڈاڑھیں خشک ٹھیکروں میں تبدیل ہو جائیں (یعنی موت آجائے)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رقت قلبی

امیر المؤمنین سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انتہائی رقیق القلب تھے، بالخصوص قرآن کریم کی تلاوت کے وقت آپ بے قابو ہو جاتے (حلیۃ الاولیاء ۱/۳۰، الرقۃ والبکاء ۱۰) اور ساتھ میں خوف وخشیت کا حال یہ تھا کہ کبھی فرماتے ''کاش میں ایک پودا ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا''۔ کبھی اپنی زبان پکڑ کر فرماتے: ''اسی نے خطرہ کے موقع پر لا کھڑا کیا ہے''۔

(العلم والعلماء، ۱۳۶)

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جذبہ خوف وخشیت

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قدر روتے تھے کہ آپؓ کے چہرۂ انور پر آنسوؤں

Marfat.com

سے دو کالی دھاریاں بن گئی تھیں، کبھی آپ زمین سے تنکا اٹھاتے اور فرماتے: ''کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میری پیدائش ہی نہ ہوئی ہوتی، کاش! میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا، کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش! میرا نام ونشان بھی نہ ہوتا''۔ آپ کا یہ مقولہ مشہور تھا کہ: ''اگر میدان محشر میں یہ اعلان ہونے لگے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے سوا تم سب لوگ جنت میں چلے جاؤ، تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ رہ جانے والا آدمی شاید میں ہی ہوں، اگر یہ اعلان ہونے لگے کہ اے جہنمیو! ایک آدمی کے سوا تم سب جہنم سے نکل جاؤ تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا''۔ (العلم والعلماء ۱۶۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تضرع وزاری

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شدت خشیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے آنسوؤں کو چلو میں بھر بھر کر دوسری طرف ڈال رہے تھے۔

(العلم والعلماء ۲۰۱)

سیدنا حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی خشیت

حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جب وضو فرماتے تو آپ کا رنگ پیلا پڑ جاتا، گھر والے پوچھتے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو آپ جواب دیتے کہ تمہیں کیا پتہ کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں، اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کپکپی طاری ہو جاتی، پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: تمہیں پتہ نہیں میں کس کے سامنے کھڑا ہو کر مناجات کروں گا۔ (العلم والعلماء ۲۷۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خشیت کا عالم

خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ روئے، انہیں دیکھ کر ان کی اہلیہ فاطمہ بھی رونے لگیں، اور دیگر گھر کے لوگ بھی رونے لگے، مگر یہ کسی کو پتہ نہ تھا کہ کیا چیز رلانے کا سبب بنی؟ جب افاقہ ہوا تو فاطمہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے پوچھا

Marfat.com

کہ امیر المؤمنین! آپ کس وجہ سے روئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ تصور آ گیا تھا کہ ایک دن ساری کائنات کے لوگ اللہ رب العزت کے سامنے حاضر ہوں گے اور ان میں ایک فریق جنتی ہوگا اور ایک جہنمی، اور یہ فرما کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (العلم والعلماء ۲۸۷)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے چند واقعات

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کے رونے کی آواز رات میں گھر کے باہر تک سنائی دیتی، حتی کہ آپ کے پڑوسی آپ کے حالت پر ترس کھانے لگتے، یحیٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالست و مصاحبت اختیار کی جب میں آپ کے چہرے کو دیکھتا تھا تو فوراً مجھے احساس ہو جاتا تھا کہ وہ اللہ رب العزت سے ڈرنے والے ہیں، قاسم بن معنؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات میں امام ابو حنیفہؒ نے یہ آیت پڑھی: ''بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ'' (سورۃ القمر ۴۶) (بلکہ قیامت ہے ان کے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی) تو پوری رات نہایت گریہ وزاری کے ساتھ یہی آیت دہراتے رہے۔ (عقود الجمان ۲۲۴)

عبد الرزاق بن ہمام کہتے ہیں کہ میں جب بھی امام ابو حنیفہؒ کو دیکھتا تو آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر رونے کے آثار محسوس کرتا تھا، یزید بن کمیتؒ جو خود بھی اللہ نیک بندوں میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے انتہائی خشیت فرمانے والے تھے۔ ایک مرتبہ علی بن حسین موذن نے عشاء کی نماز میں سورۂ زلزال پڑھائی، امام ابو حنیفہؒ بھی جماعت میں شریک تھے، جب نماز ختم ہوئی اور لوگ چلے گئے تو میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ متفکر بیٹھے ہیں اور ان کا سانس تیز چل رہا ہے، میں نے سوچا کہ مجھے یہاں سے اٹھ جانا چاہئے تا کہ ان کی یکسوئی میں کوئی خلل نہ آئے، چنانچہ میں چراغ جلتا چھوڑ کر مسجد سے چلا آیا، پھر صبح صادق کے وقت میں مسجد پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہیں اور اپنی داڑھی پکڑ کر یہ دعا کر رہے ہیں کہ ''اے وہ ذات جو رائی کے دانے

Marfat.com

کے برابر بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اے وہ ذات جو رائی کے دانے کے برابر برائی کا بدلہ برائی سے دینے والی ہے تو اپنے بندے نعمان (ابوحنیفہؒ) کو جہنم اور جہنم سے قریب کرنیوالی چیزوں سے نجات عطا فرما، اور اپنی وسعت رحمت میں اسے داخل فرما"۔ (عقود الجمان ۲۲۵)

یحییٰ بن نصر کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب امام ابوحنیفہؒ کے دوست تھے جس کی بنا پر میں کبھی کبھی امام صاحبؒ کے یہاں رات میں سو جاتا تھا تو میں دیکھتا کہ امام ابوحنیفہؒ پوری رات نماز میں مشغول رہتے اور میں چٹائی پر ان کے آنسوؤں کے گرنے کی آواز اس طرح سنا کرتا تھا گویا کہ بارش ہو رہی ہو۔ (عقود الجمان ۲۳۰)

مؤمن اللہ کی یاد میں نہ روئے تو کیا کرے؟

حضرت حمزہ اعمیٰؒ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ مجھے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں لے گئیں، اور عرض کیا کہ حضرت! میں اپنے اس بچے کو آپ کی خدمت میں چھوڑنا چاہتی ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس سے اسے نفع ہو، حمزہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے اجازت دے دی، چنانچہ میں حضرت کے پاس آنے جانے لگا، تو ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا کہ: "بیٹے! آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ فکرمند رہا کرو، امید ہے کہ تم اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔ اور تنہائی کے لمحات میں رویا کرو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حالت پر مطلع ہوکر تمہارے آنسو بہانے پر ترس کھائیں گے پھر تم کامیاب اور بامراد ہو جاؤ گے"۔ حمزہ کا بیان ہے کہ خود حضرت حسنؒ کا حال یہ تھا کہ کبھی جب میں ان کے گھر جاتا تو انہیں روتا ہوا پاتا، اسی طرح کبھی لوگوں کے مجمع میں ان پر رقت طاری ہوتے دیکھتا، اور کبھی نماز پڑھنے کی حالت میں ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی، مجھ سے یہ کیفیت دیکھ کر رہا نہ گیا، بالآخر ہمت کر کے ایک دن میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ آخر اتنا زیادہ روتے کیوں ہیں؟ یہ سن کر آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا: "بیٹے! اگر مؤمن نہ روئے تو آخر کیا کرے؟" "میرے عزیز! یہ رونا ہی رحمت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اس لئے اگر تم

Marfat.com

سے یہ ہو سکے کہ تمہاری ساری عمر بس روتے ہی گذر جائے تو ایسا ضرور کر لینا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں دیکھیں گے تو تم پر نظر رحمت فرمائیں گے پھر تم جہنم سے نجات پا جاؤ گے۔ (الرقۃ والبکاء، ۵۵، ۵۶)

رونا کیسے آئے؟

احمد بن اسحٰق حضرمی فرماتے ہیں کہ میں نے مشہور بزرگ حضرت صالح المریؒ سے یہ ارشاد سنا ہے کہ: ''رونے کے اسباب متعدد ہیں' (۱) اپنے گناہوں کے بارے میں غور کرنا۔ (۲) اگر دل اس پر نرم ہو جائے تو فبہا، ورنہ آدمی میدان محشر اور قیامت کے ہوش ربا حالات پر غور کیا کرے۔ (۳) اگر اس پر بھی رقت نہ طاری ہو تو پھر جہنم اور اس کے ہولناک حالات کا تصور کرے۔ یہ ارشاد فرما کر حضرت صالح نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے اور اہل مجلس میں بھی چیخ و پکار مچ گئی۔ (الرقۃ والبکاء لابن ابی الدنیا ۶۲)

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ: جو شخص جتنا کم گنہگار رہو گا اتنا ہی اس کا دل نرم ہو گا۔

(الرقۃ والبکاء، ۷۵)

رونے کا اخفاء

محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اپنی رقت کو اس قدر مخفی رکھتا ہے کہ سوتے وقت اگرچہ وہ اور اس کی بیوی ایک تکیہ پر سر رکھتے تھے اور اس شخص کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے اس کے رخساروں کے نیچے تکیہ کا حصہ بھیگ جاتا تھا، مگر اس کی بیوی کو اس کے رونے کا احساس نہ ہوتا تھا۔ اور ایسے حضرات کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے صف میں کھڑا ہوتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے، مگر قریب میں کھڑے ہونے والے کو اس کے رونے کا احساس تک نہ ہو پاتا تھا (یعنی کمال ضبط میں رونے کی معمولی آواز بھی نہ نکلتی تھی)

(الرقۃ والبکاء، ۱۳۵)

Marfat.com

قابل رشک بے قراری

مشہور عابد وزاہد بزرگ حضرت زہیر سلولی فرماتے ہیں کہ قبیلہ ''بلعنبر'' کا ایک شخص ہروقت رویا کرتا تھا، تو اس سے ایک دوسرے شخص نے جو اس کا دوست تھا جھڑک کر کہا کہ آخر کیا بات ہے کہ تم ہروقت روتے ہی رہتے ہو؟ تو اس شخص نے روتے ہوئے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

بَكَيْتُ عَلَى الذُّنُوبِ لِعُظْمِ جُرْمِي   وَحُقَّ لِكُلِّ مَنْ يَعْصِي الْبُكَاءُ

فَلَوْ كَانَ الْبُكَاءُ يَرُدُّ هَمِّي   لَأَسْعَدَتِ الدُّمُوعَ مَعًا دِمَاءُ

(میں اپنے عظیم جرم کی وجہ سے گناہوں پر روتا رہتا ہوں، اور جو بھی اللہ کا نافرمان ہو اس پر رونا لازم ہے، پس اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہ رونا میری مشکلات کو ٹلا دے گا تو (رونے میں) خون کے قطرات آنسوؤں کا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں گے)

یہ شعر پڑھ کر وہ شخص روتے روتے بے ہوش ہو گیا، اور اس کا دوست اسے چھوڑ کر چلتا بنا۔ (الرقۃ والبکا ۱۴۲)

یہ اللہ کے ان مقبول بندوں کے کردار کی چند جھلکیاں ہیں جو اپنے دور میں لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے اور جن کی چشم ابرو پر کتنے انسان مرمٹنے کے لئے تیار رہتے تھے، واقعی جو اللہ سے ڈرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کی تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ ہمارے اکابر بھی خوف وخشیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، وہ اگرچہ اپنے کمال اخلاص کی وجہ سے عام طور پر خشیت کے آثار کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے، لیکن ان کے معاملات، طرز عمل اور زندگی کی ہر ہر ادا سے اس بات کا واضح طور پر اظہار ہوتا تھا کہ ان کا دل جذبۂ خشیت سے پوری طرح معمور ہے، اور وہ اپنے ہر کام میں آخرت کی باز پرس کا خیال رکھتے تھے، اور کبھی کمال ضبط کے باوجود خشیت اور گریہ وبکا کا اس طرح اظہار بھی ہو جاتا کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹنے لگتا۔

حضرت گنگوہیؒ کا مبارک حال

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی قطب عالم حضرت

Marfat.com

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"سچ علم کا ثمرہ یعنی بے نیاز خدا کا خوف اور خشیت جیسا آپ کے قلب میں تھا، شاید زمانہ کی آنکھوں نے کہیں نہ دیکھا، مگر ضبط اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اظہار مشکل تھا، جس وقت اخیر شب میں تحریمہ باندھ کر اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہوتے اور دست بستہ عرض معروض شروع فرماتے تو آپ پر وہ حالت نمایاں ہوتی تھی جو شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے وقت غلام پر ہونی چاہئے: بسا اوقات آپ پر گریہ طاری ہو جاتا، آواز بھرا جاتی ہچکی بندھ جاتی، آنکھوں سے آنسوؤں کے تار موتیوں کی لڑیاں بن کر بہتے اور سارے بدن پر ایک رعشہ پیدا ہو جاتا تھا، شہنشاہی فرمان یعنی مقدس قرآن کی آیات آپ پڑھتے اور تغیر حال کے سبب رک جاتے تھے، پھر شروع فرماتے اور پھر ٹھہر جاتے تھے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک آیت شریفہ پر آپ نے صبح کردی کہ اس کو بار بار دہراتے اور اعادہ فرماتے تھے"۔ (تذکرۃ الرشید ۱۹۱)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا الحاح وزاری

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اگرچہ انتہائی عدیم الفرصت تھے اور پورا دن درس وتدریس، ضیافت اور قومی وملی امور کی تکمیل میں گذرتا تھا، لیکن بایں ہمہ نماز تہجد کی ایسی پابندی تھی کہ سفر یا حضر میں کبھی اس معمول میں فرق نہ آتا اور اس وقت آپ پر ایسا گریہ وبکا کا عالم طاری ہوتا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ "آپ بیتی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحبؒ اور حضرت مدنی قدس سرہ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا، بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی جس کی آنکھ سونے کے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہندی کے دوہے درد سے پڑھا کرتے تھے میں ہندی سے واقف نہیں اس لئے

Marfat.com

Marfat.com

مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے، جیسے کوئی بچہ کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو"۔ (آپ بیتی ۱۰۶/۴)

فدائے ملت حضرت اقدس مولانا سید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"آپ اخیر شب میں اپنے کمرے میں تشریف لاکر تہجد میں مصروف ہو جاتے، اگر میرا کبھی اس وقت آپ کے کمرے میں جانا ہوا تو اکثر آپ کو زار و قطار روتے دیکھا، پاس ہی تولیہ رکھا رہتا تھا وہ اس طرح تر ہو جاتا تھا کہ جیسے کسی نے اسے ابھی دھوکر ڈال دیا ہو"۔ (حیرت انگیز واقعات ۸۴)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک نہایت قیمتی ملفوظ

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب علم حقیقی کی علامت خشیت اللہ ہے تو ہر عالم یا طالب علم کو بار بار اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ یہ علامت اس میں پیدا ہوئی یا نہیں؟ اور مثال دے کر فرماتے کہ جب کوئی مسافر ریل گاڑی میں سوار ہو کر کسی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے تو وہ بار بار کھڑکی سے منہ نکال کر دیکھتا ہے کہ اب کون سا اسٹیشن آیا ہے؟ اگر وہی اسٹیشن راستے میں پڑ رہے ہیں جو منزل مقصود کے راستے میں آیا کرتے ہیں تو مطمئن ہو جاتا ہے، اور انہی اسٹیشنوں سے اندازہ لگاتا ہے کہ منزل کتنی دور ہے؟ اور اگر اسٹیشن ایسے نامانوس آنے لگیں جو اس منزل کے راستے میں نہیں پڑتے تو سمجھ جاتا ہے کہ گاڑی کسی اور رخ پر جارہی ہے اور گھبرا کر گاڑی بدلنے کی فکر کرتا ہے، اسی طرح علم کے مسافر کو بار بار اپنے دل کی کھڑکی میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ "خشیت اللہ" کا اسٹیشن آیا یا نہیں، اگر اس اسٹیشن کے کچھ آثار معلوم ہوتے ہیں تو سفر صحیح سمت میں ہو رہا ہے، لیکن اگر خشیت، تواضع، انابت الی اللہ اور اتباع سنت کے بجائے بے فکری، تکبر و انانیت، جب جاہ و مال اور نفس پرستی کے اسٹیشن آرہے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کسی غلط گاڑی میں سوار ہے، اور یہ گاڑی اسے علم کی اس منزل تک نہیں پہنچا سکتی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مطلوب ہے۔ (میرے والد شیخ ۱۳۸)

ایک اہم ترین مسنون دعا

اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہ دعا تلقین فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا. (الحزب الاعظم)

اے اللہ ہمیں اپنا اتنا خوف نصیب فرمایئے جس کی وجہ سے آپ ہمارے درمیان اوراپنی نافرمانیوں کے درمیان حائل ہوجائیں، اوراپنی اتنی فرماں برداری عطا فرمایئے جس کے سبب آپ ہم کواپنی جنت تک پہنچادیں،اوروہ یقین عطافرمائیں جس کی وجہ سے آپ دنیا کی مصیبتوں کا جھیلنا ہم پرآسان کردیں،آمین۔

یہ دعااس قابل ہے کہ معنی کا استحضار رکھ کرہم اس کا ورد کیا کریں،اللہ تعالیٰ اس دعا کو ہم سب کے حق میں قبول فرمائیں،آمین۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۹)

علماءکرام کیلئے کچھ کار آمد باتیں

مشہور مصنف امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر قرطبی اندلسیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے علم دین کی اہمیت اور علماء کے فضائل اور ان کی ذمہ داریوں سے متعلق ایک جامع ترین کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کے نام سے تالیف فرمائی ہے جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک شاہ کار کتاب قرار دی گئی ہے، بعد میں بیروت (لبنان) کے ایک عالم جلیل شیخ احمد بن عمر المحمصانی (المتوفی ۱۳۴۹ھ) نے اس دقیع کتاب کو مختصر کرنے کا کام انجام دیا، موصوف نے غیر ضروری اسانید اور مکررات کو حذف کر کے کتاب سے استفادہ کو آسان بنادیا۔ احقر کو اس کتاب کے مطالعہ کی سعادت ملی تو مطالعہ کے دوران کچھ مفید باتیں احقر نے نوٹ کرلیں۔ اور آسانی کے لئے عنوانات لگادیئے اور کہیں کہیں کچھ تشریح بھی کردی، امید ہے کہ ان قیمتی جواہر پاروں سے قارئین کو فائدہ ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں:

علم کا خلاصہ

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ لوگوں کے علم کا خلاصہ سب کا سب صرف چار باتوں میں ہے: (۱) یہ کہ آدمی اپنے رب کو پہچانے۔ (۲) یہ کہ آدمی یہ جانے کہ رب العالمین نے اس کے ساتھ کیا کیا احسانات فرمائے ہیں؟ (۳) یہ جانے کہ رب اس سے کیا چاہتا ہے؟ (۴) اور یہ کہ یہ پہچانے کہ کن باتوں سے وہ رب کی نافرمانی سے نکل سکتا ہے؟ (مختصر جامع بیان العلوم ۲۷، ۲۸)

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ جو علم مذکورہ چار باتوں کی طرف انسان کی رہنمائی کرے اور ان پر عمل کرنے کی طرف راغب کرے وہی علم دراصل نفع بخش ہے۔ اور جس علم سے یہ باتیں حاصل نہ ہوں وہ علم کہلائے جانے کے لائق نہیں۔

علم کیسے حاصل ہوگا؟

امام مالک ؒ فرماتے تھے کہ یہ علم اس وقت تک کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ کچھ نہ کچھ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا ذائقہ نہ چکھ لے۔ (مختصر جامع بیان العلوم ۸۸)

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جو شخص علم دین مالی وسعت اور اپنے اعزاز کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا، اس کے برخلاف جو شخص ذلت و عاجزی، تنگ دستی اور علم کے اکرام کے ساتھ اسے حاصل کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔ (مختصر جامع بیان العلوم ۸۹)

تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ ناز نعم اور فارغ البالی میں علم دین پڑھنے والے طلبہ عموماً علمی گیرائی حاصل نہیں کرپاتے، کیونکہ مالی وسعت کی وجہ سے ان کی توجہات علم سے زیادہ آسائش و زیبائش کی طرف لگی رہتی ہیں۔ اس لئے مال دار گھرانہ کے طلبہ کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ طالب علمی کے زمانہ میں ان کے پاس جیب خرچ کی زیادہ رقم نہ رہنے دیں۔

صبر، زہد اور تواضع کی حقیقت

ابراہیم ابن اشعث کہتے ہیں کہ میں نے مشہور عارف باللہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مصیبت پر صبر کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ: ”صبر کا مطلب یہ ہے کہ تم ان مصیبتوں کو کسی سے بیان نہ کرو“، پھر میں نے ”زہد“ کی حقیقت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ: ”زہد قناعت کا نام ہے اور یہی اصل میں غنیٰ ہے“، اس کے بعد میں نے ”ورع“ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ”گناہوں اور محرمات سے بچنے کا نام ورع ہے“، اسی طرح میں نے جب تواضع کی حقیقت کے بارے میں معلوم کیا تو حضرت نے فرمایا کہ: ”تواضع یہ ہے کہ تم حق بات سامنے آنے پر سر تسلیم خم کردو اگرچہ اس حق بات کا بیان کرنے والا شخص لوگوں میں سب سے بڑا جاہل کیوں نہ

Marfat.com

ہو؟ (یعنی یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے بلکہ اس کی کہی ہوئی بات پر دھیان دو اگر وہ حق ہو تو اسے قبول کرنے میں تامل نہ کرو، یہی تواضع ہے) (مختصر جامع بیان العلم ۹۴)

تین نصیحتیں

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹے! لوگوں کو دکھلانے، ان سے جھگڑا کرنے یا فخر ومباہات کے لئے کبھی علم مت حاصل کرنا، اور تین باتوں کی وجہ سے کبھی علم کی تحصیل میں کوتاہی مت کرنا۔ (۱) ناواقف رہنے کا شوق۔ (۲) علم سے بے رغبتی۔ (۳) اور علم سیکھنے سے شرم۔ (مختصر جامع بیان العلم ۹۷)

یعنی مذکورہ تین باتوں کی وجہ سے علم حاصل کرنا مت چھوڑنا۔

علم کے ساتھ حلم کی اہمیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یقین (کامل) سے کم کوئی چیز نہیں اتاری، اور لوگوں میں سب سے زیادہ کم "صفت حلم" تقسیم فرمائی ہے اور کوئی چیز دوسری چیز سے مل کر اتنی مزین اور خوبصورت نہیں ہوتی جتنی صفت علم حلم کے ساتھ مل کر مزین ہوتی ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۱۴)

یعنی جس شخص میں کمال علم کے ساتھ بردباری اور ناگوار باتوں پر تحمل کی صفت بھی پائی جائے تو اس کی عزت وشرافت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

عالم کامل کی تین پہچان

علماء سے یہ بات منقول ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنی میں عالم کہلائے جانے کے لائق نہیں ہے جب تک کہ اس میں تین صفات نہ پائی جائیں: (۱) علم میں اپنے سے کم تر کو حقیر نہ سمجھے۔ (۲) اپنے سے برتر سے حسد نہ رکھے۔ (۳) اور اپنے علم پر کوئی قیمت نہ لے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۱۹)

Marfat.com

Marfat.com

منصف مزاجی

علامہ ابن عبدالبر قرطبیؒ نے فرمایا کہ: ''علم کے آداب و برکات میں سے یہ بات ہے کہ آدمی منصف مزاج ہو، کیونکہ جو شخص منصف نہ ہو تو نہ تو وہ خود سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے سمجھایا جاسکتا ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۱۹)

امام محمد بن عمر واقدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام مالکؒ سے سنا کہ: ''جب عباسیؒ خلیفہ ابو جعفر منصور حج کے لئے آئے تو انہوں نے مجھے بلا کر یہ پیش کش کی کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں آپ کی تالیف ''مؤطا'' کے مختلف نسخے تیار کرا کے اس کا ایک ایک نسخہ عالم اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں بھجوادوں اور وہاں کے لوگوں کو اس کا پابند بناؤں کہ وہ ہر معاملہ میں اسی کتاب کا اتباع کریں اور اس کے خلاف جو آراء و اقوال ہیں انہیں ترک کردیں، اس لئے کہ اس کتاب میں تمام باتیں اہل مدینہ سے مروی ہیں جو نہایت درجہ قابل اعتبار ہیں، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس پیش کش پر میں نے جواب دیا کہ ''امیر المؤمنین! آپ اس کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں اس لئے کہ مختلف علاقوں میں حضرات صحابہ ؓ اور دیگر معتبر علماء کے اقوال و آراء پہلے ہی پہنچ چکے ہیں اور ہر علاقہ کے لوگ عرصۂ دراز سے ان پر عمل کرتے آرہے ہیں، اب انہیں ان کے عقیدہ سے ہٹانا بہت مشکل ہوگا، اس لئے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، جس رائے پر وہ عمل کرتے آرہے ہیں انہیں اسی پر عمل کرنے دیجئے''۔ یہ سن کر خلیفہ منصور نے کہا کہ قسم بخدا! اگر آپ میری پیش کش قبول کرلیتے تو میں اس کی تعمیل کردیتا، اس واقعہ سے امام مالکؒ کے انصاف پسندی کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مختصر جامع بیان العلوم ۱۲۱)

جھک بازی سے پرہیز

امام مالکؒ کا مقولہ ہے کہ ''جھک بازی سے دل سخت ہوجاتے ہیں اور اس سے کینہ کی پرورش ہوتی ہے''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۲۳)

یعنی خواہ مخواہ بحث بازی اور کٹ حجتی سے پرہیز کرنا چاہئے، جس بات کو حق سمجھے اسے

ظاہر کردے، لیکن اس پر بیچ نہ کرے۔

چار کاموں سے ناگواری نہیں ہونی چاہئے

علماء کا مقولہ ہے کہ چار کاموں سے شریف آدمی کبھی اپنی بے عزتی محسوس نہیں کرتا: (۱) اپنے والد کے لئے اپنی مخصوص نشست گاہ سے کھڑے ہونے سے۔ (۲) اپنے مہمان کی خدمت کرنے سے۔ (۳) اپنی سواری (گھوڑے وغیرہ) کی دیکھ ریکھ سے، اگرچہ اس کے خدام موجود ہوں۔ (۴) اور اپنے استاذ کی خدمت گذاری سے، تاکہ اس سے علم حاصل کر سکے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۲۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا حکیمانہ ارشاد

رجاء بن حیوۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے، اور بردباری کے لئے اس کی مشق کرنی پڑتی ہے، اور جو خیر کا طالب اور مشتاق ہوتا ہے اسے خیر عطا ہوتی ہے اور جو برائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اسے برائی سے بچالیا جاتا ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۲۵)

جاہل کی تین علامتیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جہالت کی تین علامتیں ہیں: (۱) اپنے کو اچھا سمجھنا۔ (۲) فضول گوئی۔ (۳) اپنی بیان کردہ نصیحت پر خود عامل نہ ہونا۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۳۴)

یعنی جس شخص میں مذکورہ تین باتیں پائی جائیں وہ گو کہ عالم کہلاتا ہو، مگر دراصل وہ جاہلانہ باتوں میں مبتلا ہے۔

حب جاہ کی نحوست

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ''حب جاہ'' میں مبتلا ہوگا اس میں درج ذیل برائیاں ضرور پائی جائیں گی: (۱) وہ دوسرے ہم عصر لوگوں سے حسد کرے گا۔ (۲) اس میں سرکشی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔ (۳) وہ دوسرے لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں رہے گا۔ (۴) اور جب اس کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی جائے گی

Marfat.com

تو اسے دل سے پسند نہیں کرے گا۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۳۴)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو لوگ آپ کے پیچھے چلنے لگے، یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ''اس شان کو دیکھ کر کسی کا دل سلامت رہ سکتا ہے''؟ اس کے بعد فرمایا کہ ''اپنے پیچھے جوتوں کی کھسکھساہٹ سننا بے وقوف لوگوں کے دلوں کو فاسد کرنے کا سبب ہے'' (یعنی اس شان کو دیکھ کر احمق لوگ اپنے کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ بڑائی کی دلیل نہیں ہے)

(مختصر جامع بیان العلم ۱۳۶)

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''کسی کے پیچھے چلنا متبوع (جس کے پیچھے چلا جائے) کے لئے موجب فساد اور تابع (جو پیچھے چلے) کے لئے موجب ذلت ہے''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۳۶)

قابل تکریم حضرات

حضرت ایوب القریہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عزت وتکریم کے قابل تین طرح کے لوگ ہیں: (۱) علماء۔ (۲) دوست احباب۔ (۳) اصحاب اقتدار۔ پس جو شخص علماء کی توہین کرے گا وہ اپنے دین کو برباد کو لے گا، اور جو دوست احباب کی تذلیل کرے گا وہ اپنے اخلاق سے محروم ہو جائے گا اور جو حکام وقت کی اہانت کرے گا وہ اپنی دنیا بگاڑ لے گا۔ اور عاقل شخص وہ ہے جو اپنا کچھ بھی بگڑنے نہ دے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۳۸)

علم کی زندگی سوال وجواب میں ہے

داؤد بن الجراح فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ''عسقلان'' تشریف لائے اور تین دن قیام فرمایا، اس دوران کسی شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھا، تو آپ نے خادم سے کہا میرے لئے سواری کرایہ پر حاصل کرو، میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں، اسلئے کہ یہ ایسا شہر ہے جہاں رہنے سے علم کا جنازہ نکل جائے گا (یعنی جب کوئی مسئلہ پوچھنے والا ہی نہ ہوگا تو علمی ماحول باقی ہی کیسے رہے گا؟) (مختصر جامع بیان العلم ۱۴۷)

Marfat.com

Marfat.com

دو طبقوں پر اصلاح کا مدار

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت کے دو طبقے اگر سدھر جائیں تو سب لوگ سدھ جائیں گے: (۱) علماء۔ (۲) اصحاب اقتدار۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۵۶)

حضرت قتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ: علماء کی مثال نمک کے مانند ہے کہ اگر کوئی چیز بگڑ جائے تو نمک کے ذریعہ اس کی اصلاح کی جاتی ہے لیکن اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو پھر اس کی درستگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۵۷)

معلوم ہوا کہ امت کی اصلاح کے لئے مذہبی وسیاسی قائدین کا اولاً سدھرنا اور صلاح سے متصف ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر عمومی اصلاح کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

عالمانہ وقار کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر اہل علم اپنے علم کے وقار کو بچا کر رکھیں تو ساری دنیا کی سرداری انہیں اس علم کی وجہ سے نصیب ہوگی، لیکن وہ اہل دنیا سے مال ودولت کے حصول کے لئے اپنے علم کو استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا والوں کی نظر میں ان کا مرتبہ گر جاتا ہے''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۵۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کا ارشاد ہے کہ ''اگر حاملین علوم نبوت علم کے تقاضوں کو بجالائیں تو اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور نیک لوگوں کے محبوب بن جائیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی دھاک بیٹھ جائے، مگر (افسوس ہے کہ) یہ علماء اپنے علم سے دنیا طلب کرتے ہیں جس کی بنا پر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسند قرار پاتے ہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے بھی گر جاتے ہیں''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۶۱)

مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عزت کے قابل وہی عالم سمجھا جاتا ہے جو اپنے علمی وقار کی حفاظت کرے اور اپنے دینی منصب کو مادیت کے اثرات سے داغدار نہ ہونے دے۔

خفیہ شہوت کیا ہے؟

یزید بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ''خفیہ شہوت'' کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: خفیہ شہوت یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو علم سکھائے پھر یہ تمنا کرے کہ لوگ (زیادہ سے زیادہ) اس کی مجلس میں آ کر استفادہ کیا کریں۔

(مختصر جامع بیان العلم ۱۶۲)

سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ: ''پوشیدہ شہوت'' یہ ہے کہ آدمی اپنی نیکی پر لوگوں سے تعریف کا متمنی رہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۷۰)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کہیں وعظ و تقریر کے لئے جائیں تو بعد میں یہ سننے کے متمنی رہتے ہیں کہ ''تقریر کیسی رہی؟'' اور اگر کوئی حوصلہ افزاء تبصرہ کر دے تو پھولے نہیں سماتے، ایسے حضرات کو مذکورہ بالا ارشادات بار بار پڑھ کر اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

گناہ! موجب نسیان

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ''میرا خیال یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے عالم کے ذہن سے علمی باتوں کو بھلا دیا جاتا ہے''۔ (یعنی گناہ علم کے بھول جانے کا سبب بنتا ہے، اور تجربہ سے یہ بات بالکل مشاہد ہے) (مختصر جامع بیان العلم ۱۶۸)

دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ادعونی استجب لکم (مجھ سے مانگو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا) پھر کیا بات ہے کہ ہم دعائیں مانگتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ پانچ کوتاہیوں کی وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوتیں: (۱) تم اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے باوجود اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ (۲) قرآن پڑھتے ہو مگر اس کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔ (۳) محبت رسول کا دعوی کرتے ہو مگر پیغمبر علیہ السلام کی سنتوں کے تارک ہو۔ (۴) تم ویسے تو شیطان کو بہت برا کہتے ہو لیکن (جب موقع آتا ہے تو شریعت کے

Marfat.com

خلاف) اس کی پیروی کرتے ہو۔(۵) اور پانچویں بات یہ ہے کہ تمہیں اپنے عیوب نظر نہیں آتے اور دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگے رہتے ہو۔(مختصر جامع بیان العلم ۱۷۴)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی علماء کو نصیحت

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: "اے حاملین علوم نبوت! اپنے علم پر عمل کیا کرو، اس لئے کہ اصل میں عالم وہی ہے جو علم سیکھ کر اس پر عامل بھی ہو، اور عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اگرچہ عالم کہلائیں گے مگر علم ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا، ان کی ظاہری زندگی تنہائی کی زندگی کے خلاف ہوگی، اور ان کے علم اور عمل میں تضاد ہوگا، وہ حلقے لگا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کیا کریں گے (کہ کس سے کتنے لوگ وابستہ ہیں؟) حتی کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والے پر اس وجہ سے بھی ناراض ہو جایا کرے گا کہ اس نے اس کی مجلس چھوڑ کر دوسرے کی مجالست کیوں اختیار کی؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال بارگاہ خداوندی میں باریاب نہ ہو پائیں گے"۔

(مختصر جامع بیان العلم ۱۷۴)

اس ارشاد عالی کا حاصل یہ ہے کہ علماء کو اپنا حلقہ بڑھانے کی فکر کرنے کے بجائے زیادہ توجہ اپنے عمل کی درستگی اور رضائے خداوندی کی طرف لگانی چاہیے۔

عمل کے بغیر وعظ مؤثر نہیں

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ: اگر عالم اپنی نصیحت پر عامل نہ ہو تو اس کی نصیحت لوگوں کے دلوں سے ایسے گذر جاتی ہے جیسے چکنے پتھر سے بارش کے قطرات پھسل جاتے ہیں (یعنی عمل کے بغیر وعظ میں اثر پیدا نہیں ہوتا) (مختصر جامع بیان العلم ۱۷۶)

از دل خیزد، بر دل ریزد

حضرت سوارؒ فرماتے ہیں کہ: دلوں کی گہرائی سے نکلنے والی بات دلوں پر دستک دیتی ہے جب کہ محض زبان سے نکلی ہوئی بات دلوں کے اوپر ہی سے گذر جاتی ہے۔

(مختصر جامع بیان العلم ۱۷۶)

Marfat.com

عالم کے لئے عمل لازم ہے

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم میں لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ عمل میں بھی وہ سب سے ممتاز ہو۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۷۸)

دنیادار عالم سے امت کو نفع نہیں ہوتا

سفیان ثوریؒ کا مقولہ ہے کہ: ''عالم اس امت کا طبیب (اور ڈاکٹر) ہوتا ہے اور امت کا مرض مال ہے، لہٰذا اگر خود عالم ہی (ناحق طور پر) مال کھینچنے میں لگ جائے تو وہ خود دوسروں کا علاج کیسے کر سکے گا''؟ (مختصر جامع بیان العلم ۱۸۰)

حلال روزی کی فکر

حضرت ابوالدرداء ﷜ نے فرمایا کہ: آدمی کی سمجھ داری کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے معاشی حالات درست کرنے کی فکر کرے (یعنی حلال ذرائع آمدنی اختیار کرے تاکہ اپنے واجبی حقوق کے ادائیگی اور دینی امور کی انجام دہی میں وہ مال اس کا معاون بن سکے)

(مختصر جامع بیان العلم ۱۸۰)

ابن عونؒ کی پسندیدہ باتیں

ابن عونؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے تین باتوں کو پسند کرتا ہوں: (۱) یہ قرآن کریم، کہ اس میں آدمی غور وفکر اور تدبر کرے تو عنقریب ایسے علوم پر آگاہ ہوگا جس کا اسے پہلے سے علم نہیں ہے۔ (۲) پیغمبر علیہ السلام کی سنتیں، جن کی تلاش آدمی مستقل جاری رکھے، اور ان کے متعلق علماء سے پوچھ گچھ کرتا رہے۔ (۳) اور لوگوں سے اچھی باتوں کے علاوہ میل جول نہ رکھے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۹۷)

عارف باللہ شخص کی طرف دل کھنچے چلے جاتے ہیں

حسان بن عطیہؒ نے فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت میں جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی لوگ اس کے قریب ہوتے جاتے ہیں''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۲۱۴)

ایسے اصحاب معرفت حضرات کا فیض چار دانگ عالم میں پھیل جاتا ہے، اور بے اختیار

Marfat.com

لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہونے لگتا ہے۔

فتوی میں جلد بازی کم علمی کی دلیل ہے

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فتوی دینے میں سب سے زیادہ جسارت وہ شخص کرتا ہے جو لوگوں میں سب سے کم علم ہوتا ہے، اور فتویٰ میں سب سے زیادہ احتیاط وہ شخص کرتا ہے جو علماء کے اختلاف سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۲۱۶)

عیب سے کوئی شخص مبرا نہیں

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ: ''دنیا میں کوئی ایسا عالم اور شریف نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی عیب نہ ہو، مگر بات یہ ہے کہ جس میں خوبیاں عیب کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہیں تو اس کا عیب خوبیوں میں چھپ جاتا ہے، اس کے برخلاف جس میں عیب زیادہ ہوتے ہیں تو اس کی خوبیاں عیوب میں فراموش ہو جاتی ہیں''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۲۱۸)

واقعۃً یہ ارشاد فیصد برحق ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ ہر طرح کے عیب سے پاک ہے اور جو یہ دعوی کرے وہ سچا نہیں ہے، بلکہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے البتہ یہ کوشش ضرور ہونی چاہئے کہ ہمارے عیوب خوبیوں پر غالب نہ آسکیں، اس کے لئے اپنا محاسبہ کرتے رہیں اور اللہ تعالی سے توفیق خیر کے طالب رہیں، انشاء اللہ مراد کو پہنچیں گے۔

امام ابو یوسفؒ کے تجربہ کی تین باتیں

امام ابو یوسفؒ کا ارشاد ہے کہ: ''جو نادر و نایاب احادیث کی تلاش میں رہے گا اس کی زبان سے جھوٹ ضرور صادر ہوگا، اور جو دین کو علم کلام کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ بدعقیدہ ہو جائے گا، اور جو کیمیا بتانے کے چکر میں پڑ جائے گا وہ مفلس اور قلاش ہو جائے گا''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۳۱۸)

ہر مسئلہ کا جواب دینے میں نہ پڑیں

امام مالکؒ فرماتے تھے کہ: ''آدمی سے علم زائل ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ ہر پوچھی گئی بات پر رائے زنی اور گفتگو کرنے کی کوشش کرتا ہو''۔ (مختصر جامع بیان العلم ۱۷۹)

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر تھے تو ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میں چھ مہینہ کی مسافت سے سفر کر کے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور مجھے میری بستی والوں نے باصرار آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو پوچھنا ہے پوچھ، چنانچہ اس شخص نے اپنا مسئلہ پیش کیا، تو اسے سن کر امام مالکؒ نے بے تکلف جواب دیا کہ ''اس مسئلہ کا جواب مجھے نہیں آتا'' امام مالکؒ کی طرف سے اس مسئلہ کی لاعلمی کے اظہار پر وہ شخص ہکا بکا اور حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ وہ تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ یہاں تو ہر بات کا علم دستیاب ہے، پھر اس شخص نے اپنے حواس بجا کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! جب میں اپنی بستی میں پہنچوں تو ان سے کیا کہوں؟ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ جا کر کہہ دینا کہ امام مالک کو یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ (مختصر جامع بیان العلم ۲۲۳)

مسلسل مطالعہ سے حافظہ تیز ہوتا ہے

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ سے پوچھا گیا کہ قوت حافظہ تیز ہونے کے لئے کیا تدبیر اپنائی جائے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ''کتابوں کا مطالعہ مسلسل جاری رکھا جائے (اسی سے حافظہ مضبوط ہوگا)'' (مختصر جامع بیان العلم ۳۹۸)

لہٰذا جو عالم اپنا علم محفوظ رکھنا چاہتا ہے اسے مطالعہ و مذاکرہ کا اہتمام رکھنا چاہئے۔ اس کے بغیر اس کا علم محفوظ نہیں رہ سکتا، اور نہ علمی باتیں اس کے دماغ میں مستحضر رہ سکتی ہیں، اگر مطالعۂ کتب چھوٹ جائے تو دماغ میں محفوظ علوم بھی رفتہ رفتہ رخصت ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

(۱۰)

اہل علم کے لئے کچھ گرانقدر نصیحتیں

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و معرفت سے معمور فرما دیا تھا، آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات آنے والی نسلوں کے لئے منارۂ نور اور مشعل ہدایت بن گئے ہیں، جن سے ہزار ہا ہزار خلق خدا مستفیض ہو رہی ہے اور برابر ہوتی رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت حکیم الامتؒ کے افادات عالیہ سیکڑوں کتب ورسائل اور خطبات ومواعظ میں بکھرے پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی حال استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں کہ موصوف نے حضرت حکیم الامتؒ کے گراں قدر ارشادات الگ الگ عنوانات میں کتابوں اور رسائل کی شکل میں اشاعت کا سلسلہ شروع فرما رکھا ہے، جس سے افادات اشرفیہ سے استفادہ میں بہت زیادہ سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ اہل علم بالخصوص دینی خدمت میں لگے ہوئے حضرات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہے، اسی سلسلہ کی ایک قیمتی تالیف ''العلم والعلماء'' بھی ہے۔ سردست اسی کتاب سے حضرت تھانویؒ کے چند گراں قدر ملفوظات عالیہ کا انتخاب پیش ہے۔ بلاشبہ ان ملفوظات کا ایک ایک لفظ روشن اور حقیقت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فرمایا: ایک بات اہل علم کے کام کی بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین کی عظمت پر ہے، اس لئے حتی الامکان ان پر اعتراض اور تنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہئے۔

Marfat.com

مولوی ہونا کوئی خوشی کی بات نہیں، دین دار ہونا خوشی کی بات ہے۔

زیادہ کھانے سے جسم تازہ اور قلب مکدر ہوتا ہے اور کم کھانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے مگر قلب کو تازگی ہوتی ہے۔

علم اور اس کے ساتھ صحبت کی بڑی ضرورت ہے، صحبت سے واقفیت بھی ہوتی ہے اور عمل کے ساتھ مناسبت بھی ہوتی ہے، بڑی ضرورت ہے شیخ کی، نری کتابیں کافی نہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے سے زیادہ گننا (سمجھنا) چاہئے، ایک شخص پڑھا ہوا ہے اور ایک گنا (سمجھا) ہوا ہے، دونوں میں بڑا فرق ہے، گننا صحبت سے آتا ہے۔

علماء کا ہمیشہ غریب ہی رہنا اچھا ہے، جس قوم اور جس مذہب کے علماء امیر ہوئے وہ مذہب برباد ہو گیا۔

آدمی قناعت پر اکتفاء کرلے اور ضروری سامان کے ساتھ رہے تو تھوڑی آمدنی میں بھی رہ سکتا ہے اور فرض منصبی کو بھی ادا کرسکتا ہے۔

دو چیزیں اہل علم کے واسطے بہت ہی بری معلوم ہوتی ہیں، حرص اور کبر، یہ ان میں نہیں ہونا چاہئے۔

مناسب ہے کہ پنسل اور کاغذ جیب میں پڑا رہے، جس وقت جو مضمون ذہن میں آئے اس کا اشارہ لکھ لیا جائے، پھر دوسرے وقت ان میں ترتیب دے دی جائے، چنانچہ میری جیب میں پنسل اور کاغذ پڑا ہے، ورنہ بعض مضامین ذہن میں آتے ہیں اور پھر نکل جاتے ہیں۔

امام مالکؒ کی خدمت میں ایک بزرگ نے لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں، بزرگوں کی کیا یہی شان ہوتی ہے؟ حدیثیں موجود تھیں، اگر چاہتے تو ثابت کردیتے، مگر یہ فرمایا: ”نعم نفعل ونستغفر“ یعنی ہم کرتے ہیں اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر استغفار کرتے ہیں، کوئی تاویل نہیں کی۔

کثیر الاشغال شخص کو زبانی یاد پر اکتفاء نہیں کرنی چاہئے، بلکہ ضروری کاموں کو لکھ

Marfat.com

لینا چاہئے۔

تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لو۔

بے کار وقت کھونا نہایت برا ہے، اگر کچھ کام نہ ہو تو انسان گھر کے کام میں لگ جائے گھر کے کام میں لگنے سے دل بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے، مجمعوں میں بیٹھنا خطرہ سے خالی نہیں، کسی کی حکایت میں بعض مرتبہ غیبت کی نوبت آ جاتی ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

ملنے جلنے میں ہزار ہا مفاسد ہیں، اختلاط سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں بس اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔

ایک آدمی سب کو خوش رکھے یہ ہو نہیں سکتا، جب ہر حال میں اس پر برائی آتی ہے تو پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے؟ جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے، بشرط اذن شرعی وہی کرے، کسی کی بھلائی برائی کا خیال نہ کرے، مخلوق کے برا کہنے کا خیال نہ کرے، حق تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھنا چاہئے۔

فرمایا: دو باتیں مجھے بہت ناپسند ہیں، (۱) ایک تو تقریر میں لغت بولنا، (۲) دوسرے تحریر میں شکستہ لکھنا، کیونکہ تحریر و تقریر سے مقصود افہام ہوتا ہے اور یہاں ابہام ہوتا ہے۔

جس کے معتقد ہو اس کے کہنے کو برا نہ مانو، تھوڑی دیر کے لئے صبر کرلو، شاید یہ امتحان ہی لیتے ہوں اگر وہ اس کا امتحان ہونا پہلے ہی سے بتلا دیں تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔

مشغولی بڑی سلامتی کی چیز ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کسی نہ کسی کام میں اپنے کو مشغول رکھیں، بس خدا جس سے کام لینا چاہیں وہی کام کرسکتا ہے، خود کچھ نہیں کرسکتا۔

آدمی کو اپنی کسی چیز پر ناز نہ کرنا چاہئے، نہ علم و فضل پر، نہ عقل و فہم پر، نہ زہد و تقویٰ پر، نہ عبادات و اعمال پر، نہ شجاعت و قوت پر، نہ حسن و جمال پر، یہ سب حق تعالیٰ کی عطا ہیں پھر ناز کس پر؟ ناز تو اپنے کمال پر ہوتا ہے، اور جب اپنا کمال کچھ بھی نہیں تو پھر تو نیاز کی ضرورت ہے، اگر ناز کرے گا تو پھر خیر نہیں۔

Marfat.com

جس کے سر پر کوئی بڑا ہو اس سے پوچھ کر سب باتیں کرنی چاہئیں، یہ تاکید لڑکوں کو خاص طور پر رکھنا چاہئے۔

بڑوں سے اگر کسی امر میں اختلاف کیا جائے تو وہ علی الاطلاق مذموم نہیں اگر نیت اچھی ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، ہاں اگر بڑے اس سے بھی روک دیں تو پھر کچھ نہ بولو، اور جب تک ان کی اجازت ہو خوب بولو۔

اگر غلطی (اپنے کسی بڑے مثلاً) پیر سے ہو تو مرید کو اعتراض نہ کرنا چاہئے، ہاں باادب متنبہ کردے، جب دیکھے کہ خود متنبہ نہ ہوگا، اگر یہ امید ہو کہ متنبہ ہو جائے گا تو پھر سکوت کرے، اعتراض کرنا بے جا حرکت ہے۔

جب آدمی دین کا پابند نہ ہو اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس کا کوئی کام حدود کے اندر تو ہوگا نہیں، دوستی ہوگی تو حدود سے باہر، دشمنی ہوگی تو حدود سے باہر، ایسا شخص خطرناک ہوگا، ہر چیز کو اپنے درجہ میں رکھنا یہی بڑا کمال ہے، آج کل اکثر مشائخ وعلماء میں اس کی کمی ہے، کوئی چیز ان کے یہاں اپنے درجہ پر نہیں۔

ایک تجربہ کی بات عرض کرتا ہوں کہ وہ نہایت نافع اور مؤثر ہے، کہ کسی شخص کے درپے نہ ہونا چاہئے، اس میں دو خرابیاں ہیں: ایک تو یہ کہ لوگوں کو غرض کا شبہ ہو جاتا ہے، کہ اس قدر کاوش کیوں ہے؟ اس میں ضرور کوئی اس کی ذاتی غرض ہے، دوسرے یہ کہ اس صورت میں پھر فریق بندی ہو جاتی ہے، پھر کوئی کام نہیں ہوتا، تیسرے ایک اور خرابی ہے وہ یہ کہ شروع میں تو نیت کے اندر خلوص ہوتا ہے پھر جب بات کی پچ ہو جاتی ہے تو نفسانیت بھی آجاتی ہے، پھر ثواب بھی نہیں ہوتا، اس پر لوگوں کی نظر کم جاتی ہے، یہ ہے باریک بات اور حکم بھی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اما من استغنی فانت له تصدی.

ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہو گیا ہے، کہ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں فلانے بڑے بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں، ایک دوسرے کو فضیلت دے کر دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں، اپنے حضرت کو دیکھا کہ مجمع میں بکثرت لوگ ہوتے

Marfat.com

مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون کس سے بیعت ہے؟

میں تو اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو کسی دینی مدرسہ میں درس وتدریس کا موقع نصیب فرمائیں تو انتظام واہتمام کو اپنے لئے قبول نہ کریں۔ کیونکہ دونوں میں تضاد ہے، مدرس اور علمی خدمات کرنے والوں کے لئے یہی زیبا ہے کہ اپنے اسی شغل میں لگے رہیں، مقامی اور ملکی سیاست سے یکسور ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ علماء، وصوفیاء، وطلباء سب کو یہ وصیت فرماتے تھے کہ جس کام میں لگے ہو، وہ عبادت نماز دعا کی ہو، یا کتابوں کا مطالعہ، یا درس وتدریس، یا وعظ وپند، سب میں اس کا اہتمام رکھیں کہ اس کام کا جتنا شوق ورغبت دل میں ہے اس کو ختم تک نہ پہنچنے دیں، بلکہ کچھ شوق ورغبت باقی ہو اس وقت چھوڑ دیں، اس کا اثر یہ ہوگا کہ پھر از سر نوشوق ورغبت جلد پیدا ہوگی اور کام زیادہ ہوگا، اور اگر کام کو شوق ورغبت پورا کرنے اور تھکنے کے بعد چھوڑا تو دوبارہ اس کام کی رغبت وہمت بہت دیر کے بعد عود کرے گی، اس طرح کام میں نقصان آئے گا۔

جس شخص کی طبیعت میں تمم ہوتا ہے اس سے کوئی کام نہیں ہوتا۔

فرمایا: چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ ہوسکتا ہے کیونکہ وقت فراغت کا زیادہ ملتا ہے، اور بڑی جگہ رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کرسکتا، اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت لوگوں کی دل جوئی میں گذرتا ہے، اس وقت تک جو کام ہوا ہے یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے، کام تو گم نامی میں ہوتا ہے۔ (ماخوذ از: العلم والعلماء، افادات: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، مرتبہ: مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری، از ۳۶۱، تا ۳۶۳)

حضرت حکیم الامتؒ کا ایک گراں قدر ملفوظ

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء میں دو چیزیں بالکل نہ ہوں: (۱) کبر (۲) طمع۔ اس کی وجہ سے یہ بڑی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ علماء کو امراء سے استغناء چاہئے، یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس حقیر سمجھنے کا

Marfat.com

زیادہ سبب یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طامع ہوتے ہیں، اس سے علم اور اہل علم کی تحقیر اور حقارت ان کے دلوں میں مرکوز ہوجاتی ہے، علماء کو ہر وقت اس آیت کا مراقبہ رکھنا چاہئے: ''وللہ خزائن السموات والارض'' دین میں ضرور محبوبیت کی شان ہے ضرور مطلوبیت کی شان ہے، اگر علماء اپنی وضع پر رہیں ضرور محبوب رہیں۔ میں استغناء تو کیا ذرا استغناء کی نقل کرتا ہوں مگر کم فہم لوگ اس پر مجھ کو ملامت کرتے ہیں کہ سخت ہے، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں ہوں ہاں قلب میں غیرت ضرور ہے، اگر اس کو کوئی سختی سمجھے اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ جب یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان متکبروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا مناسب ہے آخر غیرت اور حیا بھی کوئی چیز ہے، لیکن اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟ (از: ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی دسمبر ۲۰۰۴ء)

علماء کے کرنے کے چار کام

فرمایا: اس وقت (تعلیم) کے چند افراد میرے ذہن میں ہیں ان کو عرض کرتا ہوں اور وہ استقراء چار ہیں: (۱) وعظ۔ (۲) تدریس۔ (۳) امر بالمعروف خطاب خاص۔ (۴) تصنیف۔ علماء کو ان چاروں شعبوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس طرح کہ طلباء کے سامنے تو مدرس بن کر بیٹھیں، اور عوام کے سامنے واعظ ہوں، اور خاص مواقع میں امر بالمعروف کریں، اور خاص مواقع سے مراد یہ ہے کہ جہاں اپنا اثر ہو وہاں خطاب سے نصیحت کریں، کیونکہ ہر جگہ امر بالمعروف مفید نہیں ہوتا، اور بعض دفعہ، عام لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے مخالفت بڑھ جاتی ہے،، جس کا تحمل ہر ایک سے نہیں ہوتا، اور اگر کسی سے تحمل ہو سکے تو سبحان اللہ، وہ امر بالمعروف کریں مگر یہ ضروری ہے کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ کریں، بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف کرے اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے صرف خطاب عام پر اکتفاء کرے۔

تین کام تو یہ ہیں۔ چوتھا کام تصنیف کا ہے، علماء کو ضرورت کے موقع پر تصنیف بھی کرنا

Marfat.com

چاہئے، اس کے یہ معنی نہیں کہ سب مصنف اور واعظ ہو جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقدر ضرورت علماء میں کچھ لوگ مصنف اور واعظ بھی ہونے چاہئیں۔ اگر ایک قصبہ میں بقدر ضرورت واعظ موجود ہوں تو دوسرے علماء پر وعظ کہنا واجب نہیں ان کو درس وتدریس میں مشغول رہنا جائز ہے، اور اگر واعظ کوئی نہ ہو تو مولوی صاحب کو اجازت نہیں کہ وہ صرف مدرس ہی بن کر رہیں بلکہ ضرورت کے موقع پر ان کو وعظ بھی کہنا چاہئے۔ وعظ میں خاص اثر ہوتا جس سے عوام کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے، نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہوتی ہے، اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے،

الغرض تصنیف کا نفع بھی عام نہیں اور درس کا نفع تو بہت ہی خاص ہے کہ ایک خاص جماعت تک محدود ہوتا ہے، سب سے زیادہ نفع عام وعظ کا ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار کو نفع ہو جاتا ہے، تو وعظ کو نفع اتم واعم اور اسہل ہے اس لئے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہئے۔ (العلم والعلماء، ۲۵۷ تا ۲۵۹)

وقار علم

حضرت عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدثین میں سے ہیں، صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ حضرت امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ جیسے حضرات ان کے استاذ ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ جیسے حضرات ان کے شاگرد، ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے والد یونس بھی ان کے شاگرد ہیں، ان کا واقعہ ملا علی قاریؒ نقل فرماتے ہیں کہ جب ہارون رشید حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ شہر کے مشہور محدثین کو ملاقات کے لئے اس کے پاس لے کر آئیں، امام ابو یوسفؒ نے تمام محدثین کے پاس پیغام بھیجا تو مکہ مکرمہ کے تمام محدثین جمع ہو گئے، مگر حضرت عبداللہ بن ادریسؒ اور حضرت عیسیٰ بن یونسؒ تشریف نہ لائے، ہارون رشید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے دونوں صاحب زادوں: امین اور مامون کو حضرت عیسیٰ بن یونسؒ کے پاس بھیجا کہ ان سے احادیث سن کر آئیں، جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے خوشی سے حدیث پڑھا

Marfat.com

کر انہیں واپس کر دیا۔ ہارون رشید نے اس کے صلہ میں دس ہزار درہم روانہ کیے، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ہارون رشید سمجھے کہ انہوں نے دس ہزار کم سمجھ کر رد کیا ہے، اس لئے اس نے دوبارہ دوگنی رقم بھیج دی، جب یہ رقم حضرت عیسیٰ بن یونسؒ کے پاس پہنچی، تو انہوں نے کہا: کہ اگر کوئی مجھے حدیث کے معاوضہ میں اس مسجد کو چھت تک سونے سے بھر کر پیش کر دے، تب بھی میں اسے قبول نہ کروں گا، چنانچہ ہارون رشید نے پھر رقم قبول کرنے پر اصرار نہ کیا۔ (جمع الوسائل ۲۴، ۲۵۔ بحوالہ تراشے ۲۳، مولانا محمد مفتی تقی صاحب عثمانی)

علماء اور اساتذہ کیلئے حضرت فقیہ الامتؒ کی ۱۴ ر قیمتی وصیتیں

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اپنے شاگرد رشید اور خصوصی نیاز مند حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کو جب ڈابھیل کی تدریسی خدمت کے لئے روانہ فرمایا تو بطور وصیت یہ ۱۴ ر گراں قدر نصیحتیں ارشاد فرمائیں، جو ہم سب کے لئے لائق تقلید ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عہدہ اور منصب مت طلب کرنا کہ مجھے فلاں کتاب پڑھانے دیا جائے یا فلاں منصب حوالہ کیا جائے۔

(۲) پیسے مت مانگنا کہ میری تنخواہ اتنی کر دو یا اس میں اضافہ کر دیا جائے۔

(۳) اگر کوئی کہے کہ یہ لائق نہیں تو دل سے اس کا اقرار کرنا اور کہنا کہ ہاں بھئی! میں تو بالکل لائق نہیں، مگر مدرسہ والوں نے بٹھا دیا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اس کی لیاقت دے اور کتابوں کا حق مجھ سے اچھی طرح ادا کرائے۔

(۴) کوئی طالب علم سوال کرے تو شفقت سے اس کا جواب دینا اگر چہ وہ بطور طعن سوال کرتا ہو۔

(۵) کسی جگہ کتاب سمجھ میں نہ آئے تو دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر دعاء مانگنا، اور مصنف کتاب کو ایصال ثواب کرنا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

(۶) دوسرے کی کتاب میں کسی طالب علم کو بتلانے میں احتیاط کرنا۔

Marfat.com

Marfat.com

(۷) طلباء سے خدمت نہ لینا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے کسی مرید یا شاگرد سے خدمت لینا حرام سمجھتا ہوں۔

(۸) طلباء سے اختلاط نہیں رکھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں مختلف اغراض سے آنے والے ہوتے ہیں۔

(۹) طلباء کا احسان مانو کہ انہوں نے اپنے قلوب کی زمین آپ کے علم کی تخم ریزی کے لئے ہموار کی، ورنہ آپ کا علم یوں ہی رہتا، اپنا ان پر کوئی احسان نہ سمجھیں۔

(۱۰) طلباء مختلف اغراض سے اشکالات کرتے ہیں، کوئی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے، کوئی استاذ کو پریشان کرنے کے لئے وغیرہ وغیرہ، مگر سب کا جواب علی اسلوب حکیم دینا، مناظرانہ انداز میں نہیں۔

(۱۱) روزانہ متعلقہ درسی کتاب کے مصنف کو تین مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھ کر ایصال ثواب کرتے رہنا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

(۱۲) اگر کوئی بات سبق میں غلط کہہ دی جائے تو اس سے رجوع کرنے میں تامل نہ کرنا۔

(۱۳) مطالعہ کے بغیر کبھی کوئی کتاب نہ پڑھانا۔

(۱۴) اسباق کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر تلاوت و تسبیحات وغیرہ معمولات کو ترک نہ کرنا۔

(ماہنامہ ندائے شاہی جنوری ۱۹۹۷ء)

☆☆☆☆☆

خاتمہ

اخیر میں علماء اور صوفیاء کے اخلاق کے متعلق قطب العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی ایک جامع تحریر پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''صوفیاء کے اخلاق وہی ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کا خلق ہے، حسب فرمان خداوندی کہ'' بے شک تم بڑے خلق پر پیدا کیے گئے ہو' اور نیز جو کچھ حدیث میں آیا ہے ان پر عمل اخلاق صوفیہ میں داخل ہے، صوفیہ کے اخلاق کی تفصیل اس طرح ہے: (۱) اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور اس کی ضد ہے تکبر۔ (۲) مخلوق کے ساتھ تلطف کا برتاؤ کرنا اور خلقت کی ایذاؤں کو برداشت کرنا۔ (۳) نرمی اور خوش خلقی کا معاملہ کرنا اور غیظ وغضب کو چھوڑ دینا۔ (۴) ہمدردی اور دوسروں کو ترجیح دینا خلق پر شفقت کے ساتھ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے حقوق کو اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھا جائے۔ (۵) سخاوت کرنا۔ (۶) درگذر اور خطا کار معاف کرنا۔ (۷) خندہ روئی اور بشاشت جسم۔ (۸) سہولت اور نرم پہلو رکھنا۔ (۹) تصنع اور تکلف چھوڑ دینا۔ (۱۰) خرچ کرنا بلاتنگی اور بغیر اتنی فراخی کے کہ احتیاج لاحق ہو۔ (۱۱) خدا پر بھروسہ رکھنا۔ (۱۲) تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرنا۔ (۱۳) پرہیز گاری اختیار کرنا۔ (۱۴) جنگ وجدل اور عتاب نہ کرنا مگر حق کے ساتھ۔ (۱۵) بغض وکینہ وحسد نہ رکھنا۔ (۱۶) عزوجاہ کا خواہش مند نہ رہنا۔ (۱۷) وعدہ پورا کرنا۔ (۱۸) بردباری۔ (۱۹) دوراندیشی۔ (۲۰) بھائیوں کے ساتھ موافقت اور محبت اور اغیار سے علیحدہ رہنا۔ (۲۱) محسن کی شکرگزاری۔ (۲۲) اور جاہ کا مسلمانوں کے لئے خرچ کرنا۔

صوفی اخلاق میں اپنا ظاہر وباطن مہذب بنالیتا ہے، اور تصوف سارا ادب ہی کا نام

Marfat.com

ہے، بارگاہ احدیت کا ادب یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ سے منہ پھیر لیا جائے، شرم کے مارے حق تعالیٰ کے اجلال وہیبت کے بسبب، بدترین معصیت تحدیث نفس یعنی نفس سے باتیں کرنا ہے اور ظلمت کا سبب ہے"۔ (تاریخ مائخ چشت ۲۹۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقبول بندوں کے اخلاق واعمال اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور دنیا وآخرت میں اپنی مرضیات سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

اللھم انعشنی احینی وارزقنی واھدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الاانت. (حاکم عن ابی ایوب، مناجاۃ مقبوله). برحمتکه یاارحم الراحمین، آمین.

ضمیمه

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

مختصر تذکرہ

مقبول بارگاہ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ

(المتوفی ۲۳ / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ / اگست بروز جمعرات)

آئندہ صفحات میں عصر حاضر کے مقبول ترین بزرگ، جنید وقت، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی قابل رشک زندگی کی چند جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں، تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ کن صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کی بدولت آپ کو قبولیت عند اللہ وعند الناس کا بام عروج عطا ہوا تھا، ان میں زیادہ تر واقعات ماہ نامہ "پیغام محمود دیوبند" کے "صدیق نمبر" (مرتبہ مولانا محمد طیب صدیقی) سے منتخب کئے گئے ہیں، اور شروع میں حضرت کی وفات پر لکھا گیا "ندائے شاہی مراد آباد" کا ادارتی مضمون ہے جو اکتوبر ۹۷ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ (مرتب)

Marfat.com

ایسا کہاں سے لائیں

وہ روح جو ۷۷ سال تک غم فراق میں مضطرب رہی، وہ نفس جو سالہا سال تک آخرت کے شوق میں سرگرداں رہا، وہ مسافر جو ہزار فتنہ سامانیوں کے باوجود دنیا میں رہ کر بھی اپنی کردار سے واقعی ''کن فی الدنیا کعابری سبیل '' کا سراپا نمونہ پیش کرتا رہا، انسانیت کی خیر خواہی سے جس کا خمیر اٹھایا گیا، سادگی اور تواضع کے سانچے میں جسے ڈھالا گیا، ریاضت اور مجاہدہ کی بھٹی میں جسے کندن بنایا گیا، اتباع سنت کے نور سے جس کی کشادہ جبیں ضیاء بار اور اطاعت خداوندی کے جذبہ سے جس کا قلب اطہر منور تھا، جس زندگی جہد مسلسل کا عنوان اور جس کی حیات مقدسہ کا ہر ہر لمحہ نفع خلائق کے لئے وقف تھا، جس کے پرتاثیر مواعظ سے اگر ظلمت کدوں کو روشنی ملی اور ہزاروں بے راہ رؤوں کو ہدایت کا سراہاتھ آیا تو دوسری طرف سیکڑوں تشنگان علوم نبوت نے جس کے فیوض عالیہ سے جی بھر کے سیرابی کا شرف حاصل کیا، جس نے اپنے بلند اور امتیازی کردار سے اسم بامسمیٰ ''صدیق احمد'' ہونے کا ناقابل تردید ثبوت پیش کیا، اور جس کی عظمت کے اعزاز میں قدم قدم پر دنیا دیدۂ و دل فرش راہ کرتی رہی، وہی عارف باللہ، محبوب خلائق، جنید وقت، احیاء سنت کا علم بردار، علوم نبوت کا عاشق حقیقی، اور نمونۂ اسلاف، گذشتہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات دن میں ۱۰ بجکر ۱۰ منٹ پر لکھنؤ کے ایک نرسنگ ہوم میں ہزاروں جاں نثاروں کو روتا، بلکتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ان مقبولان بارگاہ میں تھی جن کا محض وجود ہی عالم میں رحمت اور برکت کا باعث ہوتا ہے اور جن کی مستجاب دعائیں نہ جانے کتنے حوادث سے رکاوٹ بنی رہتی ہیں، حضرت قاری صاحبؒ

Marfat.com

جہاں علم وفضل کے آفتاب تھے وہیں اعمال صالحہ، ورع وتقویٰ، اورزہد واخلاص میں بھی اپنی نظر آپ تھے، دنیا سے ایسی بے رغبتی کہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ کی نظر میں اس کی حیثیت ٹھیکروں کے برابر بھی نہیں ہے۔ سادگی ایسی کہ دیکھ کر صحابۂ کرام ﷺ کی زندگی کا نقشہ آنکھوں میں گھوم جائے، اخلاق ایسے کہ ایک ہی ملاقات میں دلوں کوموم کرڈالیں، مہمان نوازی کا وہ نمونہ کہ خود مہمان حیرت میں پڑجائے، طلبہ سے وہ شفقت ومحبت کہ ہر طالب علم پہلی ہی نظر میں گرویدہ ہوجائے، ماتحتوں اوراپنے سے چھوٹوں کی وہ عزت اور حوصلہ افزائی کہ ہر شخص قدرتی طور پر دل سے ممنون ومشکور ہوجائے، امت کے لئے تڑپنے والا وہ دل، جودن رات امت کی خیر خواہی کی فکر میں مشغول رہتا، ہدایت واصلاح کا وہ مخلصانہ پرجوش جذبہ جس نے آپ کی زندگی سے لفظ ''آرام'' گویا حرف غلط کی طرح مٹادیا تھا، اورآپ دن رات ایک ہی انداز میں جدوجہد اور محنت کے عادی بن گئے تھے، رات کی اندھیری ہویا دن کا شورشرابہ، سفر ہویا حضر، موسم اور حالات سازگار ہوں یا ناموافق، الغرض کوئی بھی چیز آپ کی نفع بخش انتھک مصروفیات کے لئے مانع نہ تھی۔

کئی ماہ سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کی خبریں مل رہی تھیں، اور بار بار یہ داعیہ پیدا ہوتا تھا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عیادت کا شرف حاصل کیا جائے، لیکن ابھی یہ ارادہ ہوہی رہا تھا کہ ۲۸ راگست ۱۹۹۷ء کو پونے گیارہ بجے کے قریب مدرسہ میں یہ اندوہ ناک خبر پہنچی کہ حضرت قاری صاحبؒ وصال فرماچکے ہیں۔ اس خبر نے تمناؤں کوحسرتوں میں بدل دیا، بے اختیار زبان سے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' نکلا اورحضرت کا پرنور سراپا نظروں میں گھوم گیا، کہاں دیکھیں گی آنکھیں اب وہ حسن اخلاق اورالفت ومروت کا پیکر، وہ سادگی کا مرقع، عجزوانکساری اور تواضع وفروتنی کا نمونہ اورزہداسلاف کی زندہ یادگار؟ واقعہ یہ ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ کی وفات سے ایسا خلاپیدا ہوا ہے۔ جس کی کسک امت مسلمہ عرصۂ دراز تک محسوس کرتی رہے گی۔

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی میں چند اوصاف بہت ہی نمایاں تھے جنہوں نے آپ کی شخصیت کومحبوب خلائق اور مقبول عنداللہ بنادیا تھا۔

Marfat.com

علم سے بے انتہاء شغف

علوم نبوت سے آپ کو حد درجہ عشق تھا، حصول علم میں آپ نے ناموافق حالات کے باوجود انتہائی جدوجہد فرمائی اور جا بجا سفر فرما کر اپنے وقت کے اساطین امت سے اکتساب فیض کیا، اسی عشق نے آپ کو باندہ سے کان پور، پانی پت، مظاہر علوم سہارن پور، مدرسہ شاہی مراد آباد، مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، ٹونک اور مظفر پور کے مراکز علم کی جادہ پیمائی پر مجبور کیا تھا، جس سے آپ کی ذات معقولات ومنقولات کا سنگم بن گئی تھی اور تحصیل علم میں آپ نے اپنے اساتذہ کی نگاہ میں اتنا وقار حاصل کر لیا تھا کہ آپ کے مرشد مربی حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ اور استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''قیامت میں اگر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا لے کر آئے ہو تو ہم صدیق احمد کو پیش کر دیں گے''۔

فراغت کے بعد جب آپ نے اشاعت علم کے لئے اپنی ساری زندگی وقف فرمادی، مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے کی بعد جب آپ نے ۱۳۷۱ھ میں خزینۃ العلوم کے نام سے اپنے وطن مالوف ہتھورا باندہ میں جامعہ عربیہ کی بنیاد رکھی تو آپ کے جذبات اشاعت علم عروج پر آنے لگے، بنجر علاقہ، جہالت کی آماج گاہ، جرائم اور خوف ودہشت کا ماحول، لیکن اس اللہ کے مخلص بندہ نے انہی جاں گسل حالات میں محض اللہ کے بھروسہ پر کام کا آغاز کیا، اور مسلمانوں کی مرتد شدہ نسلوں کو دوبارہ ایمان کی دولت سے مشرف کرانے لگا، کچے مکان اور کھپریل کے نیچے بیٹھ کر سالوں سال دین کے لئے محنتیں کیں، آس پاس کے دیہاتوں اور جنگل نما آبادیوں میں سفر کر کے مسلمان بچوں کو فراہم کرنے اور انہیں دینی علوم سے آراستہ کرنے میں اپنا خون پسینہ کھپاتے رہے۔ ایک مرتبہ خود دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ:

''یہ مدرسہ کچا تھا اور ضلع باندہ کی مٹی ایسی ہے جو برسات میں بہہ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر سال دیواریں اور چھتیں گر جاتی یا مخدوش ہو جاتی تھیں''۔

Marfat.com

فرمایا کہ: ''بسا اوقات ایسا ہوتا کہ برسات میں اندر کے حصے میں کیچڑ ہو جاتی اور طلبہ اور اساتذہ کھڑے کھڑے ہاتھ میں کتاب لئے پڑھتے پڑھاتے تھے''۔

فرمایا کہ ''ادھر میری حالت آج بھی یہ ہے کہ اگر کسی سے اپنی ضرورت کے لئے کوئی لفظ بھی زبان سے نکل جاتا ہے تو مارے شرم کے پسینہ آ جاتا ہے، اس لئے مدرسہ کے لئے مالی بھی زیادہ فراہم نہ ہو پاتا تھا''۔

پھر فرمایا کہ: ''ایک مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میرا دل بھر آیا اور میں نے اپنے استاذ حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صورت حال لکھی، اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کان پور میں اقامت پذیر تھے، انہوں نے میری ہمت افزائی فرماتے ہوئے پکی تعمیر کے لئے ایک معتد بہ رقم سر دست روانہ فرمائی، اور یہ تاکید فرمائی کہ اب کام مت روکنا''۔

فرمایا کہ: اس کے بعد سے مسلسل اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور ضرورت کے اسباب مہیا ہوتے چلے گئے، فالحمد للہ۔ آج یہ مدرسہ ملک کے مرکزی اداروں میں شمار ہوتا ہے، اور جہالت زدہ، علاقہ میں علوم نبوت کی ضیاء پاشیاں کر رہا ہے، یہ صرف حضرت قاری صاحبؒ کے بے پایاں اخلاص یا توکل اور علمی شغف کی برکت ہے۔ آخری زمانہ میں آپ کے اسفار حد سے زیادہ ہونے لگے تھے، لیکن اس دور میں بھی آپ اپنے متعلقہ اسباق کا حتی الامکان ناغہ نہ ہونے دیتے تھے، اور کہیں جلسہ میں تشریف لے جاتے تو راتوں رات چل کر واپس تشریف لاتے اور آتے ہی سبق پڑھا دیتے۔ گذشتہ سال ہم لوگ باندہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ: ''میں طلبہ کے نقصان کا خیال کرتے ہوئے خود ہی سفر کرتا ہوں اور رات ہی میں واپس لوٹ آتا ہوں، اگر اپنی جگہ کسی اور مدرس کو بھیج دوں تو وہ ایک جلسہ کے لئے ڈیڑھ دو دن کا ناغہ کرے گا۔ میں صرف اسباق کی پابندی کے لئے یہ مشقت اٹھاتا ہوں''۔ اس سے آپ کے بلند پایہ جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ آداب تعلیم و تعلم پر بہت زیادہ زور دیتے تھے، اور ان پر نہ صرف یہ کہ خود عمل

پیرا تھے بلکہ کے مدارس دینیہ سے وابستہ ہر فرد کو اس راستہ پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے، چنانچہ اس موضوع پر آپ نے دو رسالے ''آداب المتعلمین'' اور ''آداب المعلمین'' کے نام سے تالیف فرمائے، جو اپنے موضوع پر نہایت مفید اور مقبول ہیں۔ علاوہ ازیں طلبہ کی ناقص استعدادوں کا خیال فرماتے ہوئے آپ نے تجوید، نحو، صرف اور منطق پر مختصر رسالے مرتب فرمائے اور منطق کی ادق کتاب ''سلم العلوم'' کی شرح لکھی جو دیگر شروحات کے مقابلہ میں آسان اور جامع ہے۔ اسی طرح ''شرح جامی'' کی مبسوط شرح تالیف فرمائی۔ اور اب آخری عمر میں ہوش ربا مصروفیات اور مسلسل اسفار کے دوران ''شرح تہذیب'' کی شرح تحریر فرمائی جو آپ کے بے انتہا علمی شغف کی آخری نشانی ہے، آپ عمر کے آخری لمحات تک تعلیم و تعلم ہی میں مشغول رہے۔ بدھ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ کو ظہر کے بعد آپ نے ''سلم العلوم'' کا درس دیا اس کے بعد ''بخاری شریف'، کے درس کے لئے وضو فرما رہے تھے کہ مرض الوفات کا آغاز ہوا، گویا کہ باقاعدہ ہوش و حواس کے آخری لمحات آپ نے اپنی زندگی کے محبوب مشغلہ میں گذارے، اور جب طبیعت زیادہ بگڑنے پر آپ کو باندہ سے لکھنؤ لے جایا جانے لگا تو آپ نے آخری بات یہی ارشاد فرمائی کہ: ''مدرسہ کا خیال رکھنا اور طلبہ اور اساتذہ سے سلام کہنا''۔ خدا کرے کہ آپ کا لگایا ہوا یہ علمی گلشن ہمیشہ سرسبز اور شاداب رہے، اور آپ کے لئے بیش از بیش صدقۂ جاریہ کا سامان فراہم ہوتا رہے، آمین۔

سادگی اور تواضع

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کا نہایت تابناک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیوی تکلفات اور تصنع اور بناوٹ سے طبعی طور پر بالکل مستغنی کر دیا تھا، آپ کی ہر ہر ادا سے سادگی اور تواضع ٹپکتی تھی، کھانے، پینے، لباس، ضروریات، ہر چیز میں سادگی اختیار فرماتے، عام طور پر سفر میں کالی دھاریوں والا معمولی سوتی رومال، کپڑے کا تھیلا جس میں ایک لوٹا، ایک لنگی اور ضرورت ہو تو ایک جوڑا کپڑا، بس یہی چیزیں ساتھ ہوتیں۔ حتی کہ

Marfat.com

میرے ایک دوست نے جو افریقہ کے سفر میں حضرت قاری صاحب کے ساتھ بمبئی سے جوہانسبرگ گئے تھے بتایا کہ سفر افریقہ میں بھی حضرت قاری صاحبؒ کا کل سامان یہی کپڑے کا تھیلا تھا، بمبئی ایر پورٹ پر الوداع کہنے والے بعض احباب نے بہت زور دیا کہ حضرت کوئی بریف کیس لے لیں، لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا۔

گذشتہ سال احقر نے ایک ٹوپی اور عربی رومال ہدیہ میں پیش فرمایا تو ٹوپی تو قبول فرمالی، مگر رومال دیکھ کر فرمایا کہ: ''یہ تو آپ ہی کی شان کے لائق ہے''، اور قبول نہیں فرمایا۔ آپ دل سے اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے اور اپنے چھوٹوں سے بھی انتہائی اکرام اور احترام کا معاملہ فرماتے تھے، عام طور پر مقررین اور واعظین اپنے سامنے جلسہ میں کسی دوسرے کی تقریر پسند نہیں کرتے لیکن آپ کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس تھا، آپ تاکید کر کے اپنے سے قبل کسی دوسرے عالم کی تقریر کراتے اور نہایت غور سے اس کی بات سنتے، اور پھر عموماً اسی مضمون کو لے کر اپنا وعظ شروع فرمادیتے۔

مرادآباد اور اس کے اطراف میں حضرت قاری صاحبؒ کی تشریف آوری پر کئی پروگراموں میں اپنے وعظ سے قبل اس ناکارہ کو تقریر پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آج تم نے وہی باتیں کہہ دیں جو میں کہنا چاہتا تھا، میں نے عرض کیا کہ یہ صرف آپ کی توجہ کی برکت ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ خورد نوازی آپ کے کمال اخلاص اور تواضع کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

زمانۂ طالب علمی میں احقر کو بار بار دارالعلوم دیوبند میں حضرت قاری صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، جب آپ تشریف لاتے تو مشتاقان زیارت کی بھیڑ لگ جاتی اور آپ جدھر جاتے طلبہ کا ایک بڑا مجمع آپ کے ساتھ ہوتا، کئی مرتبہ طلبہ وغیرہ نے آپ سے دارالعلوم میں وعظ کی درخواست کی تو آپ نے ازراہ تواضع صاف انکار فرمادیا اور کہا کہ ''جس جگہ اکابر نے وعظ کہا ہو وہاں میں وعظ نہیں کہہ سکتا'' اسی طرح ۱۹۹۵ء میں جب آپ مدرسہ شاہی میں رونق افروز ہوئے اور طلبۂ دورۂ حدیث شریف نے تبرکاً ایک سبق

Marfat.com

Marfat.com

پڑھانے کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا ''جس ادارہ میں نے درس لیا ہے وہاں درس دینے کی ہمت نہیں ہے'' اسی بے مثال تواضع کا اثر یہ تھا کہ آپ کا قلب مبارک بغض وکینہ کے اثرات سے محفوظ تھا آپ اپنے تمام اکابر اور معاصرین سے تعلقات استوار رکھتے اور گروپ بندی سے اپنے آپ کو پوری طرح بچائے رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی شخصیت جماعتی اور مدارس کے اختلافات سے بلند تھی اور آپ کی ذات کو ہر طبقہ میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

کمال زہد

حضرت قاری صاحبؒ کا ایک ممتاز وصف آپ کا بے مثال زہد استغناء تھا، دنیا آپ کے قدموں میں ذلیل ہو کر آتی تھی لیکن آپ اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، مال داروں کی اصلاح کا جذبہ ضرور تھا لیکن ان کی دولت وثروت سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ تھی، اسی استغناء نے آپ کو مقبولیت ومحبوبیت کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا، اور آپ کی ذات ارشاد نبوی ازھد فی الدنیا یحبک اللہ وازھد فی ماعندالناس یحبک الناس (دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ عنداللہ محبوب بن جاؤ گے اور لوگوں کے مال ودولت سے اعراض کرنے لگو تو لوگوں کی نظر میں محبوب بن جاؤ گے) کی چلتی پھرتی تفسیر بن گئی تھی، آپ نے ساری دینی خدمات حسبۃً اللہ انجام دیں، نہ صرف یہ کہ مدرسہ سے مشاہرہ نہ لیتے بلکہ اسفار میں بھی کرایہ کے علاوہ نذرانے وصول نہ فرماتے، اور کہیں کہیں تو اپنا ہی کرایہ خرچ کر کے تشریف لے جاتے تمام مہمانوں کا صرفہ اپنے حساب سے ادا فرماتے، مدرسہ پر اس کا بوجھ نہ ڈالتے تھے۔

عشق نبوی

علاوہ ازیں اتباع سنت میں بھی آپ کا قدم بہت راسخ تھا، معمولی سے معمولی سنت کی ادائیگی کا بھی نہایت اہتمام فرماتے۔ گذشتہ سال ہم لوگ حاضر تھے، رات میں آرام فرمانے سے قبل آپ نے وضو فرمایا، پھر ارشاد فرمانے لگے ''اب اٹھتے بیٹھتے تکلیف ہوتی ہے، سوتے وقت وضو کا اہتمام دشوار ہوتا ہے لیکن بعض بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے کہ

ایک رات باوضو سونے کے لئے انہیں ۱۴ مرتبہ وضو کرنا پڑا اور ہر مرتبہ پوری بشاشت سے وضو کرتے رہے تاکہ انہیں سنت کے موافق سونا نصیب ہو جائے، ایسے بزرگوں کے حالات سے عمل کی ہمت ہو جاتی ہے"۔

آپ ہر عمل میں اتباع سنت کو ہی ملحوظ رکھتے، اور اسی نیت سے تمام امور انجام دیتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی عالم آپ سے ملنے تھوڑا حاضر ہوتا تو اس کو طلبہ میں بیان کرنے کا حکم فرماتے، ہم چند احباب حاضر ہوئے تو حسب معمول آپ نے تقریر کا پروگرام رکھا، ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو استفادہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں، افادہ کے لائق نہیں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ: "کیا مہمان کا اکرام سنت نہیں ہے"۔

آنحضرت ﷺ کا عشق آپ کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھا، کبھی کبھی یہ عشقیہ جذبات الفاظ کے پیکر میں ڈھل کر منظوم کلام کی شکل اختیار کر لیتے اور اس کے لفظ لفظ سے آپ کے سوز وگداز اور درد دل کا اظہار ہوتا تھا، ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں آپ نے بڑی درد انگیز نعت ارشاد فرمائی جس کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

دواؤں سے طبیعت رو بصحت ہے نہیں میری　　طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری
نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے　　دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری
علاج اس کا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہوں گا میں　　دیار قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری
نہ دن میں چین ملتا ہے نہ شب میں نیند آتی ہے　　سکوں باقی نہیں ہے خاطر اندوہ گیں میری
وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذات اقدس کا　　تصور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری
ہوا دیوانہ جب سے آپ کا خلوت میں رہتا ہوں　　کسی سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں میری

آپ کی دیگر نعتیں بھی انہی جذبات کی آئینہ دار ہیں جن میں سے بعض آپ کی تالیف "سیرت سید المرسلین" میں شائع ہو چکی ہیں۔

الغرض انہی خوبیوں کی وجہ سے خلق خدا آپ کی طرف کھینچی چلی جاتی تھی، آپ کی آمد کی خبر سن کر گاؤں دیہات میں بھی ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہو جاتا اور آپ کا سادہ اور تکلف سے

Marfat.com

Marfat.com

خالی وعظ حاضرین پر اس قدر اثر انداز ہوتا کہ بڑی بڑی مرصع تقریروں سے بھی وہ بات حاصل نہیں ہو پاتی، آپ کی باتیں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' (دل سے نکل کر دل تک پہنچے) کا مصداق ہوتی تھیں، یہ آپ کی ظاہر و باطن کی یکسانیت اور علم و عمل میں مطابقت کا اثر تھا جسے ہر شخص محسوس کرتا تھا۔

آج حضرت قاری صاحبؒ کی ذات ہم میں گو کہ موجود نہیں مگر آپ کی زندگی کے تابندہ نقوش ہمارے سامنے ہیں، ہماری نظر میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں سب سے بڑا اخراج عقیدت یہ ہے کہ ہم آپ کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں، اور آپ کی بلند پایہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہمارا یہ عزم حضرت کی روح کو خوش کرنے کا ذریعہ بنے گا، انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے، اور حضرت قاری صاحب مرحوم کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کی

چند عبرت آموز جھلکیاں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی وفات پر بہت سے حضرات نے تعزیتی مضامین لکھے، اور بعض رسائل نے خاص نمبر بھی شائع کیے، تاہم ان مضامین میں حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی مدظلہ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تأثراتی مضمون سب سے ممتاز قرار دیا گیا، جس میں آں موصوف نے حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں اپنے چشم دید حالات اس انداز میں جمع فرمائے کہ پڑھنے والے ان کے ذریعہ بڑی عبرت اور نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔ احقر اسی مضمون سے انتخاب کر کے چند واقعات ذیل میں نقل کر رہا ہے، اسی کے ساتھ ماہنامہ ''پیغام محمود دیوبند'' کے ''صدیق نمبر'' کے دیگر مضامین سے کچھ منتخب چیزوں کو شامل کیا ہے۔ اور اس سلسلہ کے اخیر میں حضرت قاری صاحبؒ کے ان قیمتی بیانات کی تلخیص درج ہے جو حضرتؒ نے مراد آباد کے سفر ۱۴۱۶ھ کے دوران متعدد مجالس اور اجلاسوں میں فرمائے تھے، اور جنہیں بعد میں ''ندائے شاہی'' میں شائع کر دیا گیا۔ امید ہے کہ دیدۂ عبرت کے ساتھ ان باتوں کو پڑھنے سے قارئین کو نفع ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پر مشقت طالب علمی

اپنی ابتدائی طالب علمی کا یہ واقعہ حضرت نے بارہا سنایا کہ میرے استاذ جو گاؤں کی مسجد میں مجھے حفظ کراتے تھے، صرف سات یا آٹھ پارے کے حافظ تھے، جب میں نے اتنے پارے حفظ کر لئے، تو فرمایا: ''بیٹا اب تم کہیں باہر چلے جاؤ، ہم تو صرف اتنا ہی پڑھا سکتے تھے''، حضرت کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، والدہ مرحومہ نے کچھ کر کرا کے تھوڑا بہت

انتظام ''کان پور'' جانے کا کردیا، حضرت کے ساتھ کچھ خشک روٹیاں اور غالباً تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے بھی کردئے، کان پور کے کسی مدرسہ میں جاکر داخلہ لے لیا، مدرسہ سے کھانے کا انتظام ہوا نہیں، یا حضرت نے لینا پسند نہیں کیا، یہ تفصیل مجھے یاد نہیں رہی، بہر حال کھانا مدرسہ سے نہیں ملتا تھا، کچھ دن تو ساتھ لائے ہوئے سامان پر گزارا کیا، جب وہ ختم ہوگیا تو اللہ نے ایک وقت کے کھانے کا انتظام اس طرح کردیا کہ کان پور کے استاذ صاحب نے فرمایا صدیق! تم ہمارے گھر سرکاری نل سے پانی بھر دیا کرو اور ایک وقت کا کھانا ہمارے یہاں سے لے لیا کرو، ان کا گھر بالائی منزل پر تھا، دو دو بالٹی لے کر زینہ پر چڑھنا پڑتا تھا، فرماتے تھے بیچ زینہ میں کھڑے ہوکر رولیا کرتا تھا، لیکن اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا، چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھانا ملتا تھا، لیکن حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب بننے کے لئے ابھی اور سخت تربیت اللہ کو منظور تھی، حضرت نے بارہا سنایا کہ ایک مہینہ بھی اس ایک وقت ایک کے کھانے کے انتظام کو نہ ہوا تھا کہ ہمارے گاؤں کے ایک ساتھی حافظ نعمت اللہ صاحب میرے ساتھ پڑھنے کے لئے کان پور آگئے، اب صورت یہ تھی کہ ایک وقت کا کھانا اور دو آدمی، کچھ دنوں کے بعد ایک ساتھی اور آگئے، اب چوبیس گھنٹے میں صرف ایک ایک چپاتی ہی حصہ میں آتی تھی، یہ نئے آنے والے ساتھی تو آزمائش کو برداشت نہیں کرسکے اور جلد ہی وطن واپس چلے گئے، لیکن حضرت اور جناب حافظ نعمت اللہ دونوں نے ایک سال پورا صرف ایک وقت کی ایک خوراک میں گذار دیا۔

(براویت: مولانا محمد زکریا سنبھلی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو، از پیغام محمود دیوبند ۸۵)

اصلاح امت کی دھن

ضلع باندہ اور اس کے قرب وجوار میں کوئی قابل ذکر دینی ادارہ نہ تھا اور نہ کوئی شخصیت مدت سے دینی کام کرنے والی رہی تھی، اس لئے اس علاقہ کا دینی حال بہت ہی خراب تھا۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی تھی جو صرف نام کے مسلمان تھے، حقیقت اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا، بلکہ بعض برادریاں تو اپنا تعارف اس طرح کراتی تھیں کہ ہم نہ

Marfat.com

ہندو ہیں اور نہ مسلمان، ہم تو فلاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں، آزادی کے بعد باندہ ضلع میں شدھی تحریک والوں نے کمزور مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کردیا تھا اور ارتداد کا ایک سیلاب سا آ گیا تھا، سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان یا واقعی مرتد ہو گئے تھے یا بالکل ارتداد کے قریب پہنچ گئے تھے۔ حضرتؒ اس زمانہ میں فتح پور کے ایک مدرسہ اسلامیہ میں پڑھاتے تھے، وہاں باندہ اور اس کے اطراف کی یہ خبریں پہنچتی رہتی تھیں، خود سناتے تھے کہ ایک رات کو سونے کے ارادے سے جب لیٹا تو یہ خیال آ گیا کہ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال نہیں فرمائیں گے کہ تم نے یہ کتابیں پڑھائی تھی کہ نہیں؟ بلکہ مجھ سے یہ سوال ہوگا کہ تمہارے علاقہ میں ارتداد پھیل رہا تھا، لوگ مرتد ہو رہے تھے تم نے کیا کیا؟ اس سوال کے ذہن میں آنے سے نیند غائب ہوگئی، ساری رات اسی فکر میں ذہن غلطاں و پیچاں رہا اور ایک منٹ کو بھی نہ سو سکا، لیکن صبح ہونے سے پہلے ہی دل و دماغ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اب اپنے علاقہ کے لوگوں میں کام کرنا ہے اور ان کے ایمان کی فکر کرنی ہے۔ پھر اسی ارادہ سے اہل مدرسہ سے اجازت لے کر اپنے یہاں چلا آیا، شروع میں کام کی صورت یہ تھی کہ ایسے علاقوں کے دیہات میں جہاں ارتداد کی وبا عام ہو رہی تھی، حضرتؒ نے تن تنہا دورہ شروع کردیا اور جہاں اور جیسے دین کی بات کرنے کا موقع ملتا بات کرتے۔ میں نے ابھی کچھ دن پہلے اس دورہ کی کچھ تفصیلات دریافت کی تھیں، تو فرمایا کہ جو لوگ میرے گاؤں سے واقف تھے، ان سے ہتھورا کے حوالے سے تعارف کرا کر بات کرتا اور جو لوگ میری سسرال کے لوگوں سے واقف تھے، ان سے ان لوگوں کے حوالے سے بات شروع کرتا، اسی طرح ایک دن میں کئی کئی دیہات گھوم پھر کر دین کی بات ان لوگوں کو پہنچایا کرتا تھا، میرے سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ رات کا قیام کبھی کسی کھلیان میں، کبھی کھیتوں کی پگڈنڈیوں میں بھی کرنا پڑتا تھا، اس طرح کام کرتے ہوئے کئی مہینہ گذر گئے، تو محسوس ہوا کہ مدرسہ کی ضرورت ہے جسے اس کام کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جائے اور ان لوگوں کے بچوں کو وہاں پڑھانے کے لئے لایا جائے، مدرسہ کی تجویز مولاناؒ نے باندہ اور قرب و جوار کے

Marfat.com

Marfat.com

لوگوں کے پاس جاجا کر رکھی، بعض حضرات سے بڑی امیدیں وابستہ کر کے ان کے پاس گئے لیکن اس کام کے نام سے ہی سب کانوں پر انگلیاں رکھ لیتے تھے، لوگوں نے یہ تک کہا: ''صدیق! یہاں جان کے لالے پڑے ہیں اور تم مدرسہ کی بات کرتے ہو''، اس سلسلہ کی تفصیلات حضرت بہت بتلایا کرتے تھے، بہت سی ابھی تک میرے حافظہ میں محفوظ ہیں، مگر بات بہت طویل ہو جائے گی، ہر طرف سے مایوس ہو کر مولانا نے اپنے گاؤں میں مدرسہ کھول ہی دیا، گاؤں والے سب بے حد غریب، کچے کچے مکانات مسجد بھی چھوٹی اور خستہ، مگر مولاناؒ کے عزم مصمم کے سامنے کوئی رکاوٹ، رکاوٹ نہ رہی۔ ان ہی دنوں حضرتؒ نے ایک طویل نظم کہی تھی، جس کے کچھ اشعار حضرت نے مجھے بھی کئی بار سنائے اور جب بھی سناتے آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھی، نظم کیا تھا ٹوٹے دل کی آہیں تھی۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۸۶، ۸۷)

مدرسہ کی تعمیر میں شرکت

مدرسہ کے قریب ایک نالہ ہے، برسات میں اس کا پانی اپنے چھوٹے چھوٹے کنکر بڑی مقدار میں بہالاتا ہے، وہ کنکر خاص خاص جگہوں پر نالے کے کنارے جمع ہو جاتے ہیں، پتھر کی تعمیر میں چونے کے ساتھ ملا کر یہ کنکر استعمال کئے جاتے ہیں، حضرت اس بات سے بہت واقف تھے کہ نالے کے کس کس موڑ پر کنکر زیادہ ملتے ہیں، پھر ان کو جمع کرنا اور دھونا بھی خوب جانتے تھے، طلبہ کو لے کر خود نالے پر تشریف لے جاتے، طلبہ کے ساتھ کنکر جمع کرتے، ان کو ٹوکریوں میں کر کے خود دھوتے اور بیل گاڑی پر لدوا کر لاتے تھے۔ حضرتؒ کے ساتھ کام کرنے میں بڑا مزہ آتا تھا، سب ہی لوگ حضرتؒ سے بے تکلف تھے، حضرتؒ سے چھیڑ چھاڑ بھی کر لیتے تھے، ایسا پیارا محبوب مربی نہ دیکھا نہ سنا، لطیفے بھی ہوتے تھے، حضرتؒ ہنستے ہنساتے بھی تھے، ایسی حسین ہنسی اور اتنے خوبصورت دانت کم ہی دیکھے ہوں گے، تعمیر کے سلسلے میں سب لوگوں سے مشورہ بھی لئے جاتے اور مشوروں کو قبول بھی فرماتے تھے، اس طرح تنکا تنکا کر کے یہ آشیانہ تعمیر ہوا ہے۔ اپنے مدرسہ کے علاوہ حضرتؒ کو بستی بستی

Marfat.com

قریہ قریہ مکاتب کے قیام کی بہت فکر رہتی تھی۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۸۸)

بے مثال تواضع

مولانا تواضع وانکساری کے پیکر تھے، اپنی ذات کو سب سے کمتر اور اپنے کو سب کا ادنی خادم سمجھتے تھے، خدمت کے واقعات بہت سے پڑھے ہوں گے، یہ بھی پڑھ لیجئے: مدرسہ میں مسجد کے سامنے بارہ عدد بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، جو طلبہ واساتذہ کے بھی استعمال میں رہتے تھے، باندہ کے دیہاتی طلبہ جس جس طرح ان کو گندہ کر سکتے تھے، کرتے تھے۔ لیکن صبح کے وقت سب بیت الخلاء روزانہ بالکل دھلے ہوئے ہوتے تھے، کسی کو دھونے والے کا پتہ نہ چلتا تھا، ایک مرتبہ تقریباً ڈھائی بجے مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت محسوس ہوئی، جب میں کسی قدر قریب پہنچا تو دیکھا کہ کوئی صاحب مسجد کے وضوخانے کا پانی جس گڈھے میں جمع ہوتا تھا اس سے بالٹی میں پانی لے کر بیت الخلاء دھو رہے ہیں، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے حضرتؒ ہی ہیں، کہاں کا تقاضا؟ خاموشی سے آکر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا اور حضرتؒ کو یہ کرتے دیکھتا رہا، آگے بڑھ کر حضرتؒ کے ساتھ شریک ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرتؒ کو راز فاش ہو جانے پر افسوس ہوگا، اور حضرتؒ کو یہ سب کرتا دیکھ کر نیند کا کیا سوال؟ اس کام سے فارغ ہو کر مسجد کے قریب کنویں پر جونل لگا تھا، وہاں جا کر غسل فرمایا، اور مسجد کے صحن میں تہجد کی نماز شروع کر دی، اللہ ہی جان سکتا ہے کہ اس کے یہاں ان کاموں کا کیا اجر ملے گا، اور اس تہجد کی نماز پر اس کا کتنا پیار آتا ہوگا؟ اپنے کمرے کے سامنے صحن اور برآمدہ میں جھاڑو دے لینا تو کوئی بات ہی نہ تھی، یہ تو روزمرہ کا کام تھا۔

بہت سے معزز مہمانوں کے لئے حضرتؒ کے کمرہ کے قریب دو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک بہت محترم بزرگ آنے والے تھے کہ اس بیت الخلاء کا ٹینک بھر گیا، مولوی محمد منظور اور مولوی انیس احمد کو جو حضرت کے قریبی لوگوں میں ہیں بلایا، اور فرمایا کہ ایک کام ہے، ہم ہی لوگ کر سکتے ہیں، بتلاؤ: کروگے؟ ان لوگوں نے عرض کیا ضرور۔ فرمایا یہ کام ہے، ان نوجوانوں کو بھی شاباش ہے کہ ان لوگوں نے حضرتؒ کے ساتھ

یہ کام کیا، انہی دونوں کی روایت ہے کہ: حضرت بھی بالٹیاں بھر کر غلاظت وہاں سے لے جا کر دور کھیت میں ڈال کر آتے تھے۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۸۸)

اپنے لئے احتیاط ہی پسند تھی

مولاناؒ کے یہاں استاذ کی تنخواہیں تو واقعی کم تھیں لیکن اور بہت سی سہولتیں ایسی تھیں جن سے تنخواہوں کی کمی کی تلافی ہو جاتی تھی، مثلاً: اساتذہ کو مکانات بہت ہی کم کرایہ پر دیئے جاتے تھے، اور حتی الوسع ہر خواہش مند استاذ کو مولاناؒ مکان فراہم کر دیتے تھے، اسی طرح مطبخ کے لئے جو غلہ تیل وغیرہ فصل کے موقع پر جس نرخ سے غلہ خریدا گیا تھا، اسی نرخ سے سال بھر اساتذہ کو دیتے رہتے تھے، یہ سامان قرض بھی دیا جاتا تھا، اور قیمت قسط وار تنخواہ سے کٹتی رہتی تھی۔ رمضان المبارک سے پہلے شعبان میں رمضان کے خرچ کے لئے چاول، دال اور تیل وغیرہ مطبخ کے بند ہونے سے پہلے ہی دے دیا جاتا تھا۔

جس سال مولوی حبیب صاحب (حضرت کے بڑے صاحب زادے) مدرس ہوئے ہے، اس سال شعبان کا واقعہ ہے کہ مطبخ کے ذمہ دار حضرت عام اساتذہ کو یہ سامان دے رہے تھے، مولوی حبیب صاحب اتفاقاً ادھر سے گزرے (اس وقت مطبخ اتنا اندر نہیں تھا) تو انہوں نے مولوی حبیب صاحب سے کہا، آپ کو بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے لیں، آپ بھی تو اب استاذ ہو گئے ہیں، مولوی حبیب صاحب نے ان کے کہنے پر دو تین کلو چنے کے دال قیمۃ لے لی، اور دال لے کر نکل رہے تھے کہ ادھر سے حضرت تشریف لے آئے، دریافت فرمایا کہ کیا ہے؟ آواز میں کرختگی تھی، بے چارے مولوی حبیب صاحب تو گھبرا گئے، غالباً مطبخ کے ذمہ دار نے ان کی طرف سے عرض کیا، تین کلو دال نقد قیمت دے کر لی ہے، میں نے حضرتؒ کے غضب کا ایسا حال کبھی نہ دیکھا تھا، انتہائی سخت انداز میں مولوی حبیب احمد کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تمہارے باپ کا مال ہے، میں بھیک مانگ مانگ کر تمہارے لئے لاتا ہوں؟ میں فوراً پہنچ گیا عرض کیا، وہ بھی تو مدرس ہیں اور یہ سہولت تو سب ہی مدرسین کے لئے ہے، لیکن حضرت کا غضب کسی طرح کم نہ ہوا، ہم سب

Marfat.com

ہی لرز گئے، بے چارے مولوی حبیب احمد صاحب کا تو برا حال تھا، کسی طرح مطبخ واپس گئے اور وہ دال واپس کی۔

اپنے اور اپنے اہل وعیال کے بارے میں حضرت کی احتیاط کا یہی حال تھا مدرسہ سے نہ کبھی تنخواہ لی، اور نہ کوئی سہولت اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے مدرسہ سے حاصل کی۔ جس زمین میں مدرسہ بنا ہوا ہے، اس کا اکثر حصہ مولاناؒ کے خاندان یا اعزہ کی ملکیت تھا، نیز جس کمرہ میں حضرت کا قیام تھا، وہ بھی حضرت ہی نے اپنے لئے بنوایا تھا، مدرسہ کی رقم اس میں صرف نہ کی تھی، مدرسہ کے کاموں سے سفر کرنا ہوتا تھا، تب بھی حتی الوسع مدرسہ سے کرایہ نہ لیتے، اور سفر میں کوئی معمولی سی تجارت کر لیتے جس سے کرایہ نکل آتا، مدرسہ کے ایک استاذ مولانا سعد اللہ صاحب کی کرانہ کی دوکان تھی، کان پور تشریف لے جا رہے تھے، فرمانے لگے: مولوی سعد اللہ صاحب بتلایئے! آپ کی دوکان کے، لئے کان پور سے کیا لیتے آئیں؟ جس سے ہمارا کرایہ نکل آئے، مولانا سعد اللہ صاحب نے عرض کیا: حضرت ''سن لائٹ صابن'' ہمیں باندہ میں اس قیمت کا ملتا ہے، کان پور میں آپ کو اس سے کم قیمت کا مل جائے گا، آپ ایک پیٹی صابن لے آئیں، ہم لے لیں گے، آپ کا کرایہ نکل آئے گا۔ مولاناؒ کان پور سے واپسی میں ایک پیٹی سن لائٹ صابن لے آئے، اور مولانا سعد اللہ صاحب کو دے دیا۔ اس میں صابن کی قیمت اور مولانا کا کرایہ بھی نکل آیا، اور چھ عدد سن لائٹ صابن بچ رہے، فرمایا یہ غریب طلباء کے کام آجائیں گے۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۶، ۹۷)

مہمانوں کا اکرام

احادیث میں اکرام ضیف کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے، حضرتؒ کے یہاں اس کا اہتمام آخری حد تک تھا، مہمانوں کی آمد تو وقت بے وقت ہوتی ہی رہتی تھی، مولانا مہمانوں کو مدرسہ کے ذمہ نہ کرنا چاہتے تھے، اب اس کی صورت یہی تھی کہ اپنے گھر جو کچھ ہو یا ہو سکے تو لے آئیں، اور بعض بہت ہی قریبی عزیزوں کے گھروں سے کچھ لے

Marfat.com

Marfat.com

آ ئیں۔مولانا کا کمرہ جو دار الضیافت بھی تھا، اس میں ایک عدد المونیم کی سینی، چار عدد المونیم کے پیالے اور ایک کپڑا جس میں مختلف رنگوں کے کپڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے، رکھا تھا۔ اگر بے وقت مہمان آتے تو حضرت خود ہی یہ مذکورہ سامان اٹھاتے اور چل دیتے اور اپنے گھر اور عزیزوں کے گھروں سے کھانا لانے کے لئے جس کا گھر راستہ میں پڑ جاتا، آواز دیتے جاتے، اور ایک پیالہ پکڑاتے جاتے، صاحب خانہ اپنے گھر سے جو کچھ ہوسکتا تھا، مدرسہ لے کر پہنچ جاتے، پھر حضرت اپنے گھر جا کر جو کچھ ملتا یا جلد انتظام ہوسکتا، لے آتے۔ میں الحمد للہ مولانا کے کسی حد تک قریب تھا، کبھی کبھی یہ کام میں نے بھی کیا، مگر بہت کم، گاؤں کے لوگوں کا میرے ساتھ بھی بہت محبت کا تعلق تھا۔

ایک دفعہ حضرتؒ کی عدم موجودگی میں بے وقت ایک مہمان آگئے، ایک بہت ہی قریبی دوست کے گھر جا کر میں نے بھی آواز لگادی، وہ گھر پر نہ تھے، بچوں کے ذریعہ اپنی بات اندر تک پہنچادی کہ مہمان آگئے ہیں، ایک پیالہ سالن یا دال دے دیں، اللہ ان کی اہلیہ کو بہت ہی جزائے خیر دے کہ انہوں نے بچے کے ذریعہ پوری پتیلی باہر بھیج دی کی مہمانوں کو کھلادیں، جو بچ جائے واپس کردیں، ابھی بچوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اس گاؤں کے لوگ مہمان نوازی میں بے مثال تھے، حضرتؒ گاؤں کے لوگوں کے احسانات کا جو مدرسہ کے ابتدائی زمانہ میں ان لوگوں نے کئے تھے، بہت تذکرہ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ میں حضرتؒ کی اس سنت پر کبھی کبھی عمل کرلیا کرتا تھا، لیکن حضرتؒ کو یہ بات برداشت نہ تھی، کہ میں کسی کے دروازہ پر جا کر اس طرح آواز لگاؤں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرتؒ کی کچھ طبیعت خراب تھی، گھر تشریف لے گئے تھے کہ بے وقت مہمان آگئے، میں نے سوچا کہ حضرتؒ کو زحمت ہوگی، خود ہی کچھ انتظام کرلیا جائے، وہی سینی اور کٹورے لے کر چل دیا، کسی ذریعہ سے مہمان کا حضرتؒ کو علم ہوگیا، فوراً چلے آئے، ادھر سے میں مدرسہ سے نکل چکا تھا، راستہ میں ملاقات ہوگئی، حضرت کی آنکھوں سے آنسوں بہہ پڑے اور فرمایا: ”مولانا سب کام آپ سے کرالیتا ہوں، یہ کام آپ سے

Marfat.com

نہیں کراؤں گا"، پھر بڑے درد سے فرمایا "یہ تو میرے نصیب ہی میں لکھا ہے"۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۱)

دوسرے کی دل شکنی کا خیال

ایک مرتبہ حضرت کو کان پور رکتے ہوئے لکھنؤ جانا تھا، بطور خادم احقر بھی ساتھ تھا، نماز فجر سے قبل پسنجر ٹرین سے سفر شروع ہوا، قریب گیارہ بجے کان پور پہنچے، تب تک ناشتہ چائے کی نوبت ہی نہیں آئی، لوگ آتے گئے ملاقات کا سلسلہ چلتا رہا، کسی نے خواہش کی کہ حضرت ہمارے گھر چلیں ناشتہ کرلیں، حضرت انکار فرماتے، کسی نے کہا حضرت ناشتہ ہم یہیں لے آئیں، حضرت انکار فرماتے، میں بھوک سے بے تاب ہورہا ہوں، کچھ کہنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، کان پور اسٹیشن سے قریب مسجد شتر خانہ ہے، وہاں حضرت پہنچ گئے، لوگوں کا ہجوم واصرار بڑھتا رہا، حضرت نے لوگوں سے کہا کہ مجھے کچھ آرام کرنا ہے، آپ لوگ چلے جائیں، دو گھنٹہ بعد آئیں، لوگ چلے گئے، اوپر امام صاحب کے حجرے میں گئے، اس وقت امام صاحب نہیں تھے، صرف مؤذن صاحب مسجد میں تھے، پانچ دس منٹ حضرت لیٹ گئے، پھر اٹھے، مؤذن صاحب سے کہا: آپ اپنا ناشتہ دان دے دیں، جیب سے پانچ روپے نکالے اور مجھ سے کہا لو یہ ناشتہ دان، یہ بھی راستہ ہے اس سے باہر چلے جانا، تندوری روٹی، پاؤ کلو ٹماٹر اور دو پیاز کی ڈلی لے لینا، قریب ہی دوکانیں تھی، تھوڑی ہی دیر میں لے کر حاضر ہوگیا، کہا چٹنی بناؤ، بنائی گئی، پھر روٹی کھائی گئی، تب سکون ہوا۔

پھر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے، جب وقت ہوا دروازہ کھولا گیا، لوگ آتے اور خواہش کرتے کہ کھانا ہمارے یہاں کھالیں، حضرت فرماتے کہ ہم کھانے سے فارغ ہوگئے، اب خواہش نہیں ہے۔ اللہ اکبر! سوچتا رہ گیا، یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے، یہاں ایک نہیں سینکڑوں چاہنے والے ہیں، پھر یہ استغناء کا عالم، اس میں ایک پہلو تو اس نالائق کی تربیت کا تھا، دوسرا پہلو یہ کہ کسی چاہنے والے کی دل شکنی نہ ہو، حضرت اس کا بطور خاص ہر معاملہ میں خیال رکھتے تھے، چونکہ یہ سفر کسی کی دعوت پر نہیں تھا، کسی کی دعوت قبول کرلیتے، تو دوسرے کی دل

شکنی ہو سکتی تھی، واللہ اعلم۔ (مولانا احمد عبداللہ قاسمی، پیغام محمود ۳۸)

حوصلہ افزائی

میں حضرت کے کمرے کے سامنے برآمدہ میں شرح وقایہ پڑھایا کرتا تھا کہ اچانک حضرتؒ تیزی کے ساتھ کمرہ سے باہر تشریف لائے، اور سب طلبہ کے سامنے میرے پڑھانے کی تعریف فرمانے لگے، اور فرمایا کہ: میں سوچ رہا تھا کہ اس مشکل جگہ کو آپ کیسے حل کریں گے؟ واللہ کیا تعبیر آپ نے کی ہے، مولانا اسے قلم بند کردیجئے، مولانا میرے کام آئے گا، اور یہ جملہ بار بار دہراتے رہے، میں اب بھی جب کہ یہ باتیں لکھ رہا ہوں آنکھوں میں آنسو ہیں۔ اس مرد خدا کے احسانات کا نہ بدلہ ادا کر سکا ہوں اور نہ کر سکوں گا۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۸۴)

اصلاح بین الناس کی فکر

اللہ کے بندوں میں باہمی محبت والفت اور اچھے تعلقات کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، اور اس کے بالمقابل آپس کی لڑائی اور باہمی نزاع کو شریعت میں بہت ناپسند سمجھا گیا ہے۔ حضرتؒ کو اصلاح بین الناس کی بڑی فکر رہتی تھی، خصوصاً وہ لوگ جو دین دار کہے جاتے ہیں، یا کسی دینی جماعت یا ادارہ سے وابستہ ہیں، جن کا اختلاف نہ صرف دو شخصیتوں بلکہ گروہوں کا ہوتا ہے، بلکہ اس کے نتائج بڑے دوررس اور بڑے مضر ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے حضرت بڑی کوششیں فرماتے اور جو کچھ بن پڑتا، اس سے گریز نہ کرتے۔

ایک مدرسہ کے دو استاذوں میں کچھ اختلاف ہوگیا اور بات کچھ حد سے متجاوز ہوگئی، حضرتؒ نے ان دونوں کے درمیان صلح کرنی چاہی، ان میں سے ایک تو راضی ہوگئے، لیکن دوسرے جن پر کچھ زیادتی ہوگئی تھی، کسی طرح راضی ہونے اور دوسرے کے معافی مانگنے پر بھی معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھے، حضرت نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی، میں اور ایک صاحب اور وہاں موجود تھے، جب وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے، تو حضرتؒ نے اپنی

Marfat.com

Marfat.com

ٹوپی اتاری اور ان کے قدموں پر ڈال دی، ہم لوگوں پر تو جیسے بجلی گر گئی، اور مجلس میں ایک سکتہ سا سب کو ہو گیا، لیکن حضرتؒ کے اس عمل نے اپنا کام کر دیا اور آخر ان کا دل بھی نرم پڑ گیا، اور انہوں نے بھی حضرتؒ کے ارشاد کے مطابق مصالحت کر لی۔

اسی طرح کا واقعہ لکھنؤ کے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح وصفائی کرنے کے سلسلہ میں بھی پیش آیا اور جب کچھ پر جوش نوجوانوں کو مصالحت کے لئے حضرتؒ کسی طرح تیار نہ کر سکے تو آخر میں روتے ہوئے اپنی ٹوپی اتار کر ان کے قدموں پر ڈال دی، اور نتیجہ یہاں بھی اچھا ہی نکلا، اور الحمد للہ ایک خطرناک قسم کا خون خرابہ ٹل گیا۔ اس قسم کے واقعات حضرتؒ کی زندگی میں بار بار پیش آئے ہیں، اور ان کی کوششوں نے کتنے ہی مسلمان خاندانوں اور دینی اداروں کو ہلاکت و بربادی سے بچالیا، میری نگاہوں نے ''سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے''۔ کا مصداق حضرت سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۲)

ہدیہ سے بے نیازی

اگر کوئی صاحب حضرت والا کو تحفہ ہدیہ پیش کرتے، تو فرماتے کہ مجھے ضرورت نہیں ہے، کسی ضرورت مند کو دے دو، قبول نہیں فرماتے۔ لیکن اگر کسی کا ہدیہ لینے میں اس کی اصلاح نظر آتی تو قبول فرمالیتے، اور اسی سفر میں وہ تحفہ کسی دوسرے کو دے دیتے تھے، بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اس خاکسار نے بار بار دیکھا ہے کہ کافی موٹی موٹی رقم کے ہدیے پیش کئے جاتے تھے مگر نہایت بے نیازی سے مسترد فرماتے تھے۔ یہ خاکسار بھی بارہا بہت سے احباب کے ہدایا قبول کرنے کے لئے سفارش کر دیتا تھا، مگر قبول نہیں کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں لے کر کروں گا کیا؟ کسی اور کو دے دو۔

(مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدرسہ شاہی مراد آباد، ندائے شاہی اکتوبر ۱۹۹۷ء)

سفر خرچ

حضرت والا صرف واجبی کرایہ لیتے تھے، اس سے زائد نذرانہ نہیں لیتے تھے، کار سے

سفر ہوتا تو صرف اس میں تیل ڈالنے کی اجازت ہوتی تھی، مگر افسوس یہ ہے کہ بعض بعض لمبے سفر میں لوگ تیل بھی نہیں ڈالتے تھے، حضرت والا کی زندگی نہایت مسکنت اور غربت کی تھی، ایسی حالت میں اپنی جیب سے تیل ڈالنا ہوتا اور اپنے پیسے سے کرایہ اور ٹکٹ فراہم کرنا ہوتا تھا، ایک دفعہ خاکسار سے فرمایا کہ: ''مولوی شبیر! لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں بلاٹکٹ سفر کرتا ہوں''۔ (مولانا مفتی شبیر احمد صاحب، پیغام محمود ۱۴۱)

وقت کی قیمت کا احساس

دنیا میں ہر چیز کا بدل مل سکتا ہے لیکن وقت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وہ ضائع ہو جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے، اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ ناقدری کا شکار ہمارے اوقات ہی ہیں۔

مولاناؒ کے نزدیک اپنے وقت کی بڑی قدر و قیمت تھی، وہ جن کاموں میں اپنے اوقات کو صرف کرتے تھے، ان کو دین سمجھ کر ہی اپنا وقت لگاتے تھے۔

مدرسہ میں بڑی بڑی اور مشکل کتابوں کے پڑھانے کے ساتھ ساتھ تعمیرات کا انتظام بلکہ عملاً اس کے کاموں میں شرکت، مدرسہ کے مطبخ کی فکر اور اس کے لئے بھی وقت خرچ کرنا، مہمانوں کی میزبانی، بلکہ ان کے لئے ہر طرح کے اکرام و راحت رسانی کی فکر اور روزانہ ہزاروں نہ سہی سینکڑوں کے اوسط سے تو یقیناً تعویذوں کو لکھنا اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تھا، اپنے معمولات سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے، بلکہ سفر میں تو تلاوت کا زیادہ ہی اہتمام فرماتے تھے۔

میں ایک بار بمبئی کے سفر میں ساتھ تھا، لکھنؤ سے یہ سفر ہوا تھا، کان پور میں کچھ حضرات ملنے کے لئے آئے، پھر جھانسی میں بھی کچھ لوگوں نے ملاقات کی، ضرورت مندوں کو بھی حضرت کا پروگرام معلوم رہتا تھا، جھانسی رات کے دو بجے کے قریب گاڑی چلی تھی، مجھے دوبارہ نیند آ گئی، لیکن حضرت تہجد میں مشغول ہو گئے، ۳ر بجے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نماز سے فراغت کے بعد دعا و مناجات میں مشغول ہیں، بمبئی کا یہ سفر بمبئی کے بعد بھٹکل (کرناٹک) تک تھا، بھٹکل کے قریب انتہائی حسین و جمیل قدرتی مناظر ہیں، سفر کے

Marfat.com

Marfat.com

دوران ان کو دیکھنے لگا اور ایک دوبار حضرت کو بھی متوجہ کیا، حضرت ایک لمحہ کے لئے توجہ فرماتے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتے، میں نے ایک بار عرض کیا کہ حضرت دیکھئے تو کتنا حسین منظر ہے! حضرتؒ نے قدرے بے زاری کے ساتھ فرمایا کہ ''ان کو کیا دیکھنا'' اور اپنے کام یعنی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۹)

ترک مالایعنی

ایک مرتبہ بستی تشریف لائے میں حاضر خدمت ہوا، بستی سے کچھ دور ایک مدرسہ میں جانا تھا، ہم لوگ بھی ساتھ ہو لئے، مغرب کے بعد تھوڑی دیر ہمارے ساتھ چائے پانی کرتے رہے، اس کے بعد مجلسی گپ شپ کی جگہ سے وہ اٹھے اور سامنے کے دوسرے برآمدہ میں جا کر ایک مصلیٰ پر بیٹھ گئے، اور تسبیح پڑھنے لگے، تب سمجھ میں آیا کہ ''**فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان توابا**'' کا کیا مطلب ہے، اور ذکر الٰہی کا کیا درجہ ہے، اور اس کے لئے ترک مالایعنی کی کتنی ضرورت ہے؟ (مالانا افضلا الحق قاسمی، پیغام محمود ۹۹)

ایثار کا علمی نمونہ

میرے حافظہ میں نہ جانے کتنے ہی واقعات پڑے ہیں، ایک واقعہ اور لکھتا ہوں، حضرتؒ کی بڑی صاحب زادی کی شادی کو کچھ ہی دن گزرے تھے ان کی سسرال کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، غالباً ان کو سسرال لے جانا تھا، ان حضرات کا قیام دو تین دن ہتھورا میں رہا، ان لوگوں کی کئی کئی رشتہ داریاں اس گاؤں میں تھی۔ ایک دن ان لوگوں کا رات کا کھانا مولانا کے ایک قریبی عزیز کے یہاں تھا، عصر کے بعد اچھی خاصی بارش ہوگئی اور گاؤں کے راستے خراب ہو گئے، جن صاحب کے یہاں دعوت تھی انہوں نے حضرتؒ کے گھر کھانا بھجوا دیا اور کہلا دیا کہ مہمان ہمارے یہاں تشریف نہ لائیں، اس میں زحمت ہوگی۔ اللہ کا کرنا مغرب کے کچھ دیر بعد کان پور کے کئی مہمان اچانک مدرسہ میں پہنچے، حضرت کو ان کے کھانے کی فکر ہوئی، گھر جا کر کان پور کے ان مہمانوں کا ذکر کیا، اور معلوم کیا کے کھانے کو کچھ ہے؟ اہل خانہ نے پوری بات بتلا دی، اور یہ بھی کہ ہم لوگوں کی دعوت بھی چونکہ وہاں تھی، اس لئے

ہمارے لئے بھی کھانا وہیں سے آیا ہے، گھر میں کچھ نہیں پکا ہے۔ حضرت نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ یہ کھانا مدرسہ بھیج دو اور تم لوگ کچھ دلیہ یا چاول وغیرہ پکالو، وہاں سے جو بچ جائے گا آ جائے گا، اور یہ ہی ہوا، گھر سے وہ کھانا آ گیا، کان پور کے مہمانوں نے کھایا اور جو بچا وہ اپنے مہمانوں کو کھلایا۔ اپنے سمدھیانے کے مہمانوں کے مقابلہ میں مدرسہ کے مہمانوں کو ترجیح دینا بڑا مشکل کام ہے۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۵)

لاوارثوں کی کفالت

ہمارے زمانہ میں ایک لاوارث باندہ کے تھے، حضرت ان کو مدرسہ میں لے آئے وہ بیمار رہتے تھے، اکثر لیٹے رہتے، حضرت سفر سے آ کر فوراً ان کی خیریت معلوم کرتے اور ان کے لئے کچھ کھانے کی چیز لایا کرتے۔ ایک بار وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے، مکھیاں ہر وقت بیٹھی رہتی تھیں، کئی روز کے بعد حضرت سفر سے تشریف لائے، یہ حالت دیکھی، پہلے ساری اسباق پڑھائے، پھر ہماری جماعت کو لے کر ان کے تخت کو اٹھوایا، ہم لوگوں سے پانی منگوایا اور حضرت نے خود ان کو اچھی طرح نہلایا، کپڑے صاف کرائے، تخت صاف کیا، اور بعد میں ہم لوگوں نے حضرت کے ساتھ جا کر تالاب پر غسل کیا۔ چند روز کے بعد ان صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ (بروایت: مولانا عبدالجلیل صاحب مدرسہ شاہی، ندائے شاہی اکتوبر ۱۹۹۷ء)

یہ تو خیانت ہوگی

ایک دفعہ حضرتؒ کی طبیعت ناساز ہو گئی، کئی دن ہو گئے افاقہ نہیں ہو رہا تھا، مہمانوں کی آمدورفت کی وجہ سے قطعاً آرام کرنے کو نہیں ملتا تھا۔ ہم لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت ایک دو دن گھر آرام کر لیں، تو جلدی افاقہ ہو جائے ہوگا، پہلے تو انکار کرتے رہے، بہت اصرار کے بعد گھر چلنے کے لئے تیار ہو گئے، بعد نماز عشاء چند طلباء کے سہارے گھر تشریف لے گئے، خود سے چلنا بھی مشکل تھا، پھر ہم سب سو گئے، صبح ۳ ربجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت کے کمرہ کی بتی جل رہی ہے، قدیم گیٹ کے اوپر والے کمرے میں میرا قیام تھا، وہاں سے فوراً نیچے آیا، دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں، نہ جانے کب آ گئے کیسے

Marfat.com

آ گئے؟ ہاتھ میں شرح جامی ہے، سامنے تپائی پر کئی شروحات رکھی ہیں، مطالعہ میں مصروف، میں نے کہا حضرت آپ کب آئے؟ کیسے آئے؟ طبیعت تو رات میں کافی خراب تھی، ایک آدھ دن گھر پر آرام ہی کر لیتے۔ تو حضرت فرمانے لگے کہ صبح سبق پڑھانا ہے، کیا بغیر مطالعہ کے سبق پڑھا دوں؟ یہ تو خیانت ہوگی، یہ تو خیانت ہوگی۔ (مولانا احمد عبداللہ قاسمی، پیغام محمود ۳۹)

آخرت میں جواب دہی کا خوف

پھر دوسرے سال بھی ایک مرتبہ طبیعت کافی خراب ہوئی، تھوڑی تھوڑی دیر سے بے ہوشی کی سی کیفیت ہو جاتی تھی۔ ایسی حالت میں بھی اصرار ہے کہ کتابیں لاؤ! سبق پڑھاؤں گا، ہم طلباء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت ویسے تو آپ کبھی چھٹی دیتے نہیں، حتی کہ جمعہ کے دن بھی آپ اپنے اسباق پڑھاتے ہیں۔ آج ہم طلبہ کی خواہش ہے کہ اسباق نہ پڑھائیں، کہنے لگے کہ نہیں، سبق پڑھاؤں گا، چند اساتذۂ کرام سے کہلوایا کہ چھٹی کرالیں، وہ حضرات گئے، طلباء کی خواہش ظاہر کی، ناکام نامراد واپس آئے، چار و ناچار کتابیں لے کر حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ گئے، حضرت لیٹے تھے، جب طلباء بیٹھ گئے زار و قطار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسے ایک بچہ روتا ہے، اور کہنے لگے کہ بھائی میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے، پڑھاتے پڑھاتے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، میں کیسے کسی کی ریس کر سکتا ہوں؟ آپ لوگ اپنا گھربار چھوڑ کر یہاں علم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، میرے پاس امانت ہیں، اگر اس وقت میرا سفر ہو جائے، (موت آ جائے) تو امانت میں خیانت کر کے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کافی دیر تک روتے رہے، پھر کہنے لگے اللہ مجھ سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ آپ نے لوگوں کے لئے کیا اور کیسے کھانے کا نظم کیا ہے اور کیسی رہائش مہیا کی ہے؟ ہاں تعلیم و تربیت میں مجھ سے کوتاہی ہوگی، تو ضرور ہی اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی۔ اسی حالت میں لیٹے لیٹے چھ سات کتابوں کا سبق پڑھایا، اللہ اکبر کیا استحضار کا عالم کیا عجب شان تھی میرے حضرتؒ کی؟

(مولانا احمد عبداللہ قاسمی، پیغام محمود ۳۹،۴۰)

Marfat.com

قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑوں گا

ایک دفعہ دوران درس فرمانے لگے، دیکھو دنیا میں مرچ، ہلدی، دھنیا بیچنے والے تو بہت ہیں، لیکن دین کا کام کرنے والے بہت کم ہیں، خبردار! یہاں سے جانے کے بعد دین کی خدمت میں لگے رہنا، مرچ، ہلدی، دھنیا نہ بیچنے میں لگنا۔ اگر تم لوگ بھی مرچ، ہلدی، دھنیا بیچنے میں مشغول ہوگئے تو یاد رکھنا، کل قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑوں گا۔

حضرتؒ کی توجہ اور فکر کا نتیجہ یہی ہے کہ جامعہ کے اکثر فارغین اور ہماری جماعت کے سب طلباء جہاں تک مجھے علم ہے کسی نہ کسی درجہ میں دین کے کام سے جڑے ہوئے ہیں۔ ''ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء'' اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ دین کے کام لگے رہنے کے توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(مولانا احمد عبداللہ قاسمی، پیغام محمود ۴)

میں نے آخرت کا بوجھ اوڑھ لیا ہے

میں نے مولاناؒ سے عرض کیا حضرت آپ کے احباب اور خدام آپ کا ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں، مگر آپ اتنا بڑا بوجھ اٹھا لیتے ہیں کہ لوگ ہمت ہار کر پیچھے رہ جاتے ہیں، مگر آپ نہیں تھکتے، اور بھاری کام یکے بعد دیگرے برابر کرتے رہتے ہیں۔ تو حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ نے فرمایا: ''بھائی پریشانیاں سب کے ساتھ ہیں، خواہ امیر ہو یا غریب، ان سے کوئی خالی نہیں ہے، میں نے دنیا کا بوجھ اتار کر پھینک دیا ہے اور آخرت کا بوجھ اوڑھ لیا ہے، یہ مجھ سے پوری زندگی جانے کا نہیں''۔ (مولانا محمد حسن باندوی، پیغام محمود ۱۷۸)

تربیت کا انوکھا انداز

مدارس دینیہ کی روح، نظام تعلیم، نظام تربیت ونصاب کامل ہے، ذمہ داران مدرسہ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ تعلیم وتعلم میں تربیت کا بڑا عمل دخل ہے، حضرت قاری صاحبؒ طلباء کی تربیت کے سلسلہ میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے طلباء عزیز کو لغو باتوں اور منکر کاموں سے سختی کے ساتھ شفقت کے انداز میں منع فرماتے

Marfat.com

رہتے تھے۔اس کام کی دلچسپی کی وجہ سے سالہا سال سے حضرت کا یہ معمول تھا کہ جب جامعہ میں قیام رہتا، تو عشاء کی نماز کے بعد اجتماعی طور سے طلباء سے نماز کی عملی مشق کراتے۔ مثلاً: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے، پھر اصلاح احوال کے لئے اخیر میں ''تنبیہ الغافلین'' کتاب پڑھ کر سمجھاتے۔وقتاً فوقتاً اپنی طالب علمی کے حیرت انگیز واقعات اور اکابر کے مجاہدانہ کردار کو بیان فرماتے ہوئے طلباء کو عمل کے لئے ابھارتے تھے۔کبھی کبھی ارشاد فرماتے کہ بھائی جن کا وضو ہو، وہ چار رکعت تہجد پڑھ کر کمرہ جائیں، میرے بھائی ابھی سے تہجد کی عادت ڈالو، پھر اخیر شب میں اٹھنا آسان ہو جائے گا۔تہجد کی لذت وقدر محسوس ہوگی، یہی وہ گراں قدر انمول نصیحتیں تھیں، جن کو حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں طلباء اس غیر آباد وادی میں اپنا قیام فخر محسوس کرتے تھے۔

نہ دولت سے مطلب، نہ زر ڈھونڈھتا ہوں
میں استاذ کی وہ نظر ڈھونڈھتا ہوں

(مولانا محمد عرفان بہرائچی مبلغ دار العلوم دیوبند، پیغام محمود ۳۴۳)

طلباء کے لئے گراں قدر نصیحت

دینی مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء کو مقام ومرتبہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: تم مہمان رسول ﷺ ہو، لہٰذا اس نسبت کا ہر وقت خیال رکھو، ہر چیز، ہر کام میں سنت کو مقدم رکھو، تاکہ فرائض میں پختگی پیدا ہو۔

میرے بھائی کبھی مدرسہ کے نظام میں مداخلت نہ کرنا، جو طلباء مدارس کے نظام میں دخل اندازی کرتے ہیں اور ذمہ داران مدارس کو پریشان کرتے ہیں، آئے دن کھانے اور سونے پر ہنگامہ کرتے ہیں، خدا کی قسم وہ کبھی دین کی خدمت میں نہیں لگتے، بلکہ ان کی عمریوں ہی ضائع ہو جاتی ہے۔مدارس کے ذمہ داران کی قدر کرو کہ انہوں نے تم کو معاش سے یکسو کر دیا ہے، اب ایسی شکل میں نہ پڑھنا میرے بھائی بڑی محرومی کی بات ہے۔

فرماتے: مگر افسوس آج کل طلباء کھانے پہننے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں،

Marfat.com

میرے بھائی: وقت کی قدر کرو، یہ لمحات پھر زندگی میں نہیں آئیں گے۔

جو دانش کو خورشید تابان بنادے
میں استاذ کی وہ نظر ڈھونڈھتا ہوں

(مولانا محمد عرفان بہرائچی، پیغام محمود ۳۴۳)

امورِ عشرہ برائے طلباء

۷/ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کی تاریخ تھی، رات کے دو بج رہے تھے، موسم سرد، راستہ نشیب وفراز، ماحول تنگ وتاریک، زمین ریگستان، یکا یک لب سڑک ایک مدرسہ کی عمارت نظر آئی، مدرسہ کے اساتذہ، ملازمین، طلباء سڑک پر کھڑے لال ٹین کی روشنی میں قطب وقت جنید زماں حضرت قاری صاحبؒ کی آمد کی منتظر تھے۔ سلام وکلام کے بعد مدرسہ کی مسجد میں تشریف لے گئے، مختصر مگر اہم جامع ترین امورِ عشرہ برائے طلباء بیان فرمائے۔

خدا کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا: میرے بھائیوں، دوستوں، بزرگو! علیم وحکیم کی ہر بات ہر کام مبنی برحکمت ہوتا ہے، اللہ پاک کا شکر ادا کرو کہ ہم کو اس دینی مدرسہ کے لئے خواہ تحصیل علم یا برائے تعلیم قبول فرمایا۔

(۱) یہ دینی مدارس اسلامی روحانی شفا خانے ہیں، جس طرح مریض کے لئے حکیم ڈاکٹر کی ہر بات ازراہ خیر خواہی ہوتی ہے، اسی طرح میرے عزیز طلباء تمہارے اساتذہ تمہارے لئے حکیم وڈاکٹر سے زیادہ بہی خواہ ہیں، ان کی ہر بات پر عمل کرو۔

(۲) مواقع کو غنیمت جانو وقت کی بے حد قدر کرو، اس وقت جو کچھ حاصل کرلوگے، وہی کام آئے گا۔

(۳) اساتذۂ کرام کا احترام کرو، ان کو اپنے لئے شفیق سمجھو، ہر تنبیہ پر عمل کرو۔

(۴) کثرت مطالعہ کے عادی بنو، غیر متعلق کتب، اخبار بینی، غیر ضروری چیزوں سے اپنے کو الگ رکھو، خارجی اوقات میں اپنے اکابر کے حالات کا مطالعہ کرو، اس سے عمل کا جذبہ پیدا ہوگا۔

Marfat.com

(۵) تحصیل علم کا مقصد نام نمود شہرت ہرگز ہرگز نہ ہو، بلکہ رضائے الٰہی کے طلب گار وخواست گار بنو۔

(۶) علم بغیر عمل کے بے کار ہے، اور علم کو محفوظ کرنے کا آسان نسخہ عمل ہے، عمل سے علم میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

(۷) عوام وخواص کی خدمت کا جذبہ پیدا کرو، اس سے دنیا وآخرت میں ترقی ملے گی۔

(۸) نظام مدرسہ میں ہرگز مداخلت نہ کرو، یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔

(۹) تلاوت قرآن مجید، نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرو۔

(۱۰) اساتذۂ کرام طلباء عزیز کو ان کے والدین کی امانت سمجھیں، حتی الامکان مار پیٹ سے احتیاط کریں، محبت وشفقت سے ان کی اصلاح کریں، ان کے پلے ضرور کچھ باندھیں۔ (مولانا محمد عرفان صاحب بہرائچی، پیغام محمود ۲۴۶)

علماء کی ذمہ داری

۱۴۱۶ھ میں حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں رونق افروز ہوئے، اور حمیدی ہال میں علماء اور ائمہ کے خصوصی اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شیطان ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ انسان کا رشتہ دین اور اہل دین سے کاٹ دے، کیونکہ جب علماء سے تعلق ہی نہ رہے گا تو دین سے بھی ربط برقرار نہیں رہ سکے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسے ماحول میں علماء کو حکمت عملی سے کام لینا چاہئے عوام اگر کتنا بھی چاہیں تو انہیں جوڑنے کے کوشش کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ مداہنت تو کسی حال میں روا نہیں، غلط کاموں میں ہرگز عوام کا ساتھ نہ دیا جائے، لیکن حسن اخلاق کے ذریعہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی جگہ تقریب نکاح میں منکرات پائے جائیں تو تقریب میں تو شریک نہ ہوں لیکن اگلے دن اس کے گھر ملنے جائیں اور یہ کہیں کہ کیا کریں بھائی صاحب دل تو آنے کا بہت چاہتا تھا بلکہ میں قریب تک آ بھی گیا تھا لیکن یہ دیکھا کہ یہاں

Marfat.com

Marfat.com

آقائے نامدار ﷺ کی نافرمانی ہو رہی ہے، اس لئے میں مجبوراً واپس چلا گیا لیکن چونکہ آپ سے بھی تعلق ہے اس لئے آج مبارک باد دینے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر علماء یہ رویہ اپنائیں گے تو جس شخص میں ذرا بھی حیا اور غیرت ہوگی آئندہ ان ان منکرات سے بچنے کی کوشش کرے گا، انشاء اللہ۔

(ماہنامہ ندائے شاہی نومبر ۱۹۹۵ء)

لعنت کے اسباب سے بچیں

اسی سفر میں مدرسہ شاہی میں منعقد ایک عمومی جلسہ میں حضرت والا نے عوام کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ: آج گھر گھر لعنت کے اسباب پائے جاتے ہیں۔ تصویریں ہیں، ٹیلی ویژن ہیں، ناپاکی اور گندگی ہے، لوگ ہمیں اپنے اپنے گھروں پر دعا کے لئے بلاتے ہیں اور ہم ان کے لئے سچے دل سے دعا بھی کرتے ہیں لیکن ہماری دعائیں ان کے حق میں قبول نہیں ہوتیں، اس لئے کہ فرشتے دور سے کھڑے ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، ایسے میں اگر کوئی غوث اور قطب وقت بھی دعا کرے تو کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ اس لئے عوام کو محض دعاؤں ہی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ کچھ عمل بھی کر کے دکھلانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا علماء کو چندہ دے کر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے ان مدارس کو چندہ دے کر اپنا غلام بنالیا ہے۔ (ماہنامہ ندائے شاہی نومبر ۱۹۹۵ء)

کارکنان تبلیغی جماعت سے خطاب

تبلیغی مرکز (سرائے پختہ مراد آباد) میں عظیم الشان ہفتہ واری تبلیغی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے عوام کو علماء کی قدر کرنے کی تاکید کی تبلیغ سے جڑے ہوئے لوگوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے اعمال اور اپنی زندگی پورے طور پر شریعت کے مطابق بنائیں تا کہ ان کے غلط عمل کی وجہ سے یہ مبارک کام بدنام نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تبلیغ سے زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب آنا چاہئے، مثلاً اگر چلہ میں جانے سے پہلے کوئی آدمی پڑوسی سے جھگڑتا تھا، بیوی کے حقوق ادا نہ کرتا تھا، چلہ میں جا کر اس کی ایسی اصلاح ہو کہ وہ واپس آنے کے

بعد سب سے پہلے اپنے پڑوسی سے معافی مانگ لے اس کے پیروں میں گر جائے، بیوی سے معافی مانگ لے اس کو راضی اور خوش کرے، تو لوگ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ اس شخص میں اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی اور جب ان سے کہا جائے گا کہ یہ تبلیغی جماعت میں جانے کا اثر ہے تو لوگ خود بخود تبلیغ میں جانے کی طرف راغب ہوں گے۔ بیویاں اپنے شوہروں کو تبلیغ میں بھیجیں گی۔ باپ اصرار کر کے اپنے نوجوان بیٹوں کو تبلیغ میں بھیجے گا۔ اور تبلیغ میں بھیجنے کا ایک ماحول بن جائے گا، شرط یہ ہے کہ تبلیغی احباب لوگوں کے سامنے ایک ایسا عمدہ ماحول پیش کریں کہ لوگ متاثر ہوں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو شیطان بہکا دیتا ہے کہ وہ چلہ لگا کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم سے بڑا کوئی دین دار نہیں، بڑے بڑے علماء کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آپ نے فرمایا یہ بڑے خطرہ کی چیز ہے، کتنا ہی آدمی دین دار ہو جائے اس کو غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے۔

دوسری طرف آپ نے علماء سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ: چند افراد کی غلطیوں کی وجہ سے کسی کام کو غلط قرار دینا حماقت ہے، آپ نے فرمایا کہ: علماء درحقیقت روحانی طبیب ہیں، اور عوام روحانی مریض ہیں، اچھا طبیب وہ ہوتا ہے وہ جو مریض کی بھلائی کا حکم کرے، اور مریض اپنے مرض کی وجہ سے اگر گالی بھی دے پھر بھی اس سے نفرت نہ کرے۔ اسی طرح علماء کو عوام کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہئے، ان کی غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے ان کی دینی اور دنیوی بھلائیوں کی فکر کرنی چاہئے۔ (ماہنامہ ندائے شاہی نومبر ۱۹۹۵ء)

تین قیمتی ہدایتیں

جمعہ کے دن ساڑھے بارہ بجے کے قریب آپ شاہی مسجد مرادآباد تشریف لائے، جہاں پہلے سے اعلان کے مطابق بہت بڑا مجمع آپ کے انتظار میں موجود تھا۔ آپ نے تقریر کا آغاز ایک مختصر اور جامع حدیث شریف سے کیا جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں: (۱) زبان کی حفاظت کی جائے، یعنی اس سے کوئی

Marfat.com

نازیبا کلمہ نہ نکالا جائے۔ (۲) گھر سے باہر فضول وقت نہ گزارا جائے۔ (۳) اپنی سابقہ غلطیوں پر ندامت کے ساتھ آنسو بہائے جائیں۔ حضرت والا نے ان تینوں موضوعات پر نہایت درد اور سوز کے ساتھ مبسوط خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ: زبان اللہ تعالیٰ کی نہایت عظیم الشان نعمت ہے، زبان سے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور چغلی کرنا نعمت کی بڑی ناشکری ہے۔ افسوس ہے کہ آپ پورا معاشرہ زبان کی ان غلطیوں میں ملوث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ہماری زبان اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں استعمال ہونی چاہئے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی فرماتے تھے کہ جب جنت میں حور آئیں گی تو میں کہوں گا کہ ''بی قرآن سننا ہو تو سن ورنہ جا''، اس سے اکابر اولیاء اللہ کا قرآن سے تعلق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دوسری نصیحت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: آدمی کا اپنے گھر میں زیادہ وقت گزارنا بہت سے فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ لیکن آج کا ماحول اس طرح کا ہوگیا ہے کہ اچھے خاصے بڑے بوڑھے آدمی باقاعدہ بن سنور کر شیروانی پہن کر لاٹھی لے کر نکل جاتے ہیں، کچھ دیر یہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے، کچھ دیر وہاں جا کر باتیں کریں گے، اور اپنی زندگی کے قیمتی اوقات فضول اور لغو باتوں میں گزار دیتے ہیں، اور یہی نہیں اب تو نوجوان لڑکیوں کو بے پردہ گھر سے باہر نکال کر اسکول اور کالجوں میں بھیجا جاتا ہے۔ اور جب پوچھو تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ رکشہ والا وقت پر آتا ہے وقت پر لے جاتا ہے، گویا کہ رکشہ والا کوئی فرشتہ ہے یا ساری دنیا کی لڑکیوں کا محرم ہے کہ اس سے کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ گھر میں باپ موجود ہوتا ہے، بھائی بیٹھے رہتے ہیں، اور بہنیں نامحرم ڈرائیوروں کے ساتھ ساری دنیا کے چکر لگاتی رہتی ہیں۔ نہ باپ کو احساس ہے، نہ بھائیوں کو غیرت آتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکیاں بے باک ہو جاتی ہیں، شرم وحیا ان سے جاتی رہتی ہے، آج کل وہی لڑکیاں پسند کی جاتی ہیں جو زیادہ بے باک

Marfat.com

Marfat.com

ہوں۔ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے میری ہونے والی بہو سب سلیقہ منداور اطاعت شعار ہے، میں نے پوچھا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگے میں ایک دن ان کے گھر چلا گیا گھر میں کوئی اور نہیں تھا صرف وہی لڑکی تھی، اس نے میرا بڑا اعزاز کیا کہ چچا آیئے! تشریف رکھئے، چائے پیجئے، خود چائے وغیرہ کا انتظام کیا۔ حالانکہ ایک زمانہ تھا کہ لڑکیاں شادی سے پہلے کسی سسرالی رشتہ دار کو چہرہ دکھانا بھی گوارہ نہیں کرتی تھیں، اوراس ماحول میں بے حیائی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد شوہر کا کوئی دوست ملنے آجائے تو اس کی خاطر مدارات یہ لڑکی اپنے ہاتھ سے کرتی ہے، شوہر کو چاہے کبھی اپنے ہاتھ سے چائے نہ پلاتی ہو، اس لئے کہ اس کی خدمت گھر کی مامائیں اور خادمائیں کرتی ہیں، لیکن دوستوں کی خدمت کے لئے بیوی سامنے آتی ہے۔

تیسری نصیحت کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ: آج ہمیں درحقیقت گناہ کا احساس ہی نہیں، اگر دنیا میں کوئی کیس ہو جائے، بھوک نہیں رہتی، ماں الگ بیٹھی رو رہی ہے، باپ الگ روتا ہے کہ بیٹا ایک کیس میں پھنس گیا، حکومت کے جرم کا اتنا احساس ہے، اور اللہ کی کوئی نافرمانی کر کے اس کا مجرم بن جائے تو نہ گناہ کرنے والوں کو اس کا احساس ہوتا ہے اور نہ ان کی متعلقین کو اس کا احساس ہے۔ اگر گناہ کا جرم ہونا ہمارے دل میں بیٹھ جاتا ہو تو اس وقت تک چین نہیں آسکتا جب تک کہ اس گناہ کو معاف نہ کرالیں۔ (ماہنامہ ندائے شاہی نومبر ۱۹۹۵ء)

ایک اہم حدیث کی تشریح

جامع مسجد مراد آباد میں عظمت قرآن کے موضوع پر منعقد ہونے والے ایک بڑے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سات طرح کے آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے: (۱) امام عادل۔ (۲) وہ شخص جس نے جوانی عبادت خداوندی میں گذاری ہو۔ (۳) وہ شخص جس کو حسین وجمیل باوجاہت عورت بدکاری کے لئے بلائے اور وہ جواب میں یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا

ہوں۔(۴) جس شخص کا دل مساجد میں اٹکا رہے۔(۵) ایک دوسرے سے خدا کے واسطے محبت رکھنے والے۔(۶) خفیہ طریقہ پر صدقہ وخیرات کرنے والا۔(۷) اپنے گناہوں پر تنہائی میں آنسو بہانے والا۔

حضرت والا نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ہر شخص اپنے ماتحتوں کے لئے امام کا درجہ رکھتا ہے، اوران کے لئے اپنے ماتحوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا ضروری ہے، آدمی اپنے گھر والوں کا بھی امام ونگراں ہے۔اس پر نظر رکھنی چاہئے کہ گھر والوں سے کوئی ایسی حرکت نہ صادر ہو جو آخرت میں ان کے لئے نقصان دہ ہو۔آج افسوس ہے کہ ہم اپنے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم اپنے بچوں کے نام پپو، ببلی، ببلو رکھنا شروع کردیا۔حالاں کہ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے افضل نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اب علماء سے مسائل پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی، کسی کی میت ہوجائے تو ایصال ثواب کے لئے بڑی دعوت کا انتظام ہوتا ہے، بڑے بڑے مالدار کلکٹر منسٹر کاروں میں بیٹھ کر مرنے کی دعوت کھانے آتے ہیں۔ایک شادی زندگی میں ہوتی ہے اور ایک شادی مرنے کے بعد ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب کیا جارہا ہے، بھلا ان مال داروں کو کھلانے سے ثواب مل سکتا ہے، اگر کسی سے پوچھو کہ یہ طریقہ کہاں سے آیا تو کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے بتایا۔ہمارا کہنا یہ ہے کہ پیر ہوں یا بڑے پیر ہوں، ان کی آپ خدمت کیجئے، ٹانگیں دبایئے، لیکن شریعت کے معاملہ میں پیر کا فرمان نہیں چلے گا، پیغمبر کا فرمان چلے گا، پیر کا عمل شریعت نہیں، پیغمبر کا عمل شریعت ہے۔آپ نے فرمایا کہ اگر آج سنت کا طریقہ رائج ہوجائے تو ان غلط مسئلہ بتلانے والوں کو حلوہ کی صورت بھی دیکھنے کو نہ ملے۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آج بیت المال کے نام پر چندے اکٹھے کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف ہے، اور جلسہ کرکے اپنی کارگزاری سنائی جاتی ہے، سکریٹری صاحب کی تنخواہ بھی اس میں سے دی جاتی ہے اور مصارف شریعت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ایسے لوگ کیسے فلاح یاب ہوسکتے ہیں؟۔(ماہنامہ ندائے شاہی نومبر ۱۹۹۵ء)

Marfat.com

Marfat.com

ماخذ و مراجع

(اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے، مرتب)

۱	القرآن الکریم	ترجمہ: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ
۲	القرآن الکریم	ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	فرید بک ڈپو، دہلی
۳	صحیح البخاری	الامام ابو محمد بن اسمٰعیل بن بردزبہ البخاریؒ (م ۲۲۶ھ)	مکتبہ الاصلاح لال باغ، مرادآباد
۴	صحیح مسلم	الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ (م ۲۶۱ھ)	مختار اینڈ کمپنی، دیوبند
۵	جامع الترمذی	الامام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذیؒ	مختار اینڈ کمپنی، دیوبند
۶	شمائل ترمذی	الامام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذیؒ	مختار اینڈ کمپنی، دیوبند
۷	سنن ابی داؤد	الامام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ)	اشرفی بکڈپو دیوبند مرقم: دارالفکر، بیروت
۸	سنن ابن ماجہ	الامام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۵ھ)	اشرفی بک ڈپو، دیوبند دارالفکر، بیروت
۹	مسند امام احمد بن حنبل (تحقیق: احمد محمد شاکر)	الامام احمد بن محمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)	دارالحدیث، القاہرہ
۱۰	شعب الایمان	الامام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۱	مشکوٰۃ المصابیح	الامام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ	اشرفی بک ڈپو، دیوبند
۱۲	الجامع لاحکام القرآن	الامام ابوعبداللہ محمد بن احمد الاندلسی القرطبیؒ (م ۶۶۸ھ)	دارالفکر، بیروت
۱۳	الترغیب والترہیب	الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ (م ۶۵۶ھ)	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۴	مجمع الزوائد	الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ)	دارالکتب العربی، بیروت

۱۵	الصواعق المحرقہ	العلامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمیؒ (م ۹۷۴ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶	کتاب الزہد	شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (م ۱۸۱ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۷	عقود الجمان	العلامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ (م ۹۴۲ھ)	مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ
۱۸	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	نول کشور لکھنؤ
۱۹	العلم والعلماء	ابوبکر جابر الجزائری (مدینہ منورہ)	دار الشروق، مدینہ منورہ
۲۰	الرقۃ والبکاء	ابن ابی الدنیا	دار ابن حزم بیروت
۲۱	ذم الدنیا	ابن ابی الدنیا	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت
۲۲	کتاب القناعۃ	ابن ابی الدنیا	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت
۲۳	فتح الملہم شرح مسلم	العلامہ شبیر احمد العثمانی	مکتبہ رشیدیہ کراچی
۲۴	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	معراج بکڈپو، دیوبند
۲۵	جامع العلوم والحکم	علامہ ابن رجب حنبلیؒ	دار الکتب العلمیہ
۲۶	مختصر جامع بیان العلم	علامہ ابن عبدالبرؒ	مکتبۃ التجاریہ مکہ معظمہ
۲۷	مذاق العارفین	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتویؒ	مطبع تیج کمار لکھنؤ
۲۸	بیس بڑے مسلمان	مولانا عبدالرشید ارشد	مکتبہ رشیدیہ، لاہور
۲۹	ارواح ثلاثہ	مولانا امیر علی صاحب	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۳۰	میرے والد میرے شیخ	مولانا محمد تقی عثمانی	مکتبہ نعمانیہ دیوبند
۳۱	تذکرۃ الرشید	مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ	مکتبہ خلیلیہ سہارن پور
۳۲	حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات	مولانا اسحٰق صاحب ملتانی	عظیم بکڈپو، دیوبند
۳۳	اصلاحی خطبات	مولانا محمد تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
۳۴	شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات	مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی	مکتبہ دینیہ دیوبند
۳۵	تاریخ مشائخ چشت	حضرت شیخ الحدیثؒ	مکتبہ یحیوی سہارنپور

Marfat.com

Marfat.com

۳۶	حضرت شیخ الحدیثؒ اوران کے خلفاء کرام	مرتب: مولانا عبدالرحیم متالا	دارالعلوم بری لندن
۳۷	ملفوظات شیخ	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ	سہارن پور
۳۸	ملفوظات فقیہ الامتؒ	مولانا محمد مسعود صاحب وغیرہ	کتب خانہ محمودیہ میرٹھ
۳۹	آپ بیتی	حضرت شیخ الحدیثؒ	یحیوی سہارن پور
۴۰	الحزب الاعظم	ملا علی قاریؒ	فرید بکڈپو
۴۱	العلم والعلماء	افادات تھانوی، مرتبہ: مولانا محمد زید مظاہری ندوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ہتھورا باندہ
۴۲	تراشے	مولانا محمد تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۴۳	مناجات مقبول	مرتبہ: حضرت تھانویؒ	فرید بکڈپو دہلی
۴۴	ماہنامہ ندائے شاہی		
۴۵	ماہنامہ ”حق نوائے احتشام“ کراچی	مرتبہ: مولانا محمد صدیق ارکانی	جامعہ احتشامیہ کراچی
۴۶	ماہنامہ پیغام محمود دیوبند (صدیق نمبر)	مرتبہ: مولانا محمد طیب صدیقی	دیوبند

تمــــت بالــــخیر

☆☆☆☆☆

ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸- اردو بازار لاہور ۔ پاکستان
☎7231788
7211788

Marfat.com